

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے، سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے: (۱) مسئلہ دریافت کرنیوالے کو (۲) مسئلہ بتانے والے عالم کو (۳) سننے والے کو (۴) اس کو جو ان سے محبت رکھتا ہو۔

## مُنِيَّةُ الطَّالِبِ وَمِنَّةُ الْمَالِكِ

شرح

## عُمْدَةُ السَّالِكِ وَعُدَّةُ النَّاسِكِ

جلد اول

تالیف:

خادم دارالافتاء

مکتبہ نوریہ

مفتی محمد نور یوسف پٹیل

امام مسجد پاڑا محلہ، پنویل

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

منیة الطالب و منة المالك (جلد اول) نام کتاب

شرح عمدة السالك و عمدة الناسك

اشاعت دوم مع تخفیف و اضافہ : شوال المکرم ۱۴۳۹ھ جون ۲۰۱۸ء

قیمت ۲۵۰ روپے

(ملنے کا پتہ)

محمد نور یوسف پٹیل (امام مسجد پاڑا محلہ پنویل) رائے گڈھ

مہاراشٹر، انڈیا، پن:- ۴۱۰۲۰۶

Mo: 9322737752

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(تقریظ)

از: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب  
مد ظلہ العالی  
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد ﷺ وعلی آلہ الطاہرین  
واصحابہ الکاملین اما بعد!

اسلامی علوم و فنون کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور اس سلسلہ کا ایک اہم ترین فن فقہ اسلامی ہے۔ فقہ، دراصل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا عطر اور نچوڑ ہے۔ قرآن و حدیث میں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق احکام بکھرے ہوئے ہیں وہ حالات اور واقعات کی مناسبت سے نازل ہوئے ہیں فقہاء نے ان احکام کو مرتب و مدون کیا ہے۔ اور ہر موقع سے متعلق احکام کو ایک جگہ جمع فرمایا ہے۔ نیز جن احکام کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے ان میں کتاب و سنت کی دوسری نظیروں کو سامنے رکھ کر امت کی رہنمائی کی ہے۔ اس طرح فقہ نے قرآن و حدیث کے منشا پر عمل کرنا اور اس کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھالنا آسان کر دیا ہے۔

اسی لئے فقہ ہمیشہ علماء کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ خاص کر ائمہ اربعہ متبوعین۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، کی فقہ پر بڑی محنتیں کی گئی ہیں اور امت نے ان کو اپنی چشمِ محبت کا سرمہ بنایا ہے۔ اردو زبان میں بھی اس موضوع پر بہت سارا کام ہوا ہے۔ اور بڑی وقیع فقہی تالیفات وجود میں آئی ہیں لیکن زیادہ تر یہ کتابیں فقہ حنفی میں ہیں کیونکہ اردو بولنے والے حلقہ میں غالب ترین تعداد احناف ہی کی ہے تاہم برصغیر اور خاص کر ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں شوافع کی اچھی خاصی تعداد ہے اس مناسبت سے اردو میں فقہ شافعی پر کم کام ہوا ہے۔ اور جو کچھ ہوا ہے، اس میں عزیز گرامی قدر مولانا مفتی محمد نور یوسف پٹیل کی آسان شافعی فقہ خاص طور پر قابل ذکر ہے جس میں فقہ کے تمام ابواب کو حوالہ کے اہتمام کے ساتھ سوال و جواب کی شکل میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب

شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکی ہے۔ فقہ شافعی کی ایک اہم کتاب ابن نقیب مصری کی ”عمدة السالك و عمدة الناسك“ ہے جو فقہ شافعی کا نہایت اہم متن ہے جس میں مفتی بہ اقوال کے نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بہت سے مدارس میں داخل نصاب بھی ہے۔ ضرورت تھی کہ اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنایا جائے اور ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کی مناسب تشریح بھی کی جائے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ”منیة الطالب و منة المالك“ کے نام سے اس کا اردو ترجمہ اور تشریح کا بیڑا اٹھایا ہے۔ چنانچہ اس وقت اس کی جلد اول میرے سامنے ہے۔ جو طہارت اور صلوة کے کچھ حصہ پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف پورے مسودہ کو تو نہیں دیکھ سکا لیکن جا بجا نظر ڈالی اور خوشی ہوئی کہ موصوف نے واضح اور سلیس ترجمہ کیا ہے۔ ایسی تشریح کی ہے جو نہ زیادہ طویل ہو اور نہ بہت مختصر، مستند کتابوں سے فقہی جزئیات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اساتذہ و طلبہ اور عوام سبھوں کے لئے مسائل و احکام کا مفید مجموعہ بن گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں مبادیات فقہ، امام شافعی، امام رافعی، اور امام نووی کے حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ موصوف کے اور رسائل بھی اس سے پہلے طبع ہو چکے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی یہ نئی علمی کوشش بھی لوگوں کے لئے نافع اور رہنما بنے گی۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و قلم میں برکت عطا فرمائے اور ان سے دین اور علم دین کی خوب خوب خدمت لے۔

واللہ هو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

ناظم: المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد

جنرل سیکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

بسمہ تعالیٰ

(تقریظ)

از: حضرت مولانا عبدالسلام حجوا صاحب

مد ظلہ العالی

حضرات! فقہ شافعی میں جو کتابیں مدارس کے نصاب میں داخل ہیں، اسمیں سب سے عمدہ ”عمدة السالک“ ہے جو درجہ عربی سوم میں عموماً پڑھائی جاتی ہے، راقم نے بھی جامعہ عربیہ میں ایک سال پڑھائی ہے، چونکہ یہ عربی کتاب ہے اسلئے اس کی تشریح اردو میں ہونا چاہیے تھی۔

الحمد للہ مفتی محمد نور پٹیل سلمہ کو اس فن سے دلچسپی ہے، اور اس سے قبل بھی چند کتابیں لکھ چکے ہیں، لیکن درسی کتاب پر قلم اٹھانا ایک ذمہ داری کی بات ہے اسکے باوجود انہوں نے اپنی سعی کے مطابق اس کتاب کی شرح لکھی ہے، راقم نے ابتدا کے صفحات کو دیکھا ہے، الحمد للہ کتاب کے مقدمہ کے ساتھ امام شافعی کے حالات بھی لکھے ہیں، اور اس کا نام منیة الطالب و منة المالك تجویز کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب طلبہ وغیرہم کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انکی اس شرح کو قبول فرما کر سعادت دارین سے نوازے۔ اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ ان کی ہمت افزائی کریں۔

فقط

عبدالسلام

معلم جامعہ اسلامیہ، برمنگھم، یو۔ کے۔

(فہرست مضامین)

مُنِيَّةُ الطَّالِبِ وَمِنَّةُ الْمَالِكِ (جلد اول)

۳	تقریظ
۵	تقریظ
۶	فہرست مضامین
۱۶	پیش لفظ
۱۸	مقدمہ
۲۳	فقیہ کی تعریف
۲۳	خیر القرون اور تفقہ فی الدین
۲۳	فقہ فی الدین کی حقیقت
۲۳	کتب فقہ میں لفظ علم اور تنبیہ کا استعمال
۲۴	مقدمہ مصنف
۳۰	درود شریف کا حکم
۳۰	فضیلت
۳۰	درود نہ پڑھنے پر وعید
۳۲	مذہب کی تعریف
۳۲	امام کی تعریف
۳۲	امام شافعیؒ کے مختصر حالات
۳۵	شیخینؒ سے مراد
۳۵	امام رافعیؒ کے مختصر حالات
۳۶	امام نوویؒ کے حالات

۳۸	کتب متقدمہ
۳۸	تنبیہ
۳۸	مذہب میں معتمد قول
۳۸	اقوال کسے کہتے ہیں
۳۹	اوجہ کسے کہتے ہیں
۳۹	طرق کسے کہتے ہیں
۴۰	ضروری کسے کہتے ہیں
۴۰	ضرورت کسے کہتے ہیں
۴۰	مشقت کسے کہتے ہیں
۴۰	مفتی مقلد کے لئے تنبیہ
۴۰	تقلید کی تعریف
۴۱	دلیل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف
۴۱	قطعی و ظنی الدلالة کی تعریف
۴۱	قطعی و ظنی الدلالة کی مثال
۴۳	<b>پاکسی کا بیان</b>
۴۵	مٹی اور پانی سے طہارت مشروع ہونے کا راز
۵۳	(فصل) ادائیگی طہارت کے بیان میں
۵۷	مطلق مکروہ سے مراد تحریمی یا تنزیہی
۵۷	مکروہ تحریمی اور تنزیہی کی مثال
۵۸	سورخ میں پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے
۵۸	حرام اور مکروہ تحریمی کے درمیان فرق
۵۸	عرف کی تعریف
۵۹	(فصل) مسواک کے بیان میں
۵۹	اسلام میں مسواک کی حکمت
۶۰	مسواک کی اہمیت

- ۶۱ سنت کی دو قسمیں ہیں
- ۶۹ **وضو کا بیان**
- ۶۹ وضو کا راز
- ۸۲ اختتام وضوء پر دعاء توبہ پڑھنے کا راز
- ۸۳ وضوء کے آداب
- ۸۸ تجرید وضو کی تعریف
- ۸۸ بطور اختصار طہارت وضو اور غسل کی حکمت
- ۸۹ **موزوں پر مسح کا بیان**
- ۸۹ مسح موزہ کا راز
- ۹۰ مسح موزہ مقیم کے لئے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات مقرر ہونے کی حکمت
- ۹۲ موزوں پر مسح کی شرطیں
- ۹۴ جرموق کی تعریف
- ۹۷ **حدت کے اسباب کا بیان**
- ۹۷ خروج بول و برا زور تح سے امر وضو کی وجہ
- ۱۰۰ بول و برا زور اور جماع کرنے کے وقت خانہ کعبہ کی طرف پشت اور منہ کرنا منع ہونے کی حکمت
- ۱۰۱ نیند سے وضو ٹوٹنے کی وجہ
- ۱۰۷ وضو میں شک
- ۱۰۸ حدت اصغر کی وجہ سے حرام چیزیں

۱۱۱

تفسیر جلالین

۱۱۴

**حاجت کو دور کرنے کا بیان**

۱۱۶

بیت الخلاء جانے اور اس سے نکلنے کے وقت اعوذ و غفرانک پڑھنے کی وجہ

۱۱۷

حکم استبراء

۱۲۲

مطلق حکم استنجاء

۱۲۳

اعتراض اور جواب

۱۲۷

**غسل کا بیان**

۱۲۷

جس مکان میں کتیا یا جنبی یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہ

آنے کی وجہ

۱۳۰

علقہ گر جائے تو غسل کا حکم کیا ہے

۱۳۷

فصل: کیفیت غسل کے بیان میں

۱۴۴

فصل: سنت غسل کے بیان میں

۱۴۵

تعارض اور تطبیق

۱۴۶

اصطلاحات فقہاء

۱۴۷

تیمم کا بیان

۱۴۷

تیمم کو وضو اور غسل کے قائم مقام ٹھہرانے کی وجہ

۱۴۷

وضو و غسل کے تیمم میں فرق نہ ہونے کی وجہ

۱۵۰

مٹی کب مستعمل ہوگی

۱۵۱

اسباب عجز

۱۵۱

ظن شک اور وہم کی تعریف

- ۱۵۴ ہبہ کی تعریف
- ۱۵۵ اعتراض اور جواب
- ۱۶۱ عصابہ، لصوق اور جبیرۃ کی تعریف
- ۱۶۵ واجباتِ تیمم
- ۱۷۰ تیمم کی سنتیں
- ۱۷۲ مبطلاتِ تیمم
- ۱۷۴ **حیض کا بیان**
- ۱۷۴ عورتوں کو حیض آنے کی وجہ
- ۱۷۵ تحدید اور تقریب کی تعریف
- ۱۷۶ ادلہ اصلیہ
- ۱۷۹ استحاضہ کی تعریف
- ۱۸۰ مسائل نفاس
- ۱۸۰ نفاس کی تعریف
- ۱۸۰ حالتِ حیض و نفاس میں حرام ہونے والی چیزیں
- ۱۸۰ جنبی و حائضہ کے لئے قرآن کریم اور نماز پڑھنا ناجائز ہونے کی وجہ
- ۱۸۱ حائضہ پر روزہ کی قضاء واجب ہونے اور نماز کی قضاء واجب نہ ہونے کی وجہ

- ۱۸۲ حیض میں عورت سے حرمتِ جماع کی وجہ
- ۱۸۳ حائضہ سے حرمتِ جماع کی وجہ اور مستحاضہ سے اباحتِ جماع کی حکمت
- ۱۸۵ طہارتِ حیض کے بعد غسل واجب ہونے کی وجہ
- ۱۸۶ نماز کا وقت ہونے کے بعد مستحاضہ کا ضروری عمل
- ۱۸۶ اعتراض اور جواب
- ۱۸۸ سلسلِ البول کے احکام
- ۱۸۹ سلسلِ المذی والودی کی تعریف اور احکام
- ۱۹۰ **نجاستوں کا بیان**
- ۱۹۰ نجاست کی تعریف
- ۱۹۲ حرمتِ شراب کی وجہ
- ۱۹۳ جنت میں حلتِ شراب کی وجہ
- ۱۹۵ خنزیر کے بال سے بنے ہوئے برش کی شرعی حیثیت
- ۱۹۷ وجہ حرمتِ مردار
- ۱۹۷ وجہ حلتِ مچھلی و ٹڈی بغیر ذبح
- ۲۰۰ پاک چیزیں
- ۲۰۴ دباغت کی تعریف
- ۲۰۷ برتن میں کتے کے منہ ڈالنے یا اس سے پانی وغیرہ پینے سے اس برتن کو سات بار دھونے سے اس کے پاک ہونے کی حکمت
- ۲۰۸ صابون اور اشان کی تعریف
- ۲۰۹ جھوٹا

- ۲۰۹ کتے اور بلی کے جھوٹے میں فرق ہونے کی وجہ
- ۲۱۰ تنور کی تعریف
- ۲۱۲ نجاست کی قسمیں
- ۲۱۲ نجاست حکمیہ اور عینیہ کی تعریف
- ۲۱۴ جامد کی تعریف
- ۲۱۶ نماز کا بیان
- ۲۱۶ حقیقتِ نماز
- ۲۱۸ قضاء کی تعریف
- ۲۱۸ اعمال کے لئے قضاء و رخصت مقرر ہونے کی حکمت
- ۲۱۹ کافر اصلی اور مرتد کی تعریف
- ۲۲۰ عزیمت اور رخصت کی تعریف
- ۲۲۱ ممیز کی تعریف
- ۲۲۳ **اوقاتِ نماز کا بیان**
- ۲۲۳ اوقاتِ نماز کے لئے اول و آخر حد مقرر ہونے کا راز
- ۲۲۳ پابندی اوقات کی حکمتیں
- ۲۲۴ ظہر کو ظہر کہنے کی وجہ
- ۲۲۵ سایہ اصلی کی تعریف
- ۲۲۵ سایہ برمش کی تعریف
- ۲۲۵ اوقاتِ ظہر
- ۲۲۵ عصر کو عصر کہنے کی وجہ

- ۲۲۵ اوقاتِ عصر
- ۲۲۶ اوقاتِ مغرب
- ۲۲۶ شفقِ احمر کی تعریف
- ۲۲۷ مغرب کو مغرب کہنے کی وجہ
- ۲۲۷ اوقاتِ عشاء
- ۲۲۷ عشاء کو عشاء کہنے کی وجہ
- ۲۲۹ اوقاتِ صبح
- ۲۲۹ صبح کو صبح کہنے کی وجہ
- ۲۲۹ نماز سے پہلے سونا
- ۲۳۰ وجہ تعیینِ اوقاتِ پنجگانہ نماز
- ۲۳۵ **اذان اور اقامت کا بیان**
- ۲۳۵ حکمتِ اذان
- ۲۳۶ جماعتِ ثانیہ کی تعریف
- ۲۳۷ اذان افضل ہے امامت سے یا امامت افضل ہے اذان سے؟
- ۲۳۹ قولِ قدیم اور جدید کی تعریف
- ۲۳۹ عراق اور مصر کے درمیان امام شافعیؒ نے جو فرمایا اسے کیا کہتے ہیں
- ۲۴۰ عملِ قولِ جدید پر ہوتا ہے مگر بعض مسائل میں قولِ قدیم پر ہے
- ۲۴۱ مزید تشفی
- ۲۴۴ حیصلتین کے وقت التفات کی وجہ
- ۲۴۶ کان میں انگلی ڈال کر اذان دینے کی وجہ
- ۲۵۰ روایت میں تعارض اور تطبیق

- ۲۵۲ اذان و اقامت کا جواب کب سنت ہے؟
- ۲۵۲ اذان و اقامت کے بعض الفاظ سنائی دیں اور بعض نہ دیں تو پوری
- اذان و اقامت کے جواب کا حکم
- ۲۵۲ کسی جگہ ایک سے زائد اذانیں ہو رہی ہوں تو جواب کے متعلق حکم
- ۲۵۳ اذان کے وقت دنیوی باتوں کے متعلق حکم
- ۲۵۴ وہ حالتیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے
- ۲۵۴ کوئی لیٹا ہو اور اذان ہو رہی ہو پھر بھی لیٹے رہنا
- ۲۵۴ جواب اذان کے لئے قراءت منقطع کرنا
- ۲۵۶ مقام محمود کی تعریف
- ۲۵۷ حکمتِ سوال
- ۲۵۸ **بدن اور کپڑے اور موضع نماز کی پاکی کا بیان**
- ۲۵۹ نماز کے لئے مکان کی صفائی اور لباس کی ستھرائی کا راز
- ۲۶۱ قلیل و کثیر کا مرجع
- ۲۶۱ مچھلی بازار میں اڑنے والے خون کے چھینٹوں کا حکم
- ۲۶۲ فصد اور حجامت کی تعریف
- ۲۶۲ تعارض اور تطبیق
- ۲۶۴ اعادہ کی تعریف
- ۲۶۹ صدید کی تعریف

- ۲۷۱ چند علامتوں کی پہچان
- ۲۷۳ ستر چھپانے کا بیان
- ۲۸۳ استقبال قبلہ کا بیان
- ۲۸۴ نماز میں استقبالِ خانہ کعبہ کی وجہ
- ۲۹۳ تعارض اور تطبیق
- ۲۹۴ تنبیہ
- ۲۹۷ دلائل قبلہ کا حکم
- ۲۹۸ صفتِ خط کے بارے میں اقوال
- ۲۹۹ نماز میں سترہ کاراز
- ۳۰۲ صف بندی میں ممانعتِ فرجہ کاراز
- ۳۰۳ ماخذ و مرجع

## ﴿پیش لفظ﴾

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

عربی میں کتب شافعیہ بہت ہیں، ان میں سے چیدہ چیدہ جیسے "عمدة السالک" اور "الاقناع" نامی کتابیں نصابِ مدارس میں داخل ہیں، لہذا احقر کو "عمدة السالک" کے لئے اردو شرح کی ضرورت محسوس ہوئی تو اپنی کوتاہ علمی کے اقرار اور اس عظیم کام کے قابل نہ ہونے کے احساس کے باوجود، اس حدیث قدسی: انا عند ظن عبدی بی (ریاض الصالحین) کے پیش نظر ابتداء کی، جس کا نام "منیة الطالب و منة المالک" ہے، الحمد للہ اس کی "جلد اول" مکمل ہوئی۔

## تالیف کی غرض

یہ ہے کہ طلبہ صاف ستھرے انداز، سچے تلے لہجے اور عام فہم اسلوب میں مسائل عوام تک پہنچائیں اور احقر کے بارگناہ پر بارانِ رحمت ہو۔

## منیة الطالب کی خصوصیتیں

- (۱) اصل عبارت اور ترجمہ بین القوسین ہے
- (۲) مناسب لفظ کی تشریح زیادہ تر اس لفظ کے پہلی بار ذکر ہونے پر کی گئی ہے،
- (۳) شارح سے مراد صاحب "انوار المسالک شرح عمدة" یا صاحب "فیض الالہ المالک شرح عمدة" ہیں،
- (۴) عمدة السالک سے زائد کتب معتبرہ سے ذکر کردہ مسائل حوالے کے ساتھ ہیں لیکن عمدة کی شرح انوار المسالک اور فیض سے ذکر کردہ مسائل تکرار کے خوف سے بغیر حوالے کے ہیں۔

اے اللہ اس کتاب سے ہر خاص و عام کو مستفیض فرما اور اس کو احقر، والدین اور

اساتذہ کرام وغیر ہم کے لئے باعثِ مغفرت بنا،

آمین ثم آمین یارب العالمین۔

## ﴿گذارش﴾

وان تجد عیبا فسد الخلالا۔۔۔ فجل من لا عیب فیہ و علا  
اگر تو اس میں کوئی عیب پائے تو عیب کو درست کر دے۔۔۔۔۔ اللہ کی ذات  
بلند و بالا ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے،  
لہذا قارئین کرام سے نیاز مندانه التماس ہے کہ لغزش و خطاء ہو تو احقر کو مطلع  
فرما کر مشکور بنائیں،

احقر  
محمد نور پٹیل  
ساکن تلوجہ

## ﴿مقدمہ﴾

ہر علم کو شروع کرنے سے پہلے اس علم کی تعریف، واضح، اسم، موضوع، حکم، غایت، فضیلت، مسائل، فائدہ، نسبت، استمداد اور مخصوص محاورات و اصطلاحات بطور مقدمہ بیان کئے جاتے ہیں تاکہ طلبہ کو اس فن کی تحصیل میں سہولت اور بصیرت حاصل ہو اس لئے علم فقہ کو شروع کرنے سے پہلے ہم بطور مقدمہ اس کی تعریف وغیرہ اور بعض مخصوص محاورات و اصطلاحات لکھتے ہیں تاکہ اس فن کے حصول میں سہولت ہو۔

(۱) تعریف (۲) واضح (۳) اسم (۴) موضوع (۵) حکم (۶) غایت (۷) فضیلت

(۸) مسائل (۹) فائدہ (۱۰) نسبت (۱۱) استمداد۔

## (۱) تعریف:

فقہ کی لغوی تعریف: سمجھنا، ہو لغة الفہم (فتح المعین)

فقہ کی دوسری تعریف: گہری سمجھ، (تیسیر الاصول ص ۶)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ فقہ اور فہم لغت میں دو اسم ایک معنی میں ہے، الفقہ

والفہم فی اللغة اسمان، بمعنی واحد (احیاء العلوم ص ۴۴ ج ۱)

اصطلاحی پہلی تعریف: احکام شرعیہ عملیہ کو جاننا جو تفصیلی دلائل سے حاصل ہوتے ہیں۔

واصطلاحاً: العلم بالاحکام الشرعیة العملية المكتسب من ادلتها التفصیلیة (فتح المعین)

دوسری تعریف: افعال مکلفین سے تعلق والے احکام کو اولہ تفصیلیہ سے جاننا۔

(تیسیر الاصول ص ۶)

تیسری تعریف: ان احکام شرعیہ کا جاننا جو اجتہاد سے حاصل ہوتے ہیں۔ (شرح ورقات

ص ۲)

چوتھی تعریف: فتاویٰ میں فروعات غریبہ کے جاننے استکثار کلام اور ان کی دقیق علتوں

سے واقف ہونے اور فروعات سے متعلقہ حفظ اقوال کو فقہ کہتے ہیں۔ (احیاء العلوم ص ۴۴

ج ۱)

پانچویں تعریف: اہل حقیقت اور صوفیائے کرام کے یہاں فقہ و عمل کی جامعیت کا نام ہے۔

چھٹی تعریف: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علم فقہ نفس کا اپنے لئے مفید اور مضر چیزوں کے جاننے کا نام ہے۔

ساتویں تعریف: بعض علماء نے کہا ہے: علم فقہ نظائر کو جاننے کا نام ہے۔

(۲) واضح: اسلامی علوم کی ابتداء اسلام کے ساتھ ہوئی اور نزول وحی کے زمانہ ہی سے عقائد، تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم شروع ہو چکی تھی، لہذا اس فن کے واضح آپ ﷺ ہیں۔ وواضعہ النبی ﷺ۔ (انوار السنینہ ص ۷)

(۳) اسم: یعنی اس فن کا نام کیا ہے۔۔۔؟۔۔۔ اس کا نام علم فقہ ہے (علم فقہ میں حلال و حرام، جائز و ناجائز احکام ہوتے ہیں، لہذا اس کو علم حلال و حرام بھی کہتے ہیں) و اسمہ علم الفقہ۔ (ایضاً)

(۴) موضوع: علم فقہ کا موضوع مکلف آدمی کا فعل و عمل ہے جس کو احکام خمسہ عارض ہوتے ہیں (فرض، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام، یعنی فعل واجب ہوتا ہے، حرام ہوتا ہے یا پھر جو احکام خمسہ کا معروض ہوتا ہے یعنی احکام خمسہ عرض ہے جو اس کے لئے ثابت ہوتے ہیں جیسے قیام عرض ہے جو زید کو عارض ہوتا ہے یعنی زید کے لئے ثابت کیا جاتا ہے ”زید قائم“ میں قیام زید کے لئے ثابت کیا گیا ہے) و موضوعہ: فعل المكلف من حیث إنه معروض للأحكام الخمسة۔ (ایضاً) فهو أفعال المكلفین من حیث عروض الأحكام لها (اعانة الطالبین)

مکلف سے مراد: بالغ، عاقل،۔۔۔ معنی المحتاج میں ہے: المكلف ای البالغ العاقل (ص ۶۲ ج ۱) مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہے، لہذا نابالغ بچہ اور مجنون کے افعال فقہ کے موضوع میں داخل نہیں ہیں، لیکن یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب نابالغ بچہ کے افعال موضوع میں داخل نہیں تو کتب فقہ میں ان کے افعال کیوں مرقوم ہیں؟

جواب: ان کے افعال کتب فقہ میں جو مرقوم ہیں وہ ان کے مکلف اولیاء سے متعلق ہیں، مثلاً بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دینا وغیرہ (منہاج فی حاشینان)

(۵) حکم: جن مسائل سے عبادت کی درستگی ہوتی ہے (مثلاً وضو اور نماز وغیرہ کے فرائض وغیرہ) ان کو حاصل کرنا فرض عین اور ضروری ہے، اس سے آگے درجہ افتاء تک رسائی واجب کفائی ہے، اور اس سے آگے اجتہاد تک مندوب ہے، و حکمہ: الوجوب العینی بقدر ما يعرف به تصحیح عباداتہ فان زاد علی ذلک صار واجبا کفائیا الی بلوغ درجۃ الإفتاء فان زاد علی ذلک إلی ان بلغ درجۃ الاجتہاد صار مندوبا۔ (انوار السنیہ) فهو الواجب العینی او الکفائی (اعانة الطالبین)

(۶) غایت: علم فقہ کی غایت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی سے کامیابی حاصل کرنا ہے جس سے سعادت دارین نصیب ہوتی ہے۔ (ایضاً ص ۷) وغایتہ: الفوز برضا اللہ تعالیٰ ورسوله ﷺ الناشئ منه سعادة الدارين (انوار السنیہ)

(۷) فضیلت: علم فقہ کی فضیلت یہ ہے کہ اس کو تمام علوم پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا فرمان ہے: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے (اعانة الطالبین) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے، کیونکہ عابد کی عبادت بلا بصیرت ہوتی ہے اس لئے شیطان پر بہت آسان ہے کہ وہ اس کو چاہے ضلالت میں ڈال دے اور شکوک و شبہات میں مبتلا کر دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے کہ آپ فرماتے ہیں: سیکھنے کے لائق علم تو بس دو ہی ہیں، ایک علم فقہ: جس کے بغیر دین کے احکام سے ناواقفیت رہ جاتی ہے اور دوسرا علم طب: جس سے صحت انسانی کی تعمیر ہوتی ہے اور بقیہ علوم تو صرف خط نفس کا ذریعہ ہیں۔

قال الشاعر:

تفقه فان الفقه افضل قائد  
الى البر والتقوى واعدل قاصد  
هو العلم الهادى الى سنن الهدى  
هو الحصن ينجى من جميع الشدائد  
فان فقيها واحدا متورعا  
اشد على الشيطان من الف عابد

یعنی فقہ ضرور حاصل کرو کیونکہ اس سے اعمال صالحہ کی توفیق اور تقویٰ کی سعادت حاصل ہوتی ہے، فقہ سے ہدایت کی راہیں فقیہ پر کھل جاتی ہیں اور یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جس کی پناہ میں فقیہ تمام حوادث و آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے، بے شک ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (مبادیات فقہ ص ۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا ہی بہتر شخص ہے وہ جو دین میں سمجھ رکھتا ہو۔“ (مشکوٰۃ ص ۳۶ ج ۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”سردار ہونے سے قبل فقہ سیکھ لو۔“ (حاشیہ مع البخاری ص ۱۶ ج ۱) حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، جن میں ایک عابد اور دوسرا عالم تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے مجھ کو تم میں سے معمولی شخص پر فضیلت حاصل ہے۔“ (مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

وقد مدحه الله تعالى بتسمية خير ابقوله: ومن يوت الحكمة فقد اوتي خيرا كثيرا  
وقد فسر الحكمة زمرة ارباب التفسير بعلمه الفروع الذى هو علم الفقه  
(در مختار ج ۱) یعنی اللہ نے حکمت کو خیر فرما کر علم فقہ کی مدح کی ہے اپنے اس قول و من  
يوت الحكمة الخ میں، یعنی جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت خیر دی گئی اور حکمت کی  
تفسیر مفسرین کے ایک گروہ نے علم فروع سے کی ہے جو فقہ کا علم ہے۔

و خير علوم علم فقه لانه..... يكون الى كل المعالى تو سلا  
فان فقيها واحدا متورعا..... على الف ذى زهد تفضل واعتلى

یعنی علوم میں سب سے بہتر علم فقہ ہے مراتب عالیہ کا وسیلہ ہونے کی وجہ سے، ایک فقیہ متورع ہزار زاہدوں سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے (مبادیات فقہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتی ایک نیک خلقی اور دوسری دین میں سمجھ۔“ (مشکوٰۃ ص ۱/۳۴) طبرانی میں حدیث ہے: مجلس فقہ خیر من عبادۃ ستین سنة: یعنی فقہ کی ایک مجلس (یا فقہ کے درس میں شریک ہونا) ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے (مبادیات فقہ ص ۱۱)

(۸) مسائل: اس کے مسائل اس کے قضایا ہیں جیسے نیت واجب ہے اور وضوء شرط ہے نماز صحیح ہونے کے لئے اور دخول وقت سبب ہے اس کے لئے و مسائلہ قضایاہ کالنیۃ واجبۃ و الوضوء شرط لصحة الصلاة و دخول الوقت سبب لها (انوار السنیہ) فهو القضایا کالنیۃ واجبۃ و الوضوء شرط لصحة الصلاة و دخول الوقت سبب لها۔ (اعانتۃ الطالبین)

(۹) فائدہ: اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجالانا اور نواہی سے رک جانا۔ و فائدتہ: امتثال اوامر اللہ تعالیٰ واجتناب نواہیہ (فتح المعین)

(۱۰) نسبت: تفسیر و حدیث کے ماسوا اور غیر ہے یعنی دوسرے علوم سے علحیدہ اور سوا ہے یعنی علم فقہ نہ علم تفسیر ہے نہ علم حدیث، یعنی فقہ اور ہے اور یہ علوم اور ہیں۔ و نسبتہ الی غیرہ: أنه من العلوم الشرعیۃ وھی ثلاثة الفقه و التفسیر و الحدیث فهو مغایر للعلوم۔ (انوار السنیۃ) فهو المغایرۃ للعلوم (اعانتۃ الطالبین)

(۱۱) استمداد: یعنی فقہ کی تدوین میں کس سے مدد لی گئی ہے؟ علم فقہ کی تدوین میں قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے مدد لی گئی ہے۔ و استمدادہ: من الكتاب و السنة و الاجماع و القیاس (انوار السنیہ) و استمدادہ: من الكتاب و السنة و الاجماع و القیاس (فتح المعین) مذکورہ گیارہ امور کو مبادی کہا جاتا ہے۔

## فقہ کی تعریف

فقہیہ: جو شخص احکام شرعیہ کو دلائل کے ساتھ جانتا ہو، اسے فقہیہ کہتے ہیں۔  
(تیسیر الاصول ص ۶)

## خیر القرون اور تفتہ فی الدین

تاجدار مدینہ سرکار دو عالم ﷺ کے اصحاب میں، دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو ہمہ وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں لگے رہتے تھے مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہا اور دوسرے وہ جو نصوص میں تدبر اور غور و فکر کر کے احکام جزئیہ نکالنے اور استنباط و تفتہ پر ہی پوری ہمت صرف کرتے تھے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہا (مبادیات فقہ)

## فقہ فی الدین کی حقیقت

علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: فقہ فی الدین (دین میں سمجھ) جس کو کہتے ہیں وہ حقیقت میں یہ ہے کہ دین کی صحیح پہچان، دل و دماغ میں جگہ پکڑے، پھر زبان و قلم پر جاری ہو اور اسی کے بموجب عمل ظاہر ہو اور اسی کے ذریعہ خوفِ خدا اور تقویٰ حاصل ہو (ایضاً)

## کتب فقہ میں لفظ علم اور تنبیہ کا استعمال

لفظ علم اور تنبیہ کا استعمال ہوتا ہے بعد میں آنے والے کلام کی اہمیت ظاہر کرنے اور مخاطب کو تنبیہ کرنے کے لئے کہ پیش کئے جانے والے کلام کو یاد کرنا لازم ہے تاکہ مخاطب کان لگائے اور توجہ دے۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد (صلى الله عليه وسلم)

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تَعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِينُ:

اے میرے پروردگار (اس کام کو) آسان فرما، مشکل نہ فرما، خیر کے ساتھ تام و کامل فرما اور ہم (اس کام کے لئے) تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اے مددگار اس دعا کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔

مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا: (بسم اللہ الرحمن الرحیم، شروع کرتا ہوں اللہ

کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں،) [نہایت بے نہایت کے معنی میں ہے لہذا اب کوئی اشکال نہ رہا]۔

ابتداء کی دو قسمیں ہیں: (۱) ابتداء حقیقی اور (۲) ابتداء اضافی، مصنف علیہ

الرحمہ نے کتاب کی ابتداء بسم اللہ الخ سے کی اس کو ابتداء حقیقی اور الحمد للہ سے کی اس کو

ابتداء اضافی کہتے ہیں، نیز مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کی ابتداء بسم اللہ الخ سے کی

اور پھر الحمد للہ سے، یہ قرآن کریم کی اقتداء کرتے ہوئے،

زمانہ جاہلیت میں عادت تھی کہ اپنے کاموں کو بتوں کے نام سے شروع کرتے

تھے اس رسم جاہلیت کو مٹانے کے لئے قرآن کی سب سے پہلی آیت جو جبرئیل علیہ الصلوٰۃ

والسلام لے کر آئے اس میں قرآن کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا، اِقْرَأْ بِاسْمِ

رَبِّكَ، علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قرآن کے سوا دوسری تمام آسمانی کتابیں بھی

بسم اللہ سے شروع کی گئی ہیں، قرآن کریم میں جا بجا اس کی ہدایت ہے کہ ہر کام کو اللہ کے

نام سے شروع کیا جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اہم کام جو بسم اللہ

سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت رہتا ہے "بسم اللہ" یہ کلمہ تین لفظوں سے مرکب

ہے، ایک حرف باء، دوسرے اسم، تیسرے اللہ، حرف باء عربی زبان میں بہت سے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جن میں سے تین معنی مناسب مقام ہیں، ان میں سے ہر ایک معنی اس جگہ لئے جاسکتے ہیں:

اول: مصاحبت: یعنی کسی چیز کا کسی چیز سے متصل ہونا،

دوسرے: استعانت: یعنی کسی چیز سے مدد حاصل کرنا،

تیسرے: تبرک: یعنی کسی چیز سے برکت حاصل کرنا،

لفظ ”اسم“ اس کا ترجمہ نام سے کیا جاتا ہے،

لفظ ”اللہ“ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ جامع نام ہے، اور بعض علماء نے اسی کو اسم اعظم کہا ہے اور یہ نام اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا، اس لئے اس لفظ کا متنیہ اور جمع نہیں آتے کیونکہ اللہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نام ہے اس موجود حق کا جو تمام صفات کمال کا جامع اور صفات ربوبیت کے ساتھ متصف، یکتا اور بے مثال ہے، اس لئے کلمہ ”بسم اللہ“ کے معنی حرف باء کے مذکورہ تین معنی کی ترتیب سے یہ ہوئے:

(۱) اللہ کے نام کے ساتھ (۲) اللہ کے نام کی مدد سے (۳) اللہ کے نام کی برکت سے، لیکن تینوں صورتوں میں یہ ظاہر ہے کہ یہ کلام نامکمل ہے، جب تک اس کام کا ذکر نہ کیا جائے جو اللہ کے نام کے ساتھ یا اس کی برکت سے کرنا مقصود ہے اس لئے نحوی قاعدے کے مطابق یہاں کوئی فعل مناسب مقام محذوف ہوتا ہے مثلاً ”شروع کرتا ہوں یا پڑھتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ“ اور مناسب یہ ہے کہ یہ فعل بھی بعد میں محذوف مانا جائے تاکہ حقیقتاً شروع اسم، اللہ ہی سے ہو، وہ فعل محذوف بھی اسم اللہ سے پہلے نہ آئے، صرف حرف باء کا اسم اللہ سے پہلے آنا عربی زبان کے لحاظ سے ضروری و ناگزیر ہے، اس میں بھی

مصحفِ عثمانی میں باجماع صحابہ، یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ حرف باءِ رسم الخط کے قاعدے سے الف کے ساتھ ملا کر لکھنا چاہیے تھا اور لفظِ اسمِ الگ جس کی صورت ہوتی؛ باسمِ اللہ؛ لیکن مصحفِ عثمانی کے رسم الخط میں حرف ہمزہ کو حذف کر کے حرف باءِ کوسین کے ساتھ ملا کر صورتاً اسم کا جزء بنا دیا تاکہ شروع اسمِ اللہ سے ہو جائے یہی وجہ ہے کہ دوسرے مواقع میں یہ حرف "الف" حذف نہیں کیا جاتا جیسے: "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ" میں "ب" کو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے یہ صرف بسمِ اللہ کی خصوصیت ہے کہ حرف "باء" کو کوسین کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، "رحمن" کے معنی عام الرحمتہ کے اور "رحیم" کے معنی تام الرحمتہ کے ہیں، عام الرحمتہ سے مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کی رحمت سارے عالم اور ساری کائنات اور جو کچھ اب تک پیدا ہوا ہے اور جو کچھ ہو گا سب پر حاوی اور شامل ہو، اور "تام الرحمتہ" کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رحمت کامل و مکمل ہو، یہ وجہ ہے کہ لفظ "رحمن" اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو "رحمن" کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہو سکتا جس کی رحمت سے عالم کی کوئی چیز خالی نہ رہے، اسی لئے جس طرح لفظ "اللہ" کا جمع اور تشنیہ نہیں آتا "رحمن" کا بھی جمع و تشنیہ نہیں آتا کیونکہ وہ ایک ہی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے اور تیسرے کا وہاں احتمال ہی نہیں (تفسیر قرطبی) بخلاف لفظ "رحیم" کے کہ اس کے معنی میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا پایا جانا مخلوق میں ناممکن ہو کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی شخص سے پوری پوری رحمت کا معاملہ کرے، اسی لئے لفظ "رحیم" انسان کیلئے بھی بولا جاسکتا ہے قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ لفظ استعمال فرمایا ہے: بِالْمُؤْمِنِينَ رُؤْفٌ رَّحِيمٍ (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۸) اس سے یہ بھی معلوم



جائے کہ یہ سب تعریفیں درحقیقت نقاش اور مصور کی یاصناع کی ہوتی ہیں اس جملے نے کثرتوں کے تلاطم میں پھنسے ہوئے انسان کے سامنے ایک حقیقت کا دروازہ کھول کر یہ دکھلا دیا کہ یہ ساری کثرتیں ایک ہی وحدت سے مربوط ہیں اور ساری تعریفیں درحقیقت اسی ایک قادر مطلق کی ہیں، ان کو کسی دوسرے کی تعریف سمجھنا نظر و بصیرت کی کوتاہی ہے، اس مختصر ابتدائی جملے کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت "رَبِّ الْعَالَمِينَ" ذکر کی گئی ہے، مختصر الفاظ میں اس کی بھی تشریح دیکھئے: لفظ "رب" کے معنی عربی لغت کے اعتبار سے تربیت و پرورش کرنے والے کے ہیں اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ آگے بڑھایا جائے یہاں تک کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے، یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے مخصوص ہے، کسی مخلوق کو بدون اضافت کے رب کہنا جائز نہیں کیونکہ ہر مخلوق خود محتاج تربیت ہے وہ کسی دوسرے کی کیا تربیت کر سکتا ہے۔ "الْعَالَمِينَ" عالم کی جمع ہے جس میں دنیا کی تمام اجناس، آسمان، چاند، سورج اور تمام ستارے اور ہوا و فضاء برق و باران، فرشتے، جنات زمین اور اس کی تمام مخلوقات، حیوانات، انسان، نباتات، جمادات سب ہی داخل ہیں اس لئے رب العالمین کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجناس کائنات کی تربیت کرنے والے ہیں اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ جیسا یہ ایک عالم ہے جس میں ہم بستے ہیں اور اس کے نظام شمسی و قمری اور برق و باران اور زمین کی لاکھوں مخلوقات کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ سارا ایک ہی عالم ہو اور اسی جیسے اور ہزاروں لاکھوں دوسرے عالم ہوں جو اس عالم سے باہر کی خلاء میں موجود ہوں، امام رازی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ اس عالم سے باہر ایک لامتناہی خلاء کا وجود دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ اس نے اس لامتناہی خلاء میں ہمارے پیش نظر عالم کی طرح کے اور بھی ہزاروں لاکھوں عالم بنا رکھے ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "عالم چالیس ہزار ہیں، یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالم ہے، باقی اس کے سوا ہیں" اسی طرح حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ امام تفسیر سے منقول ہے کہ "عالم اسی ہزار ہیں" (قرطبی، معارف القرآن ص ۷۹ ج ۱)

(وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ۔ اور اے اللہ میں طلب کرتا ہوں تجھ سے رحمت اور سلامتی، کو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اور تمام اصحاب پر۔)

لفظ صلوة عربی زبان میں چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے: رحمت، استغفار، تضرع اور دُعاء، اللہ تعالیٰ کی طرف نسبتِ صلوة ہو تو اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے، فرشتوں کی طرف نسبتِ صلوة ہو تو اس سے مراد استغفار کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور عام مومنین کی طرف نسبتِ صلوة ہو تو اس سے مراد تضرع اور دُعاء ہے۔

صلوة و سلام کے حکم کی تعمیل ہر اُس صیغہ سے ہو سکتی ہے جس میں صلوة و سلام کے الفاظ ہوں، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعینہ منقول بھی ہوں بلکہ جس عبارت سے بھی صلوة و سلام کے الفاظ ادا کئے جائیں اس حکم کی تعمیل اور درود شریف کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے، مگر یہ ظاہر ہے کہ جو الفاظ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ زیادہ بابرکت اور زیادہ ثواب کے موجب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روضہ اقدس کے سامنے جب سلام عرض کیا جائے تو اس میں بھی صیغہ السلام علیک کا اختیار کرنا مسنون ہے اس کے علاوہ جہاں غائبانہ صلوة و سلام پڑھا جائے تو صحابہ و تابعین اور ائمہ اُمت سے صیغہ غائب کا استعمال کرنا منقول ہے، مثلاً "صلی اللہ علیہ وسلم" جیسا کہ عام محدثین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں۔ (ایضاً)

## دروود شریف کا حکم

دروود نماز میں واجب ہے (الحاوی الکبیر ص ۱۳۷ ج ۲) نماز کے باہر جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے درود کا پڑھنا مستحب ہے چاہے ذکر کرتے ہوئے آئے، چاہے لکھنے یا سننے کے اعتبار سے آئے، ندب الصلاة علی النبی کلما ذکر کتابہ او صوتا ویندب ذلک للذاکر وغیرہ۔ (نزہۃ المتقین ص ۲۰۰ ج ۲)

## فضیلت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ وہ شخص مجھ سے قریب ہو گا جو کثرت سے مجھ پر درود بھیجے۔" (ایضاً ص ۱۹۹ ج ۲)

## دروود نہ پڑھنے پر وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور مجھ پر درود نہ پڑھے" [مطلب یہ ہے کہ جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہو اور درود نہ پڑھے تو اس کے لئے ذلت اور خسارہ ہے] (ایضاً ص ۲۰۰ ج ۲)

ذکر مبارک کے وقت افضل و اعلیٰ اور مستحب تو یہی ہے کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں پڑھے اور لکھے جائیں، لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے ایک یعنی صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پر اکتفاء کر لے تو جمہور فقہاء کے نزدیک کوئی گناہ نہیں، شیخ الاسلام نووی وغیرہ نے دونوں میں سے صرف ایک پر اکتفاء کرنا مکروہ فرمایا ہے، ابن حجر ہیتمی نے فرمایا کہ ان کی مراد کراہت سے خلافِ اولیٰ ہونا ہے اور علماء امت کا مسلسل عمل اس پر شاہد ہے کہ وہ دونوں ہی کو جمع کرتے ہیں اور بعض اوقات ایک پر بھی اکتفاء کر لیتے ہیں۔

لفظ صلوٰۃ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کے لئے استعمال کرنا جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں، امام بیہقی نے اپنے سنن میں حضرت ابن عباس کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے: لَا یُصَلِّی عَلٰی أَحَدٍ إِلَّا عَلٰی النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ یَدْعٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ بِالِاسْتِغْفَارِ۔

امام شافعیؒ کے نزدیک غیر نبی کے لئے لفظ صلوٰۃ کا استعمال مُسْتَقِلًّا مکروہ ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے، البتہ تَبَعًا جائز ہے یعنی آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کے ساتھ آل و اصحاب یا تمام مومنین کو شریک کر لے اس میں مضائقہ نہیں۔

اور امام جوینیؒ نے فرمایا کہ "جو حکم لفظ صلوٰۃ کا ہے وہی لفظ سلام کا بھی ہے کہ غیر نبی کے لئے اس کا استعمال درست نہیں، بجز اس کے کہ کسی کو خطاب کرنے کے وقت بطور تہیہ کے السلام علیکم کہے، یہ جائز و مسنون ہے، مگر کسی غائب کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" کہنا اور لکھنا غیر نبی کے لئے درست نہیں" (خصائص کبریٰ سیوطی ص ۲۶۲ ج ۲)۔

علامہ لقائنیؒ نے فرمایا کہ قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ "محققین علماء امت اس طرف گئے ہیں اور میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے" اور اسی کو امام مالک، سفیان اور بہت سے فقہاء متکلمین نے اختیار کیا ہے کہ صلوٰۃ و تسلیم نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے لئے مخصوص ہے غیر نبی کے لئے جائز نہیں جیسے لفظ سبحانہ، اور تعالیٰ اللہ جل شانہ کے لئے مخصوص ہے انبیاء کے لئے و عام مسلمانوں کے لئے مغفرت اور رضا کی دُعا ہونا چاہئے جیسے قرآن میں حضرات صحابہ کے متعلق آیا ہے: رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (روح المعانی، معارف القرآن ص ۲۲۳ ج ۴) لفظ، "صحابہ" سیبویہ کے نزدیک اسم جمع ہے صاحب کی اور اس کے معنی ہے صحابی۔

صحابی: اس شخص کو کہتے ہیں جس کی ملاقات ایمان کی حالت میں حضور ﷺ سے ہوئی ہو اور ایمان ہی پر اُس کا خاتمہ ہوا ہو۔ لفظ "جمعین" تاکید ہے صحبہ کے لئے۔

(ہذا مختصر علی مذهب الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ورضوانہ، یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مسلک کے موافق ایک چھوٹی سی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضا آپ پر ہوں۔)

ہذا یعنی وہ مسائل جو مصنفؒ کے ذہن میں اس کتاب کی تصنیف سے قبل محفوظ تھے۔ مختصر: اسم مفعول ہے اختصار سے اور اس کے معنی ہے، مختصر کلام، مطلب یہ ہیکہ ذہن میں محفوظ مسائل مختصر ہیں۔

### مذہب کی تعریف

مذہب کہتے ہیں: اس مکان کو جس میں جایا جاوے پھر بطور مجاز احکام کی طرف منتقل کیا گیا،

### امام کی تعریف

امام کہتے ہیں وہ فرد جس کی اقتداء کی جائے۔ الشافعی: آپ کے دادا شافع کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے۔

### امام شافعیؒ کے مختصر حالات

آپؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں وفاتِ امام ابو حنیفہ کے دن ملک شام کے غزہ نامی شہر میں ہوئی (انوار السنیہ ص ۲۲)

آپ کا نام "محمد" کنیت: ابو عبد اللہ "اور نسب یہ ہے: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف، عبد مناف میں جا کر آپ کا نسب حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔ (تحقیق علی عمدہ ص ۹)

(اسی وجہ سے آپ کو قریشی بھی کہا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے شافعی کو جو علم و فضل اور عقل و فہم و بصیرت عطا فرمائی تھی وہ خدا کا ایک خاص عطیہ ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔

اس سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ  
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے  
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و رپیدا

امام شافعیؒ کے استاد امام مالکؒ نے فرمایا: میرے پاس کوئی قریشی اس نوجوان سے زیادہ سمجھدار نہیں آیا۔ اور فرمایا: اگر کوئی کامیاب ہو سکتا ہے تو یہ لڑکا، آپ کے ایک اور استاد حضرت ایوب بن سویدؒ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا شافعی جیسا نہ دیکھ سکوں گا۔

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ نے فرمایا شافعی جیسا کامل عقل والا اور قرآن کو بہتر سمجھنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور امام شافعیؒ کے استاد امام محمد بن حسنؒ نے فرمایا محدثین جو بھی بات کریں گے شافعیؒ کی زبان میں کریں گے (یعنی وہی کہیں گے جو امام شافعی نے کہا)۔

معتزلی عالم بشر مرہیسی نے جن سے مناظرہ میں بڑے بڑے علماء ہار چکے مکہ مکرمہ میں آپ کو دیکھا اور آپ کے کلام کو سنا تو عراق لوٹنے کے بعد اپنے گروہ کے لوگوں سے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک قریشی کو دیکھا اس کا نام محمد بن ادریس ہے۔ بس اسی سے مجھ کو خطرہ لگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی نصف عقل دی ہے۔

آپ کے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: امام شافعیؒ سے پہلے ہماری گردنیں علماء احناف کے قبضہ میں تھیں ہم ان ہی سے علم حاصل کرتے تھے جب امام شافعیؒ تشریف لائے تو ہم نے انہیں چھوڑ کر امام شافعیؒ سے علم حاصل کیا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں اگر امام شافعیؒ نہ ہوتے تو ہم حدیث کی فقہ کو نہ سمجھتے، فقہ پر تالا پڑا ہوا تھا امام شافعیؒ نے اسے کھولا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ تمہیں امام شافعیؒ و مالکؒ کی کتابیں زیادہ پسند ہیں یا امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ کی؟ فرمایا: امام شافعیؒ کی، اس لئے کہ شافعیؒ حدیث سے فتویٰ دیتے تھے اور وہ لوگ رائے سے، حضرت محمد بن مسلم بن وارہؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا میں کس کی کتابوں کا مطالعہ کروں امام مالکؒ یا امام اوزاعیؒ کی؟ تو فرمایا: امام شافعیؒ کی، اس لئے کہ وہ زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ سنت کے مطابق ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللھم اھد قریشا۔ فان عالمھا یملاء طبق الارض علما اللھم کما اذقتھم عذابا فاذا قھم نوالا۔ اے اللہ قریش کو ہدایت دے، بے شک قریش کا ایک عالم دنیا کے چبھ چبھ کو علم سے بھر دے گا۔ اے اللہ تو نے جس طرح قریش کو عذاب و تکلیف کا مزہ چکھایا ان کو بخششوں سے نواز، حضرت ابو نعیم عبد الملک بن محمدؒ نے فرمایا: کہ اس حدیث کا مصداق امام شافعیؒ کے علاوہ کوئی نہیں۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ صفت امام شافعیؒ علیہ الرحمہ کے سوا کسی قریشی عالم میں نہیں پائی جاتی اور صحابہؓ سے آج تک جس قدر قریش میں علماء پیدا ہوئے کسی کا علم ایسا نہیں پھیلا جیسا امام شافعیؒ علیہ الرحمہ کا، ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤں میں، شافعی عالم، مفتی، یا مصنف ضرور پائے جاتے ہیں۔ (رسالہ)

ماہِ رجب ۲۰۰۴ھ میں یوم جمعہ چاشت کے وقت آپ نے وفات پائی اور بعد عصر مصر کی مشہور جگہ قرافہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی (انوار ص ۲۲) اور علوم و فنون کا یہ آفتاب و مہتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ تَعَمَّدَہُ اللہُ بِرَحْمَتِهِ وَ اَسْكَنَہُ فِصْحِیحَ جَنَّتِہ۔

(اقتصرْتُ فیہِ علی الصَّحیحِ مِنَ المذہبِ عِنْدَ الزَّافِعِی وَ النُّوویِ اَوْ اَحَدِہُمَا میں نے اپنی اس کتاب میں اس قول پر اکتفاء کیا ہے جو امام رافعیؒ اور امام نوویؒ دونوں کے نزدیک یا ان میں سے ایک کے نزدیک صحیح ہے۔)

یعنی مذہب مشتمل ہوتا ہے صحیح اور اس کے مقابل ضعیف پر، مشہور اور اس کے مقابل غریب پر، اظہر اور اس کے مقابل پر، راجح اور اس کے مقابل پر، نص اور اس کے مقابل مخرب پر، قدیم اور اس کے مقابل جدید پر، تو مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں فقط قول صحیح کو ذکر کیا ہے اور غیر صحیح کو ذکر نہیں کیا اور مذہب میں سے فقط اس قول کو ذکر کیا ہے جو امام رافعیؒ اور نوویؒ رحمہما اللہ دونوں کے نزدیک صحیح ہو یا دونوں میں سے کسی ایک کے نزدیک صحیح ہو۔

### شیخین سے مراد

فقہ کی اصطلاح میں: شیخین سے مراد امام رافعیؒ اور امام نوویؒ اور حدیث کی اصطلاح میں شیخین سے مراد امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ہیں۔

### امام رافعیؒ کے مختصر حالات

نام و نسب: عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن الفضل بن الحسین بن الحسن الامام العلماہ امام الدین ابوالقاسم القزویٰ الرافعی، جلیل القدر صحابی رافع بن خدیج کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو رافعی کہا جاتا ہے۔ (تحقیق علی عمدۃ ۱ ص ۱۷۰)۔  
امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بلاد قزوین کے (شہر) رافعان کی طرف منسوب کرتے ہوئے آپ کو رافعی کہا جاتا ہے۔

اسنوویؒ کہتے ہیں: آپ کے دادا جن کو رافع کہا جاتا تھا ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو رافعی کہا جاتا ہے۔ (طبقات الشافعیہ ص ۱۷۱ ج ۱) آپ کی ولادت ۳۵۵ھ میں ہوئی (تحقیق علی عمدہ ۱ ص ۱۷۱) ابن صلاح فرماتے ہیں میں نے بلاد عجم میں آپ کے مانند کسی شخص کو نہیں دیکھا، آپ ماہر علوم و فنون، حسن سیرت اور جمیل الامر شخص تھے، آپ نے دس سے زائد جلدوں میں بے مثال شرح و جیز تصنیف کی ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں آپ صالح لوگوں میں سے تھے اور آپ سے کرامات کثیرہ ظاہر ہوئیں تھیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد اسفرائینی اپنی تالیف اربعین میں فرماتے ہیں: آپ ناصر السنۃ اور

اصول و فروع کی معرفت کے اعتبار سے تنہا شخص تھے۔ آپ کی شخصیت زاہدانہ اور متواضعانہ تھی، اسنوی فرماتے ہیں: آپ فقہ، تفسیر، حدیث و اصول وغیرہ میں امام تھے، آپ کی چند تصانیف: (۱) العزیز فی شرح الوجیز (۲) الشرح الصغیر (۳) المحرر (۴) شرح مسند جو ضخیم دو جلدوں میں ہے (۵) التذنیب (۶) امالی (۷) اخبار الحجاز (۸) الشرح المحمود (طبقات الشافعیہ ص ۷۵ ج ۲) آپ کی وفات ۶۲۳ھ میں ہوئی (تحقیق علی عمدہ ص ۱۷، مبادیات فقہ ص ۳۴)

### امام نوویؒ کے حالات

نام و نسب: محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام النوی، آپ ماہ محرم ۶۳۱ھ مقام "نواۃ" میں پیدا ہوئے (مقدمہ شرح مہذب) آپ نے ابتداءً اپنے شہر میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا، پھر ۶۳۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی مدرسہ رواجیہ دمشق میں آگئے اور چار ماہ پندرہ روز میں تنبیہ کو حفظ کیا (مقدمہ مجموع) اور وہاں کمال الدین اسحق بن احمد جعفری، رضی بن برہان، زین الدین بن عبدالداؤد، عماد الدین بن عبدالکریم وغیرہم سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بڑے امام بنے، علامہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں: برع فی العلوم و صار محققاً فی فنونہ مدققاً فی عملہ: علوم میں بہت نمایاں فنون میں محقق، عمل میں مدقق، حافظاً للحدیث عارفاً بانواعہ: حافظ حدیث اور اس کے انواع سے باخبر تھے، ۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لئے گئے اور مدنیہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا، وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے، اپنے زندگی بھر شادی نہیں کی، آپ بہت ہی سربلج التصنیف تھے، کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

لئن کان هذا الدمع بجری صبا بة علی غیر سعدی فهو دمع مضیع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراستہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

آپ کی تصانیف: (۱) شرح المہذب (۲) شرح مسلم (۳) ریاض الصالحین (۴) تہذیب الائمہ واللغات (اس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دئے ہیں جو مختصر، مزنی، تہذیب، و سہی، تنبیہ، و جیز اور روضہ میں ہیں، مزید برآں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپ نے اضافہ کیا ہے، کتاب کے دو حصے ہیں: ایک حصے میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات، اس لئے اس کو تہذیب الائمہ واللغات کہا جاتا ہے،) (۵) الروضۃ (۶) کتاب الاذکار (۷) کتاب المناسک (۸) الاربعون (۹) البیان فی آداب القرآن (۱۰) الارشادات فی مبہمات الحدیث (۱۱) التحریر فی الفاظ التنبیہ (۱۲) الخلاصہ (۱۳) الارشاد (۱۴) التقریب فی اصول الحدیث (۱۵) التیسیر مختصر الارشاد (۱۶) تحفۃ الطالب (۱۷) شرح التنبیہ (۱۸) نکت علی الوسیط (۱۹) شرح الوسیط (۲۰) شرح البخاری (کچھ حصہ) (۲۱) ردوس المسائل (۲۲) رسالہ فی الاستفتاء (۲۳) رسالہ فی استجاب القیام لاهل الفضل (۲۴) رسالہ فی قسمة الغنائم والاصول والضوابط (۲۵) الارشادات علی الروضہ (۲۶) شرح سنن ابو داؤد، نامکمل ہے، آپ کی منجملہ تصانیف میں اہم اور مشہور تصنیف شرح مہذب اور شرح مسلم ہے (مقدمہ مجموع) علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ اس کا نام: المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ہے۔ جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس آئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں ۲۴ رجب ۶۷۱ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے (مقدمہ مجموع، ایضا ۳۵ ص)

صاحب کردی فرماتے ہیں: اگر امام نووی کی کتابوں میں اختلاف ہو تو کتابوں کی اس ترتیب: تحقیق، المجموع، تنقیح، روضہ، منہاج اور آپ کے فتاویٰ پھر شرح مسلم، تصحیح التنبیہ اور نکت کے مطابق ترجیح ہوگی (تر شیخ المستفیدین ۵ ص) قال الکردی فان تخالفت کتب النووی فالغالب ان المعتمد التحقیق فالمجموع فالنتقیح فالروضۃ والمنہاج و نحو فتاواہ فشرح مسلم فتصحیح التنبیہ و نکتہ (تر شیخ المستفیدین)

## کتاب متقدمہ

شیخین سے مقدم کتابیں متقدمہ ہیں۔ (ترشیح المستفیدین / ۵)

## تنبیہ

کتاب متقدمہ کے کسی قول کو شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے بھی بیان نہ کیا ہو تو تحقیق کی جائے اگر ظن غالب ہو جائے راجح ہونے کا تو عمل کیا جائے گا ورنہ نہیں، اگر شیخین نے بیان کیا ہو تو متفق علیہ مقدم و معتمد ہو گا اگر ان میں اختلاف ہو تو امام نووی کا ذکر کردہ قول معتمد و مقدم ہو گا۔ اور اگر شیخین میں سے کسی ایک کا قول موجود ہو اور دوسرے کا نہ ہو تو ترجیح قول معتمد ہو گا (ایضاً)

قال الشيخ الشهاب ابن حجر وغيره من متأخري الشافعية قدا جمع المحققون على ان الكتب المتقدمة على الشيخين امامي المذهب عبدالكريم الرفاعي والامام يحيى النووي، لا يعتد بشئ منها إلا بعد كمال البحث والتحرير حتى يغلب على الظن انه راجح في مذهب الشافعي ثم قالوا هذا في حكم لم يتعرض له الشيخان أو أحدهما فان تعرضا له فالذي اطبق عليه المحققون ان المعتمد ما اتفقا عليه فان اختلفا فالمعتمد ما قاله النووي وان وجد لاحدهما دون الآخر فالمعتمد ذوالترجيح (ايضاً)

## مذہب میں معتمد قول

مذہب میں معتمد قول وہ ہے جس پر شیخین کا اتفاق ہو اگر اختلاف ہو تو جس کو امام نووی ترجیح دے، (تحقیق علی عمدہ ۱۸ ص) المعتمد فی المذهب ما اتفق علیہ الشیخان عَلَيْهِمَا السَّلَامُ (النووی عَلَيْهِ السَّلَامُ و الرفاعی عَلَيْهِ السَّلَامُ) ثم ما جزم به النووی عَلَيْهِ السَّلَامُ (ایضاً)

## اقوال کسے کہتے ہیں

اقوال کہتے ہیں: امام شافعیؒ کی طرف جو مختلف باتیں منسوب ہوں۔ فالاقوال

للشافعي (المجموع ۱/ ۶۵)

### اوجہ کسے کہتے ہیں

اوجہ کہتے ہیں: امام شافعیؒ کے اصول و قواعد پر تخریج و تفریح کرتے ہوئے فقہاء شوافع جو رائے قائم کریں۔

والاجہ لاصحابہ المنتسبین الیٰ مذہبہ یخرجونها علیٰ اصولہ  
ویستنبطونها من قواعدہ ویجتہدون فی بعضها وان لم یأخذوہ من اصلہ (المجموع)  
(او الاوجہ) للاصحاب یستخرجونہا من کلام الشافعی فیستخرجونہا  
علیٰ اصلہ ویستنبطونہا من قواعدہ، وقد یجتہدون فی بعضها وان لم یأخذوہ من  
اصلہ (منہاج مع مغنی ۳۹/۱)

### طرق کسے کہتے ہیں

طرق کہتے ہیں: مذہب کو نقل کرنے میں اصحاب شوافع کا اختلاف ہو، یعنی مثلاً  
بعض فقہاء کسی مسئلہ کے بارے میں دو قول یا دو وجہ بیان کریں اور دوسرا کہے کوئی ایک  
قول یا ایک وجہ جائز نہیں ہے، یا کوئی کسی مسئلہ کے بارے میں تفصیل بیان کرے اور دوسرا  
اسی مسئلہ کے بارے میں تفصیل بیان نہ کرے۔

واما الطرق فہی اختلاف الاصحاب فی حکایة المذہب فیقول بعضهم  
مثلاً فی المسألة قولان أو وجہان ویقول الآخر لا یجوز قولاً واحداً أو وجہاً واحداً  
أو یقول أحدهما فی المسألة تفصیل ویقول الآخر فیہا خلاف مطلق (المجموع  
۶۶/۱) وہی اختلاف الاصحاب فی حکایة المذہب، کأن یحکی بعضهم فی  
المسألة قولین أو وجہین لمن تقدم ویقطع بعضهم باحدہما (مغنی ۳۹/۱) طرق  
میں جو طریق مفتی بہ ہو اسے امام نوویؒ "المذہب" سے تعبیر کرتے ہیں۔ (و حیث اقول  
المذہب فمن الطریقین أو الطرق)۔۔۔۔۔ قال الاسنوی: اعلم ان مدلول هذا  
الکلام ان المفتی بہ هو ما عبر عنه بالمذہب (ایضاً)

فقہاء تعریفِ طرق کے مطابق اس کو ذکر کرنے کے بجائے کبھی لفظِ وجوہ ذکر کرتے ہیں اور تعریفِ وجوہ کے مطابق اس کو ذکر کرنے کے بجائے کبھی لفظِ طرق ذکر کرتے ہیں اس لئے کہ فی نفسہ کلام اصحاب کے اعتبار سے یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ وقدیستعملون الوجہین فی موضع الطریقین وعکسہ۔ وإنما استعملوا هذا لان الطرق والوجوہ تشترک فی کونہما من کلام الاصحاب (المجموع ۶۶/۱)

### ضروری کسے کہتے ہیں

ضروری اس امر کو کہتے ہیں: جس کی طرف حاجت توت سے داعی ہو، جس پر انسان کو مجبور کیا جائے، جس میں کرنے اور چھوڑنے کا اختیار مسلوب ہو۔ (الضروری) ماتدعو الحاجة الیہ دعاء قویا، ما کرہ علیہ الانسان، ماسلب فیہ الاختیار للفعل والتراک (منجد الطلاب: ص ۳۲۳)

### ضرورت کسے کہتے ہیں

ضرورت ضرر سے مشتق ہے اور ضرورت کہتے ہیں: وہ پیش آمدہ حاجت جس کے دفع کی کوئی صورت نہ ہو۔ الضرورة مشتقة من الضرر وهو النازل مما لا مدفع له (کتاب التعریفات: ص ۱۵۵)۔

### مشقت کسے کہتے ہیں

مشقت کہتے ہیں جو عادتاً برداشت نہ ہو۔ مشقة لا تحمل عادة (انوار المسالک: ص ۵۳)

### مفتی مقلد کے لئے تمییز

مفتی مقلد کے لئے امام کی کسی بات پر فتویٰ دینا اس کتاب سے جائز ہے جس کتاب کی صحت مذہب میں یقین ہو اور اس کو امام کا مذہب ہونے کا یقین ہو۔ لایجوز لمن كانت فتواه نقلا لمذہب امام إذا اعتمد الکتب أن یعتمد إلا علی کتاب موثوق بصحته وبأنه مذہب ذلك الامام (المجموع ۳۶/۱)

### تقلید کی تعریف

دلیل ذکر کئے بغیر قائل کا قول قبول کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ والتقلید قبول

قول القائل بلا حجة۔ (ورقات فی شرح ورقات ص ۲۳)

## دلیل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

**لغوی تعریف:** حسی یا معنوی چیز کی طرف رہنمائی، چاہے وہ خیر ہو یا شر۔  
**اصطلاحی تعریف:** جس چیز میں صحیح نظر سے کسی حکم شرعی عملی پر استدلال کیا جائے چاہے حکم قطعی ہو یا ظنی (تیسیر الاصول ص ۳۸)

## قطعی و ظنی الدلالة کی تعریف

**قطعی الدلالة:** وہ نص جس میں ایک سے زائد معنی کا احتمال نہ ہو اور کسی بھی عقل کے لئے ایک سے زائد معنی پر محمول کرنا ممکن نہ ہو اور اُس کے ظاہر کے علاوہ کسی اور تاویل کی گنجائش نہ ہو اسے قطعی الدلالة کہتے ہیں۔

**ظنی الدلالة:** وہ نص جو ایک سے زائد معنی کا احتمال رکھے اصل لغت میں، دو معنی میں مشترک ہونے کی وجہ سے یا بطریق کنایہ استعارہ آنے کی وجہ سے یا ظاہر سے اور معنی کی طرف تاویل درست ہو، مقصود شارع میں خلل کے بغیر اسے ظنی الدلالة کہتے ہیں۔  
 (تحقیق علی عمدۃ ص ۲۴)

## قطعی و ظنی الدلالة کی مثال

اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں ارشاد فرمایا: **وَالْمَطْلَقُ يَتَرَبُّصْنَ بَأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ**  
 (پ ۲) "اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین طہر تک" اور دوسری آیت میں: **لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ** (پ ۲) "جو لوگ قسم کھا بیٹھے ہیں اپنی بیویوں سے ان کے لئے چار مہینے تک کی مہلت ہے" آیت اولیٰ میں لفظ ثلاثہ اور ثانی میں اربعہ قطعی الدلالة ہے اس میں ایک سے زائد معنی کا احتمال نہیں ہے اور یہ عدد معروف و مشہور ہے، اور آیت اولیٰ میں لفظ "قروء" ظنی الدلالة ہے اس میں لغت عربی کو وضع کرنے کے اعتبار سے ایک سے زائد معنی کا احتمال ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات احناف نے لفظ قروء سے حیض مراد لیا ہے اور حضرات شوافع نے طہر (تحقیق علی عمدۃ ۱۱ ص)

(وَقَدْ أَذْكَرُ فِيهِ خِلَافًا وَذَلِكَ إِذَا اِخْتَلَفَ تَصْحِيحُهُمَا مُقَدِّمًا لِتَصْحِيحِ النَّوَوِيِّ فَيَكُونُ مُقَابِلَةً لِتَصْحِيحِ الرَّافِعِيِّ، وَسَمَّيْتُهُ عُمْدَةَ السَّالِكِ وَعُدَّةَ النَّاسِكِ، وَاللَّهُ أَسْأَلُ أَنْ يُنْفَعَ بِهِ وَهُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" اور میں اس کتاب میں اختلاف ذکر کر رہا ہوں اور امام رافعی اور امام نووی کی تصحیح میں اختلاف ہو جائے کسی مسئلہ میں، (درانحالیکہ امام نووی کی تصحیح کو مقدم کرونگا،) اس لئے کہ آپ امام رافعی سے متاخر ہیں، لہذا آپ کی تصحیح امام رافعی کی تصحیح کی اصلاح ہے، (اس کے مقابل امام رافعی کی تصحیح ہوگی،) اور وہ ضعیف ہوگی، (اور میں نے اس کتاب کا نام رکھا "عمدة السالك و عدة الناسك")

عمدة: ما يعتمد عليه: قابل اعتماد، السالك: اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی طرف چلنے والا، عدة: وہ آلہ جس پر صاحب آلہ اعتماد کرے، ناسك: عابد، اب ترجمہ اس طرح ہوا:

(وہ آدمی جس کا ارادہ ہو اللہ کی طرف سیر کا اور اس کی عبادت کا اس کے لئے عبادت اور معاملات کی تصحیح ضروری ہے اور یہ کتاب سالک کے لئے قابل اعتماد ہے، عابد کے لئے سامان ہے اپنی عبادت کی تصحیح کے لئے، اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس سے نفع دے اور اللہ کافی ہے) تکمیل حاجات کے لئے (اور بہترین کار ساز ہے۔)

والله اعلم

تم بعون الله تعالى

## ﴿کتاب الطہارۃ﴾

## (پاکی کا بیان)

کتاب لغت میں ملانے اور جمع کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں نام ہے علم کے اس خاص مجموعہ کا جو غالباً ابواب اور فصول پر مشتمل ہوتا ہے، منجد الطلاب میں ہے کہ: کتاب کہتے ہیں: مکتوب کو، صحیفہ کو، فرض کو، حکم کو، (۶۳۰)

طہارت لغت میں نظافت (صاف ستھرا ہونے) کو کہتے ہیں اور شرعاً حادث یا ناپاکی دور کرنے کو یا جوان دونوں کے معنی میں ہو جیسے تیمم اور سنت غسل وغیرہ۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) طہارت جسم: یہی مصنف علیہ الرحمہ کی مراد ہے اور (۲) طہارت نفس: گناہ اور اخلاق

رذیلہ سے پاکی کو کہتے ہیں، (تعلیقات مفیدۃ فی فیض ص ۱۱ ج ۱)

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کی ابتداء طہارت سے اس وجہ سے کی کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: مفتاح الجنة الصلاة ومفتاح الصلاة الطهور (ایضاً، مشکوٰۃ) جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے، اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:۔ الطهور شرط الا یمان: پاکیزگی نصف ایمان ہے، (تعلیقات) اور آپ ﷺ نے حدیث شاعر الا سلام میں شہادتین کے بعد اور چیزوں پر اس کو مقدم کیا ہے،

پانی طہارت کے لئے آہ ہے اس لئے مصنف نے کتاب الطہارۃ کی ابتداء پانی کی تقسیم سے کی، لہذا فرمایا: (المیاء اقسام: طہور و طاهر و نجس، فالطہور هو الطاهر فی نفسه المَطْهُرُ لغيره، و الطاهر، هو الطاهر فی نفسه ولا یطهر غیره، پانی کی) تین (قسمیں) ہیں: ۱ (طہور) ۲ (طاهر اور) ۳ (نجس) ۱ (طہور اس پانی کو کہتے ہیں جو بذات خود پاک ہو) یعنی کپڑے وغیرہ کو لگے تو ناپاک نہ کرے، (اور دوسرے کو پاک کرے۔)

لہذا وہ پانی جو فرض طہارت میں استعمال کیا گیا ہو، جیسے وضو و غسل میں پہلی مرتبہ استعمال کیا ہو اپانی اور ازالہ نجاست میں استعمال کیا ہو اپانی اگرچہ نجاست معفو عنہا ہو، طہور نہیں کہلائے گا اس لئے کہ یہ اپنے علاوہ کو پاک نہیں کرتا، اسی طرح وہ پانی جس کا کوئی وصف پاک چیز کے ملنے سے بدل گیا ہو، ۲ (طاہر اس پانی کو کہتے ہیں جو بذات خود پاک ہو) مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلانا ہو اور قلیل ہو تو نجاست نہ ملی ہو، (اور دوسرے کو پاک نہ کرے) مطلب یہ ہے کہ وہ پانی جو فرض طہارت میں استعمال کیا گیا ہو یا نجاست کے ازالہ میں، اگر فرض طہارت میں استعمال شدہ پانی جو قلیل ہونے کی صورت میں طاہر ہے، طہور نہیں اگر جمع کیا جائے اور مقدار قلتین تک پہنچ جائے تو استعمال کا حکم زائل ہو جائے گا اور پانی طہور ہو جائے گا۔ نفل وضو وغیرہ کا مستعمل پانی مستعمل کے حکم میں نہیں ہے۔

وان استعمل فی نفل الطہارۃ کتجدید الوضو الخ فوجہان مشہوران،  
 واتفق الجماعہ ہیر فی جمیع الطرق علی ان الصحیح انہ لیس بمستعمل۔ نفل  
 طہارت جیسے تجدید وضو کے لئے استعمال کیا ہو اپانی مستعمل ہونے نہ ہونے کے متعلق  
 دو وجہ مشہور ہیں جن میں صحیح وجہ یہ ہے کہ یہ پانی مستعمل نہیں، کسی چشمے میں دو قلعہ سے  
 کم پانی ہو اور اس میں غاسل فرض غسل کر لے تو اس کا غسل صحیح ہوگا، لیکن پانی مستعمل  
 کے حکم میں ہوگا، اور اگر مذکورہ پانی میں دو شخص اپنا فرض غسل کر لے تو غسل کی ادائیگی  
 کا دار و مدار نیت پر ہے لہذا اگر دونوں کی نیت بیک وقت ہو تو دونوں کا غسل صحیح ہو کر پانی  
 مستعمل کے حکم میں ہوگا، ورنہ جس کی نیت مقدم ہو اس کا غسل صحیح ہوگا اور دوسرے  
 کے حق میں یہ پانی مستعمل ہوگا، لہذا دوسرے شخص کا غسل صحیح نہ ہوگا (المجموع ص  
 ۲۱۹ ج ۱) [کیوں کہ پانی بذات خود پاک ہے مگر دوسرے کو پاک کر نیوالا نہیں ہے

مستعمل ہونے کی وجہ سے، اسی طرح وہ پانی جس کا رنگ، بو یا مزہ پاک چیز کے ملنے سے بدل گیا ہو ماء طاہر کہلاتا ہے]

### مٹی اور پانی سے طہارت مشروع ہونے کا راز

(۱) مٹی و پانی سے طہارت کا مشروع ہونا سیدھی سچی فطرت اور صحیح عقولوں کے موافق ہے، (۲) خدا تعالیٰ نے پانی اور مٹی کے درمیان قدرتاً و شرعاً نوحوت یعنی بھائی چارگی ڈالی ہے لہذا ان دونوں کو طہارت کے لئے جمع کیا وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی اولاد کو خدا تعالیٰ نے ان ہی سے پیدا کیا (زیادہ یہی ہیں آگ اور ہوا کم ہیں اور ان کے خراب اثرات بھی ان ہی سے دور ہوتے ہیں، حاشیۃ احکام الاسلام) گویا ہمارے والدین یعنی حضرت آدم و حضرت حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام) اور ان کی ذریت کے لئے مٹی اور پانی والدین ہیں، (احکام الاسلام)

(وَالنَّجَسُ غَيْرُهُمَا) ۳ (طہور اور طاہر کے علاوہ پانی ناپاک ہو گا۔)

فاما القليل فينجس بملاقاة النجاسة المؤثرة سواء تغير ام لا، (كفاية الا  
خيار ص ۱۲ ج ۱) قلتین سے کم پانی میں اگر نجاست مؤثرہ مل جائے تو تغیر ہو یا نہ ہو،  
ناپاک ہو جاتا ہے، نجاست مؤثرہ یعنی: وہ نجاست جو اثر انداز ہو جیسے مردہ انسان وغیرہ  
اس میں بہنے والا خون ہے اس کے برخلاف مجھڑ وغیرہ اس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا،  
لہذا یہ نجاست مؤثرہ سے خارج ہے اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، اگر پانی قلتین  
ہو اور رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی وصف بدل گیا ہو تو ناپاک ہو گا، ماء نجس او کان قلتین  
فتغیر (کفاية ص ۱۲ ج ۱) پانی دو قلم ہو اور نجاست گر کر وصف بدل جائے تو ناپاک ورنہ  
پاک، مجموع میں حدیث ہے اذا كان الماء قلتین لم ينجس (ص ۱۶۲ ج ۱) پانی جب  
قلتین ہو، اور نجاست گر جائے تو ناپاک نہیں ہوتا (جبکہ وصف نہ بدلا ہو)

(فَلَا يَجُوزُ رَفْعُ حَدَثٍ وَلَا إِزَالَةُ نَجَسٍ إِلَّا بِالْمَاءِ الْمَطْلُوقِ وَهُوَ الطَّهْوَرُ عَلَى  
أَيِّ صِفَةٍ كَانَ مِنْ أَصْلِ الْخِلْقَةِ رَفْعُ حَدَثٍ،) اصغر ہو یا اکبر (اور ازالہ نجاست،) اگر چہ  
معفو عنہا ہو، (جائز و صحیح نہیں ماء مطلق کے علاوہ سے۔)

ماء سے غسل اور لبین خارج ہو گئے اور قید مطلق سے وہ پانی نکل گیا جو مقید ہو قید  
لازم سے جیسے ماء ورد، اور وہ پانی بھی جو وصف سے مقید ہو، جیسے ماء دافق یعنی منی، ان پر اگر  
چپ پانی کا اطلاق ہوتا ہے لیکن ان سے طہارت درست نہیں (اور ماء مطلق ماء طہور کو کہتے  
ہیں) جیسے بارش، سمندر، نہر، کنویں، چشمہ، تالاب، برف اور اولے کا پانی، (الفاظ ابی  
شجاع مع اقتناع)

(وجود اصلی کے اعتبار سے چاہے جس صفت پر ہو) جیسے سمندر وغیرہ کا پانی ان  
میں سے بعض پانی وجود اصلی کے اعتبار سے ہی ممکن اور شیریں ہوتے ہیں اسی طرح بعض  
تالاب کا پانی بھی سبز رنگ میں نظر آتا ہے، اگر تغیر طاری ہو اصلی نہ ہو مثلاً طاہر شئی کے  
ملنے سے تغیر ہو تو طہور نہ ہو گا۔

(وَيُكْرَهُ بِالْمَشْمَسِ فِي الْبِلَادِ الْحَارَّةِ فِي الْأَوَانِي الْمُنْطَبِعَةِ وَهِيَ مَا يُطْرَقُ  
بِالْمَطَارِقِ إِلَّا الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ، اور ماء شمس) آفتاب کی تپش سے گرم ہونے والا پانی (کا  
استعمال مکروہ ہے گرم علاقوں میں) لہذا معتدل اور سرد علاقوں میں مکروہ نہیں [ڈھلنے  
والے برتنوں میں] یعنی دھات کے برتن جو ہتھوڑوں سے کوٹے جاتے ہیں مگر دھات میں  
سے، سونا اور چاندی کے برتن مستثنیٰ ہے، ان میں ماء شمس کا استعمال مکروہ نہیں کیونکہ  
علتِ کراہت ان برتنوں میں نہیں پائی جاتی، امام شافعیؒ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کرتے ہیں کہ آپ ماء شمس سے غسل کرنا پسند نہ کرتے اور فرماتے کہ یہ پانی برص  
کی بیماری پیدا کرتا ہے، (اقتناع ص ۲۸ ج ۱) استعمالِ ماء شمس کی کراہت بدن کے ساتھ  
خاص ہے، (ایضاً) بدن کے علاوہ میں اس کا استعمال مکروہ نہیں۔

علماء شوافع نے فرمایا: سخت ٹھنڈہ پانی جو اسباغ وضو کے لئے اور سنن وضو کی تکمیل کے لئے مانع ہو تو اس کا بھی استعمال مکروہ ہو گا۔

قال العلماء: کذا یکرہ استعمال شدید البرودة الذی یمنع اسباغ الوضوء کمال اتمام السنن، (تعلیقات فی فیض ص ۱۳ ج ۱)

(وَتَزُولُ بِالتَّبْرِيدِ، اور کراہت ختم ہو جاتی ہے ٹھنڈہ ہونے سے)

چاہے خود بخود ٹھنڈہ ہو یا کرنے سے ہو جیسے اس میں زائد پانی ملایا، اس لئے کہ عت کر اہت گرم ہونا ہے تو جب تک علت (گرمایہ) موجود رہے گی حکم کراہت باقی رہے گا اور جب علت ختم ہوگی تو حکم کراہت نہ رہے گا۔

(وَإِذَا تَغَيَّرَ الْمَاءُ تَغْيِيرًا كَثِيرًا بِحَيْثُ يُسَلَبُ عَنْهُ اسْمُ الْمَاءِ، اور جب پانی میں زیادہ تغیر ہو جائے اتنا کہ اس سے پانی کا نام چھین لیا جائے) یعنی تغیر کی وجہ سے پانی کو پانی نہ کہا جائے، (بِمُخَالَطَةِ شَيْءٍ طَاهِرٍ يُمْكِنُ الصُّونُ عَنْهُ كَدَقِيقٍ وَزَعْفَرَانٍ، ایسی پاک چیز کے ملنے سے جس سے پچنا ممکن ہو جیسے آٹا اور زعفران) اسی طرح مشک (أَوْ اسْتِعْمَلْ دُونَ الثَّلَثَيْنِ فِي فَرْضِ طَهَارَةِ الْحَدَثِ وَلَوْ لَصَبِي أَوْ لِنَجَسٍ وَلَوْ لَمْ يَتَغَيَّرْ، یا قلتین سے کم پانی فرض طہارتِ حدت کے لئے استعمال کیا گیا ہو اگرچہ بچہ کی طہارتِ حدت کے لئے) یعنی بچہ کے وضو و غسل کا پانی مطہر نہیں ہے۔ اس لئے کہ فرض سے مراد ضروری امر ہے اگرچہ اس کا ترک عصیان نہ ہو۔ (یا پانی کو استعمال کیا گیا ہو نجاست میں)

یعنی ماء مستعمل کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ پانی جو فرض طہارت میں استعمال کیا گیا ہو۔ (۲) اور وہ جو ازالہ نجاست میں استعمال کیا گیا ہو،

(اگرچہ تغیر نہ ہو) ازالہ نجاست میں استعمال کئے ہوئے پانی میں اگر نجاست

سے تغیر ہو تو نجس ہو گا ورنہ طاہر غیر مطہر ہو گا۔

(لَمْ تُجْزِ الطَّهَارَةُ بِهِ، تو ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں) مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی دونوں صورتوں میں غیر مطہر ہونے کی وجہ سے اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں، تیسری صورت میں تفصیل ہے یعنی تغیر ہو تو ناپاک ورنہ طاہر غیر مطہر، ورود نجاست علی الماء والی صورت میں پانی (قلتین سے کم) ناپاک ہوتا ہے چاہے تغیر ہو یا نہ ہو لیکن ورود ماء علی النجاسة والی صورت میں تغیر ہو تو ناپاک ورنہ طاہر غیر مطہر، یہاں ورود ماء علی النجاسة ہے، مصنفؒ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ماء طاہر کی تین قسمیں ہیں: (۱) پاک چیز جس سے بچنا ممکن ہو اس کے ملنے سے پانی میں زیادہ تغیر ہو کہ اس پر پانی کا نام صادق نہ آسکے (۲) فرض طہارت حدث کا استعمال شدہ پانی (۳) ازالہ نجاست میں استعمال کیا ہو پانی جبکہ تغیر نہ ہو،

(فَان تَغَيَّرَ بِالزَّرْعِ اَوْ بِالنَّجَسِ اَوْ بِمَجَاوِرَةٍ كَعُودٍ وَّ دُهْنٍ مُطَيَّبِينَ اَوْ بِمَا لَا يُمْكِنُ الصُّوْنُ عَنْهُ كَطَحْلٍ وَّ وَرَقٍ شَجَرٍ تَنَاثَرَ فِيهِ وِبَنَرٍ وَّ طُولِ مَكْتَبٍ اِذَا كَانَ فِيهِ زَعْفَرَانٌ يَا اس کے مانند چیزوں سے تھوڑا تغیر ہو جائے یا پانی میں تغیر اس کے مجاور سے ہو جیسے خوشبودار لکڑی اور تیل یا ایسی چیز سے تغیر ہو جائے جس سے بچنا ممکن نہ ہو جیسے کائی اور اس میں گرنے والے درخت کے پتے اور مٹی اور پانی کے زیادہ دیر ٹھہرنے سے)

(اَوْ اسْتَعْمَلَ فِي النَّفْلِ كَمَضْمَضَةٍ وَتَجْدِيدِ وَضُوءٍ وَّغَسْلِ مَسْنُونٍ اَوْ جَمْعِ الْمُسْتَعْمَلِ فَبَلَعَ قَلْتَيْنِ، یا پانی استعمال کیا گیا ہو نفل طہارت میں جیسے مضمضہ) یعنی منہ میں پانی ڈال کر اس کو حرکت دینا (تجدید وضو) یعنی وضو علی الوضوء (اور غسل سنت یا ماء مستعمل کو جمع کیا جائے اور قلتین کی مقدار کو پہنچے۔)

(جَازَتْ الطَّهَارَةُ بِهِ) تو ان تمام صورتوں میں (اس پانی سے طہارت جائز ہے۔)

طحلب:- اس چیز کو کہتے ہیں جو پانی پر رہنے کی وجہ سے اس میں تغیر کرتی ہے، جیسے کائی جو حوض وغیرہ کے بالائی حصہ میں ہو کرتی ہے جس کو کوکنی میں شوالی کہتے ہیں:

لیکن آج کل یہ مشاہدہ میں نہیں آرہی ہے حوض وغیرہ میں ٹائلس وغیرہ استعمال ہونے کی وجہ سے، پانی متغیر ہو اور وجہ تغیر معلوم نہ ہو تو وضوء کر سکتے ہیں۔

فان وجدہ متغیراً ولم یعلم بائ شئی تغیر تو ضاً بہ لا نہ یجوز ان یکون تغیر بطول المکث (مہذب مع شرح مہذب ص ۱۲۳ ج ۱)

اگر کسی شخص کو متغیر یعنی وصف بدلا ہوا پانی ملے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس چیز سے تغیر ہوا تو وضوء کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں احتمال ہے کہ پانی طول مکث "زیادہ دیر ٹھہرنے" کی وجہ سے متغیر ہوا ہو [اس لئے کہ طول مکث کی وجہ سے جو پانی متغیر ہو، اس سے وضوء کرنا جائز ہے۔]

(وَلَوْ أَدْخَلَ مَتَوَضَّعِي يَدَهُ بَعْدَ غَسَلِ وَجْهِهِ مَرَّةً أَوْ جُنْبَ بَعْدَ النِّيَّةِ فِي دُونَ الْقَلْتَيْنِ فَأَعْتَرَفَ وَنَوَى الْأَغْتِرَافَ لَمْ يَضُرَّهُ وَالْأَصَارَ الْبَاقِي مُسْتَعْمَلًا، اور اگر متوضی اپنے چہرے کو ایک مرتبہ دھونے کے بعد) اگر ایک مرتبہ سے مکمل چہرہ دھل گیا ہو تو ورنہ دوسری مرتبہ کے بعد، (یا جنبی نیت کے بعد قلتین سے کم پانی میں اپنا ہاتھ داخل کرے اور چلو بھر کے پانی نکالے اور پانی نکالنے کی نیت کر لے تو یہ نقصان دہ نہ ہوگا،) یعنی ماء مستعمل نہ ہوگا، مطلب یہ ہے کہ رفع حدث کی نیت کے بعد ہاتھ پانی میں داخل کرے اور اغتراف کا [یعنی پانی باہر نکالنے کا] قصد کرے تو پانی کے اندر رفع حدث نہیں ہوگا بلکہ خارج میں ہوگا اس لئے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا [ورنہ باقی پانی مستعمل ہوگا] یعنی اگر رفع حدث کی نیت کر کے برتن میں ہاتھ ڈالا تو چلو سے نکالے ہوئے پانی کے علاوہ باقی پانی مستعمل ہو جائیگا اور اس سے نہ رفع حدث صحیح ہوگا، نہ ازالہ نجاست کیونکہ اس صورت میں حدث پانی کے اندر ہی رفع ہوا اس لئے مستعمل ہوا۔

(وَلَوْ أَنْغَمَسَ جُنْبَانٍ فَأَكْثَرَ دَفْعَةً أَوْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فِي قَلْتَيْنِ أَرْتَفَعَتْ جَنَابَتُهُمْ وَلَا يَصِيرُ مُسْتَعْمَلًا، اور اگر دو جنبی یا زیادہ بیک وقت یا یکے بعد دیگرے دو قلم پانی میں غوطہ

لگائیں تو ان کی جنابت دور ہوگی اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔

(وَ الْفَلْتَانِ خَمْسُ مِائَةِ رَطْلٍ بَعْدَ اِدْيَةِ تَقْرِيبًا وَمَسَاحَتُهُمَا ذِرَاعٌ وَرَبْعٌ طَوْلًا  
وَ عَرَصًا وَ عَمَقًا، قلتین کی مقدار تقریباً پانچ سو رطل بغدادی ہیں اور قلتین کی مقدار  
مساحت کے حساب سے ایک ذراع اور ربع ذراع ہے، لمبائی اور چوڑائی اور گہرائی) یعنی ہر  
ایک کے اعتبار سے مراد سو ایک ذراع، رطل شرعی بغدادی کہتے ہیں جو ناپنے یا تولنے کے  
لئے استعمال ہوتا تھا، (الایضاح والتبیین فی معرفۃ المکیال و المیزان)

"انوار" میں ہے: والمراد بالذراع ذراع الآدمی (۶ص) ذراع سے مراد آدمی کا ذراع  
ہے، اور منجد الطلاب میں ہے: [الذراع] -: من طرف المرفق الی طرف الا صبع  
الوسطی، (۲۱۷ص)

ذراع: کہتے ہیں کہنی کے سرے سے لیکر پنج کی انگلی کے سرے تک کے حصہ کو، لہذا سو  
ایک ذراع لمبائی، چوڑائی اور گہرائی میں جتنا پانی ساسکے وہ دو قلم شمار ہوگا۔

(فَالْفَلْتَانِ لَا تَنْجُسُ بِمَجْرَدِ مَلَأَقَةِ النَّجَاسَةِ بَلْ بِالتَّغْيِيرِ بِهَا وَ لَوْ يَسِيرًا، وَ  
قَدْ پانی،) یا زیادہ (صرف نجاست کے ملنے سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ نجاست کے ذریعہ تغیر  
سے اگرچہ تھوڑا سا تغیر ہو۔) پانی کے علاوہ دیگر مائع جیسے شربت وغیرہ صرف نجاست  
کے ملنے سے ہی ناپاک ہو جاتے ہیں تغیر ہو یا نہ ہو چاہے قلیل ہو یا کثیر [یعنی دو قلم سے کم ہو  
یا زیادہ] اس کے برخلاف پانی اگر دو قلم ہو تو طاہر و مطہر رہتا ہے اگر تغیر نہ ہو تو، جامد چیز  
[یعنی جمی ہوئی] جیسے گھی اور کیک وغیرہ کے جس حصے کو نجاست لگی ہو وہی حصہ صرف  
ناپاک ہوگا۔

(ثُمَّ اِنْ زَالَ التَّغْيِيرُ بِنَفْسِهِ اَوْ بِمَاءٍ طَهُورٍ، پھر اگر تغیر خود بخود یا پانی ملانے سے  
ختم ہو جائے تو پانی پاک ہوگا،) علت نجاست کے انقضاء کی بنا پر۔

(أَوْ يَنْحُو مَسْكًا أَوْ يَخْلِي أَوْ يَتْرَابٍ فَلَا،) یا اگر پانی میں مشک یا سرکہ یا مٹی جیسی چیزیں ملانے سے تغیر زائل ہو تو وہ پانی پاک نہ ہوگا،) اس بات میں شک ہونے کی بنا پر کہ مشک وغیرہ ملانے سے تغیر کا ازالہ ہو یا تغیر پوشیدہ ہو گیا بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ اس خوشبودار چیز کی وجہ سے تغیر پوشیدہ ہو گیا، اسی طرح سرکہ ملانے سے مزہ اور مٹی ملانے سے رنگ پوشیدہ ہو گیا،

(وَذُو نَهْمًا يَنْجَسُ بِمُجَرَّدِ مَلَأَقَاةِ النَّجَاسَةِ وَإِنْ لَمْ يَتَغَيَّرْ،) اور قلتین سے کم (پانی) اگرچہ جاری ہو، (صرف نجاست کے ملنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اگرچہ تغیر نہ ہو۔) مصنف اب آگے مسائل مستثنیٰ بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (لَا أَنْ يَقَعَ فِيهِ نَجَسٌ لَا يَرَاهُ الْبَصَرُ أَوْ مَيِّتَةٌ لَا دَمَ لَهَا سَائِلٌ كَذَّبَابٍ وَنَحْوِهِ فَلَا يَضُرُّ وَسَوَاءُ الْجَارِي وَالزَّكَدُ،) مگر قلتین سے کم پانی میں ایسی نجاست گر جائے جس کو معتدل آنکھ دیکھ نہ سکے، (مثلاً مکھی نجاست پر بیٹھے اور اس کو اتنی کم مقدار میں نجاست لگے کہ آنکھ اس کو دیکھ نہ سکے (یا ایسا میتہ جس میں) اس کی حیاتی میں اس کے کسی حصہ کو کاٹنے کے وقت، (بہنے والا خون نہ ہو جیسے مکھی اور اس کے مانند،) مثلاً کھٹل، جو، پَسُو بچھو، (اقناع) شہد کی مکھی (منجد الطلاب ص ۲۹۱) اور گرگٹ کی قسم کا چھوٹا سا جانور جس کو سحالی کہتے ہیں، (تو نقصان دہ نہ ہوگا) یعنی وہ پانی مطہر ہی رہے گا، یہی حکم ہوگا مائع اور ماکول چیز کا، (چاہے پانی جاری ہو یا ٹھہرا ہوا ہو۔)

(فَإِنْ كُوِّثِرَ الْقَلِيلُ النَّجَسُ فَبَلَغَ قُلْتَيْنِ وَلَا تَغْيِيرَ طَهَّرَ) اگر قلتین سے کم ناپاک پانی کو زیادہ کیا جائے پھر قلتین کی مقدار کو پہنچے اور تغیر نہ ہو تو پاک ہوگا،) یعنی قلتین کی مقدار کرنے یا ہونے سے پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ رنگ، بو یا مزہ ان میں سے کسی وصف میں تغیر نہ ہو ورنہ ناپاک رہے گا۔

(وَالْمُرَادُ بِاللَّتَغْيْرِ بِالطَّاهِرِ أَوْ بِالنَّجِسِ أَمَّا اللَّوْنُ أَوِ الطَّعْمُ أَوِ الرَّيْحُ، تَغْيِرُ سے مراد پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے یا تو رنگ ہے یا مزہ یا بو) مطلب یہ ہے کہ پانی کا رنگ، مزہ یا بو ان تین اوصاف میں سے کسی وصف کا پاک چیز سے بدل جانا یا ناپاک چیز سے ظہور یہ اور طہارت کو سلب کرنے کے لئے کافی ہے۔

(وَيُنْدَبُ تَغْطِيَةُ الْإِنَاءِ، اور برتن کو ڈھانکنا مستحب ہے) تاکہ آفت وغیرہ کے وقوع سے حفاظت ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا آپ ﷺ نے ہمیں برتنوں کو ڈھانکنے اور منکلوں کے منہ کو بند کرنے کا حکم فرمایا اس کے فوائد یہ ہیں: (۱) آپ ﷺ نے فرمایا شیطان منکلوں اور برتنوں کو کھول نہیں سکتا۔ (۲) آپ ﷺ نے فرمایا سال میں ایک ایسی رات آتی ہے کہ جس رات میں وباء و مصیبت نازل ہوتی ہے اور یہ ان برتنوں اور منکلوں میں داخل ہوتی ہے جن پر کوئی ڈھکن نہ ہو (۳) نجاست وغیرہ گرنے سے حفاظت ہوتی ہے (مہذب مع المجموع ص ۳۲۷ ج ۱)۔

(فَلَوْ وَقَعَ فِي أَحَدِ الْإِنَاءِ مِنْ نَجَسٍ تَوَضَّأَ مِنْ أَحَدِهِمَا بِاجْتِهَادٍ وَظَهَرَ عِلْمُهُ سَوَاءً قَدَرَ عَلَى طَهْرِ بَيِّنٍ أَمْ لَا، اگر دو برتن میں سے کسی ایک میں نجاست واقع ہو، اور وضو یا غسل کرنے والے کو اشتباہ ہو جائے اور اس کو پتہ نہ ہو کہ کونسا پاک ہے اور کونسا ناپاک، (تو ان میں سے کسی ایک سے وضو کرے اجتہاد کر کے یا علامت کے ظہور سے چاہے ایسے پانی پر قدرت ہو جس کی پاکی یقینی ہو چاہے قدرت نہ ہو) اجتہاد کا حکم یہ ہے کہ اگر وقت کشادہ ہو اور ایسے پانی پر قدرت ہو جس کا ظاہر یا مطہر ہو نا یقینی ہو تو اجتہاد جائز اور اگر وقت کے تنگ ہونے کا خوف ہو اور یقینی طور پر ظاہر یا مطہر پر قدرت نہ ہو تو واجب۔

(فَإِنْ تَحَيَّرَ أَرَأَفَهُمَا وَيَتَيَّمَمُ بِأَعَادَةٍ، اگر متحیر ہو) یعنی اجتہاد یا علامت سے کسی پانی کی پاکی یا ناپاکی ظاہر نہ ہو، (تو دونوں برتن کے پانی کو بہادے اور تیمم کرے بنا عا دہ) یعنی

اس تیمم سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہ کرے کیونکہ تیمم فقہاء کی بنا پر کیا ہے، یہ حکم بینا شخص کے لئے ہے، اب مصنف اس مسئلہ کے بارے میں آگے نابینا کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ نابینا کا حکم بھی اظہر قول کے مطابق اجتہاد میں بینا کی طرح ہے۔

(وَالْأَعْمَىٰ يَجْتَهِدُ فَإِن تَحَيَّرَ قَلْدًا بَصِيرًا ۱۔ اور نابینا اجتہاد کرے گا) کیونکہ نابینا سو گننے چکھنے اور چھونے کے ذریعہ پانی کی پاکی اور ناپاکی کے علم پر قدرت رکھتا ہے، (اگر نابینا متحیر ہو) یعنی اس ماء مشتبہ کے بارے میں اجتہاد سے پانی کی پاکی یا ناپاکی ظاہر نہ ہو، (تو بینا کی تقلید کرے گا) یعنی بینا کے اجتہاد کی تقلید کریگا اور نابینا اس کے مطابق اپنا کام انجام دے گا۔

(وَلَوْ اشْتَبَهَ طَهُورٌ بِمَاءٍ وَرَدَّتْهُمَا بِكُلِّ وَاحِدٍ مَّرَّةً، اور اگر طہور اور گلاب کے پانی میں اشتباہ ہو جائے) یعنی دونوں میں ماء طہور کونسا ہے علم نہ ہو، (تو ہر ایک پانی سے ایک ایک مرتبہ وضو کرے)، وجوہاً، ان میں اجتہاد نہ کرے اس لئے کہ اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک میں اصل ہو اور وہ ہے تطہیر۔

(أَوْ بِيُولٍ أَرَأَقَهُمَا وَتَيْمَمٌ، لیکن طہور اور پیشاب کے پانی میں اشتباہ ہو جائے)، یعنی ان میں ماء طہور کونسا ہے علم نہ ہو، (تو دونوں پانی کو بہادے)، کیونکہ دونوں سے وضو کرنا صحیح نہیں (اور) ماء طہور کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں پھر بعد میں (تیمم کر لے)۔

(فصل)

(اوائی طہارت کے بیان میں)

فصل لغت میں مصدر ہے اسم فاعل کے معنی میں اس لئے کہ یہ ماقبل اور مابعد کے کلام میں فصل وجدائی کرتا ہے، اور اصطلاح میں کہتے ہیں: ان الفاظِ مخصوصہ کے نام کو جو مخصوص معنی پر دلالت کرتا ہے، اور افتاع میں ہے: فصل باب کے اُس مخصوص مجموعہ کا نام ہے جو چند مسائل پر مشتمل ہوتا ہے۔ (ص ۱۵ ج ۱) (تَحْلُ الطَّهَارَةِ مِنْ كُلِّ اِنَاءٍ

ٹاھڑ، ہر پاک برتن سے طہارت جائز ہے) برتن کے علاوہ ہر وہ پاک چیز جس میں پانی رکھا جائے وہ بھی برتن کے حکم میں ہوگی، جیسا کہ آجکل بوتل وغیرہ میں بھی پانی دستیاب ہوتا ہے۔

مباح کہتے ہیں جس کے کرنے پر ثواب نہ ہو اور ترک پر عذاب نہ ہو، اسے جائز بھی کہتے ہیں (ورقات)

مباح کی دوسری تعریف: شارع نے جس چیز کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہو، اسے مباح کہتے ہیں۔ (تیسیر الاصول ص ۱۳۰)

حلال: جس چیز کی شریعت میں اجازت ہو، اسے حلال کہتے ہیں، جیسے تجارت کرنا وغیرہ (مبادیات فقہ ۵ ص)

(إِلَّا الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَالْمَطْلَبِيَّ بِأَحَدٍ هُمَا بِحَيْثُ يَتَحَصَّلُ مِنْهُ شَيْءٌ بِالنَّارِ فَيَحْزُمُ اسْتِعْمَا لَهُ عَلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الطَّهَارَةِ وَالْأَكْلِ وَالشَّرْبِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، مگر سونے، چاندی کے برتن اور وہ برتن جن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو اس طور پر کہ آگ پر تپانے کی وجہ سے اس سے سونا یا چاندی حاصل ہو تو ان برتنوں کا استعمال مردوں اور عورتوں پر طہارت کیلئے، کھانے، پینے اور ان کے علاوہ) چاہے جس طرح بھی استعمال کرے، (حرام ہے) البتہ اگر کوئی ان برتنوں سے وضو کرے تو وضو درست ہوگا [کیونکہ استعمال کی حرمت صحت وضو کے لئے مانع نہیں] (روضۃ الطالبین ص ۶۴ ج ۱) یہ اور بات ہے کہ آدمی اس حرام فعل کے ارتکاب کے سبب گنہگار ہوگا، (ایضاً)۔

حرام: یعنی وہ کام جس کو چھوڑنے پر ثواب ہو اور کرنے پر عذاب ہو، حرام کی دو قسمیں ہیں: حرام لذاتہ اور حرام لغیرہ حرام لذاتہ یعنی شارع کی حرام کردہ وہ چیز جس میں ضرر ذاتی ہو جیسے میتہ کھانا، شراب پینا، زنا کرنا وغیرہ، اور حرام لغیرہ سے مراد وہ کام جس

کی نہی لذات نہ ہو بلکہ وہ فعل حرام لذاتہ کا موجب ہو جیسے غیر محرم کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اس کی حرمت مفضی الی الزنا ہونے کی وجہ سے ہے، (تیسیر الاصول ص ۱۲۹) ولی کے لئے اپنی ماتحتی میں جو چھوٹے بچے ہیں ان کو سونے، چاندی کے برتن سے پلانا وغیرہ حرام ہے، (اقتناع ص ۲۹ ج ۱) ہاں سونا اور چاندی کا پانی چڑھائے ہوئے برتن کو آگ پر تپانے کی وجہ سے سونا یا چاندی حاصل نہ ہو تو اس برتن سے طہارت وغیرہ جائز ہے اس لئے کہ یہ مقدار قلیل ہے، سونے کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا حرام نہیں ہے۔ لیکن اسکی کراہت میں دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ مکروہ ہے حدیث بریدہ کی بنا پر۔ دوسری وجہ مکروہ نہیں ہے۔ حدیث بریدہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور اس کو راجح قرار دیا ہے امام نووی نے روضہ اور مہذب میں۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۹۹ ج ۱)

حاوی میں ہے ، حدیث معقیب "انہ کان خاتمہ من حدید" (ص ۷۵ ج ۱) حدیث معقیب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی تھی۔

حدیث: الشمس و لو کان خاتمًا من حدید ولو کان مکروہًا لم یاذن فیہ، آپ ﷺ نے صحابی کو فرمایا کہ تلاش کرا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو ظاہر بات ہے اگر کراہت ہوتی تو آپ ﷺ تلاش کا حکم نہ فرماتے۔

انگوٹھی دائیں ہاتھ کی خضر یعنی سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا افضل ہے (حاشیہ ابو داؤد ۵۸۰ ج ۲)

محمد بن اسحق فرماتے ہیں میں نے علی الصلت بن عبد اللہ کے دائیں ہاتھ کی خضر میں انگوٹھی دیکھی تو میں نے کہا یہ کیا ہے آپ نے فرمایا میں نے ابن عباس کو اس طرح انگوٹھی پہنے دیکھا ہے۔

علی الصلت فرماتے ہیں ابن عباس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ ذکر کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح انگوٹھی پہنتے تھے (ابو داؤد شریف ۵۸۰ ج ۲)

انگوٹھی کے نگینہ کو انگلی کے اندرونی جانب رکھنا افضل ہے (الحاوی للفتاویٰ ۱۰۱ ج ۱) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رہتا تھا جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا تھا۔

(و کَذَا اقْتِنَاؤُهُ بِأَلَا اسْتِعْمَالٍ، اور اسی طرح سونے، چاندی کے برتن رکھنا بغیر استعمال کے) حرام ہے کیونکہ ان برتنوں کا رکھنا استعمال تک مفضی ہے، (حَتَّى الْمَيْلِ مِنَ الْفِضَّةِ یہاں تک کہ چاندی سے سرمہ کی سلائی بنانا) بھی حرام ہے، یعنی جس طرح سونے، چاندی کے برتن کا استعمال حرام ہے اس طرح برتن کے علاوہ چاندی یا سونے کی کوئی چیز بنا نا بھی حرام ہے اگرچہ چھوٹی ہو جیسے سرمہ کی سلائی بنانا، سوئی بنانا وغیرہ۔

اب مصنف آگے احکام تَضْبِيبِ بیان فرماتے ہیں، (وَالْمُضَبَّبُ بِالذَّهَبِ حَرَامٌ مُطْلَقًا، اور وہ برتن جس میں سونے کا پیوند ہو مطلقاً حرام ہے) یعنی چاہے پیوند بڑا ہو یا چھوٹا ضرورت ہو یا نہ ہو اس لئے کہ سونے کا پیوند لگانے میں تکبر بہ نسبت چاندی کے زیادہ ہے، (وَقِيلَ كَالْفِضَّةِ، اور کہا گیا ہے کہ چاندی کی طرح ہے) یعنی سونے کے پیوند کی حرمت مطلق نہیں ہے بلکہ چاندی کا پیوند لگانے کے متعلق جو تفصیل ہے وہی تفصیل سونے کے پیوند کے بارے میں ہے۔

اب مصنف علیہ الرحمہ آگے چاندی کا پیوند لگانے سے متعلق تفصیل بیان فرماتے ہیں: (وَبِالْفِضَّةِ اِنْ كَانَتْ كَثِيرَةً لِلزَّيْنَةِ فَهِيَ حَرَامٌ اَوْ صَغِيرَةً لِلْحَاجَةِ حَلٌّ اَوْ صَغِيرَةً لِلزَّيْنَةِ، اَوْ كَثِيرَةً لِلْحَاجَةِ كَرِهَ وَلَمْ يَحْزَمْ، اور چاندی کا پیوند اگر بڑا ہو اور زینت کے لئے ہو تو حرام ہے، اگر پیوند چھوٹا ہو اور حاجت کے لئے ہو تو حلال ہے، اگر چھوٹا زینت کے لئے یا بڑا حاجت کے لئے ہو تو مکروہ ہے حرام نہیں) پہلی صورت میں مکروہ اس وجہ سے کہ اس کی ضرورت نہیں اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ چاندی کی کثرت ہوئی اور فی نفسہ کثیر چاندی میں حرمت ہے، (مہذب مع المجموع ص ۳۱۸ ج ۱)۔

### مطلق مکروہ سے مراد تحریمی یا تنزیہی؟

فقہاء کی عبارت میں مطلق لفظ مکروہ آئے تو اس سے مراد تنزیہی ہے، مجموع میں ہے: یکرہ الجلس (علی القبر) و ارادوا بہ کراہۃ التنزیہ کما هو المشہور فی استعمال الفقہاء و صرح بہ کثیرون منہم۔

یعنی قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے مراد مکروہ تنزیہی جیسا کہ یہی مشہور ہے استعمال فقہاء میں اور بہت سے فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے (ص ۳۱۲ ج ۵) مکروہ کی دو قسمیں ہیں: مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی۔

مکروہ تحریمی کہتے ہیں جس کام کو کرنے سے حضور ﷺ نے تاکید سے منع فرمایا ہو۔ مکروہ تنزیہی کہتے ہیں جس کام کو کرنے سے حضور ﷺ نے تاکید سے منع نہ فرمایا ہو۔ الفرق بینہما ان الاولی (ای کرہت تحریم) ماکانت بنہی جازم والثانیہ (ای کراہۃ تنزیہ) ماکانت بنہی غیر جازم (حاشیۃ افتناع ص ۱۳۸ ج ۱)

### مکروہ تحریمی اور تنزیہی کی مثال

حرم مکہ کے علاوہ میں سورج طلوع ہوتے وقت بلا سبب والی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کا سینگ ہوتا ہے۔ پھر سورج جب بلند ہوتا ہے تو سینگ جدا ہو جاتا ہے۔"

وخمسة اوقات لا یصلی فیہا ای فی غیر حرم مکة (ای کراہۃ تحریم) الاول عند طلوعہا حتی تتکامل وترتفع بعد ذلک قدر رمح ----- وسبب الکراہۃ ماجاء فی الحدیث انه ﷺ قال ان الشمس تطلع و معها قرن الشیطان فاذا ارتفعت فارقتها۔ (الافتناع ص ۱۳۹ ج ۱)

سوائے حرم مکہ کے پانچ اوقات میں نماز نہیں پڑھ سکتے یعنی مکروہ تحریمی ہے۔ جن میں اول سورج طلوع ہوتے وقت یہاں تک کہ مکمل طلوع ہو اور اس کے بعد ایک نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے، مکروہ اس وجہ سے کہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب

سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کا سینگ ہوتا ہے پھر سورج جب بلند ہوتا ہے تو سینگ جدا ہو جاتا ہے۔

### سورخ میں پیشاب کرنا مکروہ تزیہی ہے

ویکرہ (ہی کر اہۃ تنزیہ) ان یبول فی ثقب۔ لماروی عبد اللہ بن سر جس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ نہی عن البول فی جحر (مہذب مع المجموع ۱۹۳ ج ۱)  
سورخ میں پیشاب کرنا مکروہ تزیہی ہے چونکہ آپ ﷺ نے سورخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

### حرام اور مکروہ تحریمی کے درمیان فرق

یہ ہے کہ حرام کی دلیل میں تاویل کا احتمال نہیں ہوتا اور مکروہ تحریمی کی دلیل میں تاویل کا احتمال ہوتا ہے۔

والفرق بین الحرام و کرہۃ التحريم ان الاول دليله لا يحتمل التاويل والثاني يحتمله (حاشیۃ اقتناع ص ۱۳۸ ج ۱)  
چھوٹا پیوند یا بڑا، اس کا اعتبار عرف پر ہو گا۔

### عرف کی تعریف

عرف کہتے ہیں: جو چیز لوگوں میں متعارف اور معمول بھا ہو، اصولیین کے نزدیک: لفظ عرف اور عادیۃ ہم معنی ہے: العرف ماتعارفہ الناس و ساروا علیہ و یسمى العادیۃ، و العرف و العادیۃ مترادفان عند الاصولیین (تیسیر ۹۹ ص)

اگر ضرورت ہو تو سونے کا دانت بٹھا سکتے ہیں: فیباح له الانف و السن من الذهب و من الفصنۃ و کذا شد السن العلیلۃ بذهب و فضۃ جائز سونے چاندی کی ناک اور دانت بٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح زور دانت کو سونے چاندی سے باندھنا جائز ہے۔ (مجموع ۳۱۷ ج ۱)۔

(وَمَعْنَى التَّضْيِيبِ ان يَنْكَسِرَ مَوْضِعُ فَمْنَهُ فَيَجْعَلُ مَوْضِعَ الْكَسْرِ فَضَّهُ تَمْسِكُهُ بِهَا، اور تضییب) ضبہ (کے) لغوی (معنی یہ ہے کہ کسی برتن کا کچھ حصہ ٹوٹ جائے پھر ٹوٹے ہوئے حصہ کو جوڑنے کے لئے چاندی) یا سونے (کا پیوند لگانا تاکہ وہ ٹوٹا ہوا حصہ پیوند سے جڑ جائے۔)

(وَتُكْرَهُ أَوْانِي الْكُفَّارِ وَثِيَابُهُمْ، اور کافروں کے برتنوں اور کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے) اس لئے کہ مسلمانوں کی طرح کفار طہارت کا اہتمام نہیں کرتے، اگر ان کے برتن اور کپڑوں کی ناپاکی یقینی ہو تو جائز ہی نہیں ہے، اور اگر پاکی کا یقین ہو تو مکروہ نہیں اس لئے کہ اصل طہارت ہے، (المجموع ص ۱/۳۲۵) یہی احکام اس مسلمان کے حق میں بھی جاری ہوں گے جو طہارت کا اہتمام نہیں کرتا جیسے شراب کا عادی۔

(وَيُبَاخِ الْإِنَاءُ مِنْ كُلِّ جَوْهَرٍ نَفِيسٍ اور ہر نفیس جوہر سے بنائے ہوئے برتن کا استعمال جائز ہے) اور اسی طرح نیتِ استعمال کے بغیر بنانا بھی جائز ہے اس لئے کہ اس سلسلہ میں کوئی نہی وارد نہیں ہے، جوہر: ہر وہ پتھر جس سے نفع حاصل ہو جیسے ہیرا، یاقوت لعل وغیرہ، نفیس:- پسندیدہ اور عمدہ مال، ہر اچھی اور قیمتی چیز، یہاں جوہر اور نفیس دونوں سے مراد نقدین کے علاوہ قیمتی چیز ہے، جیسے قیمتی پتھر، موتی وغیرہ، (کیاقوت، جیسے یاقوت) یاقوت: عمدہ خوبصورت، صاف شفاف پتھر جو مختلف رنگ کا ہوتا ہے (منجد الطلاب ۹۵۰) (وَرُؤْمُودٌ، اور زمر) یہ قیمتی پتھر کو کہتے ہیں۔

### (فصل)

(مسواک کے بیان میں)

اسلام میں مسواک کی حکمت

یوں تو بالعموم دانتوں کو صاف کرنا اور اُجلا بنانا بڑے بڑے فوائد پر مبنی ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بات بھی نہایت ہی اہم اور عمدہ ہے کہ جب کسی عالیشان دربار میں

جانا ہو تو قبل از حضور در بار ظاہری شکل و شبہت کا سنوارنا اور دانتوں کو صاف کرنا بھی بڑا ضروری ہے کیونکہ بات چیت کے وقت دانتوں کی زردی اور میل پر نظر پڑنے سے طبائع سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے پس احکم الحاکمین سے بڑھ کر کس کا دربار عایشان ہو سکتا ہے جس کے لیے یہ اہتمام کیا جائے کیونکہ ان اللہ جمیل یحب الجمال یعنی خدا تعالیٰ خوب ہے اور وہ خوبی کو پسند کرتا ہے سو جب یہ بات ٹھہری تو دانتوں کے میل اور منہ کی بدبو کو وہ کب پسند کر سکتا ہے اس وجہ سے اعظم شعائر اللہ یعنی نماز پڑھنے سے پہلے جیسا کہ دیگر قاذورات اور میل کچیل کو صاف کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے ایسا ہی دانتوں کے میل و منہ و مسوڑوں کی عفونت کو رفع کرنا بھی مستحسن ہے یہی وجہ ہے کہ نماز سے پہلے مسواک کا استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ تعظیم شعائر اللہ کے لیے جو امور بجلائے جاتے ہیں ان سے جسمانی فوائد حاصل ہونے کے علاوہ اخروی اجر و ثواب بھی ملتا ہے۔ (احکام الاسلام)۔

مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل کو کتاب الطہارۃ میں بیان فرمایا اس وجہ سے کہ جس طرح ماء مطہر ہے اسی طرح مسواک بھی مطہر ہے [منہ کو صاف کرنے والا ہے] لیکن ماء مطہر مطلق ہے اور مسواک مطہر ہے اور گندگی کو دور کرنے والا ہے اور یہ وضو کی سنن متقدمہ میں سے ہے۔ لہذا اس فصل کو کتاب الطہارۃ میں اور باب الوضو سے قبل ذکر فرمایا۔ مسواک لغت میں تلنے اور اس کے آلہ کو کہتے ہیں۔ اور شرعاً: لکڑی اور اس کے مانند چیز کو دانتوں میں اور اس کے ارد گرد استعمال کرنا منہ کے تغیر اور اس کے مانند چیز کو دور کرنے کی نیت سے۔

### مسواک کی اہمیت

حضرت زید بن خالد جہنیؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، (تذ مذی) (ویندب السواک فی کل وقت، اور ہر وقت میں مسواک کرنا مستحب ہے)

والمندوب ما یناب علی فعله ولا یعاقب علی ترکہ (ورقات) مندوب: (مستحب) کہتے ہیں وہ فعل جس کے کرنے پر ثواب ہو اور ترک کرنے پر عذاب نہ ہو، جیسے نفل روزے رکھنا وغیرہ، مستحب، نفل اور سنت الفاظ مترادف ہیں، (لب الاصول مع غایہ ص ۱۱)

### سنت کی دو قسمیں ہیں

(۱) سنت مؤکدہ: وہ سنت جس پر نبی کریم ﷺ نے زیادہ پابندی کی ہو اوروں سے اسے سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔

وہو ما واطب علیہ النبی ﷺ اکثر من غیرہ (انوار السنیہ ص: ۹۴)

(۲) سنت غیر مؤکدہ: وہ سنت جس پر نبی کریم ﷺ نے زیادہ پابندی نہ کی ہو اسے سنت غیر مؤکدہ کہتے ہیں۔

(الْأَلِصَائِمِ بَعْدَ الزَّوَالِ فَيَكْرَهُ، مگر روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مکروہ ہے) اس وجہ سے کہ زوال کے بعد روزہ دار کے منہ سے جو بُو آتی ہے وہ روزہ کی وجہ سے ہے، نہ کہ کھانے کی وجہ سے اور روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے، مسواک اس کو ختم کرتا ہے۔ (المجموع ص ۳۶۶ ج ۱)

(وَيَتَنَاكُدُ اسْتِحْبَابُهُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَقِرَاءَةٍ، اور مسواک کا استحباب مؤکد ہوتا ہے ہر نماز کے لئے) چاہے فرض ہو یا نفل، (اور قراءۃ قرآن کے لئے) اسی طرح قراءۃ حدیث اور درس کے لئے، درس کہتے ہیں سبق پڑھانے اور پڑھنے کو،

(وَوْضُوءٍ، اور وضو کے لئے) چاہے تجدید وضو ہو یا رفع حدث کے لئے ہو،

(وَضُفْرَةَ اسنان وَاسْتِيقَاطِ مِنَ النَّوْمِ، اور دانت کی زردی کے وقت اور نیند

سے بیدار ہونے کے وقت) چاہے رات ہو یا دن اگرچہ منہ میں بد بو نہ ہو اس لئے کہ آپ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک کے ذریعہ اپنے منہ کو صاف کرتے،

(وَذُخُولِ بَيْتِهِ، اور اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت) چاہے وہ گھر اس کی مملوک ہو یا نہ ہو مثلاً گریہ سے رہتا ہو۔

(وَتَغْيِيرِ الْفَمِّ مِنْ أَكْلِ كُلِّ كَرْبِيهٍ الرِّيحِ، اور کسی بدبودار چیز کے کھانے سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے) جیسے پیاز، لہسن وغیرہ، (وَتَرْكِ أَكْلِ، اور ترکِ طعام کی وجہ سے منہ میں بدبو پیدا ہونے کے وقت) مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ تغیر فم کے دو سبب ہیں: (۱) کوئی بدبودار چیز کھانا (۲) ترکِ طعام (دیر تک کوئی چیز نہ کھانا) اس لئے کہ غالباً اس وجہ سے تغیر فم ہوتا ہے۔

اب مصنف علیہ الرحمہ آگے اس چیز کو بیان فرماتے ہیں جس سے مسواک کی سنت حاصل ہوگی، (وَيُجْزِي بِكُلِّ خَشِينٍ إِلَّا أَصْبَعَهُ الْخَشِينَةُ، اور ہر کھردری) پاک (چیز سے مسواک کرنا کافی ہوگا مگر کھردری انگلی) یعنی اگر بذاتِ خود اپنی انگلی سے مسواک کرے تو کافی نہ ہوگا معتمد قول کے مطابق اس لئے کہ انسان کے جزء کو مسواک نہیں کہا جاتا اور اگر کسی دوسرے زندہ انسان سے متصل انگلی سے مسواک کرے اس کی اجازت لے کر تو اس سے مسواک کی سنت حاصل ہوگی بشرطیکہ کھردری ہو۔

(وَالْأَفْضَلُ بِأَرَاكِ اور افضل ہے پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے لئے پیلو کی لکڑی توڑ کر لاتا تھا۔ (وَبِنَابِسِ نَدَى، اور پیلو کی خشک لکڑی سے جو ترکی گئی ہو) پانی وغیرہ سے، یہ انواعِ اراک میں سے دوسری افضل قسم ہے۔

جس طریقہ سے بھی مسواک کرے سنت حاصل ہوگی لیکن اب مصنف آگے آگے اور افضل طریقہ کو بیان فرماتے ہیں: (وَأَنْ يَسْتَاغَّ عَرَضًا، اور افضل ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کرے) آپ ﷺ نے فرمایا "جب تم مسواک کرو تو عرضاً کرو" اگر طولا کرے تب بھی کافی ہوگا مگر کراہت کے ساتھ اس وجہ سے کہ دانتوں کی جڑوں کو نقصان پہنچتا ہے، (منہاج مع مغنی المحتاج ص ۵۵ ج ۱)

اور زبان پر طولا مسواک کرنا مستحب ہے، (مغنی ص ۵۵ ج) آپ ﷺ زبان پر طولا مسواک کیا کرتے تھے۔ (حاشیۃ ابوداؤد ص ۱ ج ۱)

(وَيَبْدَأُ بِجَانِبِهِ الْيَمَنِ، اور) افضل ہے کہ (اپنی داہنی جانب سے مسواک کی ابتداء کرے) آپ ﷺ مسواک کرنے میں منہ کی داہنی جانب کو پسند فرماتے تھے، (مغنی ص ۵۵ ج ۱)۔

( وَيَتَعَهَّدُ كَرَأْسِيْ أَصْرَاسِهِ اور اپنے ڈاڑھوں پر ہلکے ہاتھ سے مسواک کرے،) تاکہ نقصان نہ پہنچے۔

(وَيُنَوِيْ بِهَ السُّنَّةِ اور) سنت ہے کہ (مسواک کے وقت نیت کرے سنت مسواک کی) تاکہ ثواب حاصل ہو جائے، نیت اس طرح کرے: نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِسْتِيَاكِ (فیض شرح عمدۃ ص ۲۲ ج ۱) میں نیت کرتا ہوں سنت مسواک کی، یہ اس صورت میں ہے جب کہ مسواک کرنا کسی عبادت کے ضمن میں نہ ہو اگر ضمناً ہو جیسے وضو کے وقت تو نیت کے بغیر ثواب حاصل ہو جائے گا، مصنف علیہ الرحمہ آگے بعض سنتوں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

(وَيُسَنَّ قَلَمُ ظَفِرٍ، اور سنت ہے ناخن تراشنا) محرم کے علاوہ کے لئے، پیر، جمعرات اور جمعہ کے دن ناخن تراشنا بہ نسبت دوسرے دنوں کے افضل ہے،

ناخن تراشنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کے کاٹے پھر بائیں کے اور یہی ترتیب پاؤں کے ناخنوں میں ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ تیا من کو پسند فرماتے تھے۔ (شرح مہذب ص ۳۴۲/۳۴۵ ج ۱)۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے فرماتی ہیں:- آپ ﷺ نے فرمایا: دس ۱۰ چیزیں فطرت میں سے ہیں؛ (۱) مونچھ تراشنا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) پانی

سے ناک صاف کرنا (۵) ناخنوں کا کاٹنا (۶) براجم کا دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) عانہ کے بالوں کا حلق کرنا (۹) پانی سے استنجاء کرنا (۱۰) مضمضہ کرنا (شرح مہذب ص ۳۴۳ ج ۱)۔

(وَقَصَّ شَارِبٍ، اور) سنت ہے، (مونچھ کتر وانا) بال کو جڑ سے اکھاڑنا اور حلق کرنا مکروہ ہے، مختار قول کے اعتبار سے مونچھ کتر وانا کی حد یہ ہے کہ صرف ہونٹوں کے اوپر والے بالوں کو کتر وائیں اس طرح کہ ہونٹوں کا کنارہ ظاہر ہو سکے۔ (شرح مسلم ص ۱۲۹ ج ۱) مونچھ کے دونوں کناروں کے بال ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر وغیرہ نے بھی ترک کئے تھے۔ (احیاء العلوم ص ۱۶۶ ج ۱) مونچھ وغیرہ کے بال اور ناخن کو دفن کرنا مستحب ہے۔ يستحب دفن ما اخذ من هذه الشعور و الاظفار في الارض نقل ذلك عن ابن عمر رضي الله عنهما و اتفق عليه اصحابنا: مذکورہ بالوں اور ناخنوں کو دفن کرنا مستحب ہے۔ یہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے اور اسی پر حضرات شوافع کا اتفاق ہے۔ (شرح مہذب ص ۳۴۹ ج ۱) مونچھ وغیرہ کے بال اور ناخن کاٹنے کی مدت یہ ہے کہ بوقت ضرورت تراشنے۔ چالیس روز سے مؤخر نہ کرے قول مختار یہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے لئے وقت مقرر کیا گیا کہ ہم مونچھ وغیرہ کے بال اور ناخن کاٹنے کو چالیس راتوں سے زیادہ نہ چھوڑیں۔ (شرح مسلم ص ۱۲۸ ج ۱)۔

دائیں جانب سے مونچھ وغیرہ کے تراشنے کی ابتداء کرنا مستحب ہے۔ (المجموع ص ۳۴۷ ج ۱)

(وَنَسْفُ اِبْطِ، اور) سنت ہے، (بغل کے بال اکھاڑنا) اس کے لئے حلق سنت نہیں ہے کوئی اس کے بال اکھاڑنے سے عاجز ہو تکلیف کی وجہ سے تو حلق جائز ہے [حلق یعنی تیز دھار آلہ سے بال صاف کرنا جیسے بلیڈ، ستر او غیرہ] اگر پاؤڈر اور کریم وغیرہ سے بال صاف کرے تو بھی جائز ہے، مجموع میں ہے: ولوازاله بالنورة فلا باس (۱ ج ۳۴۸) اگر نورة سے بغل کے بال

ختم کرے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے، "نورہ" کے معنی ہے چونہ [لیکن یہاں مراد وہ چیز ہے جس سے بال صاف کئے جائیں جیسے پاؤڈر، کریم وغیرہ]۔

(وَأَنْفٍ لِّمَنْ أَعْتَادَهُ، اور) سنت ہے، (ناک کے بال اکھاڑنا جس کو اس کی عادت ہو) اگر کسی کو کتروانے کی عادت ہو تو اس کے لئے کتروانا سنت ہے۔

(وَحَلْقِ عَانَةٍ، اور) سنت ہے، (عانہ کا حلق کرنا) مرد کے ذکر سے اوپر ارد گرد کے بال اسی طرح عورت کی شرمگاہ کے ارد گرد کے بالوں کو عانہ کہتے ہیں اور ابو عباس بن سرتج سے مروی ہے کہ پچھلی شرمگاہ کے ارد گرد کے بال بھی عانہ کہلاتے ہیں۔ (شرح مسلم ص ۱۲۸ ج ۱)

لیکن یہ سنت مرد کے لئے ہے، اور عورت کے لئے نتف (بال اکھاڑنا) سنت ہے، شوہر زوجہ کو عانہ کے بالوں کی صفائی کا حکم دے تو اس حکم کی تعمیل اس پر واجب ہے۔ قصہ او ازالہا بالنورۃ جاز: عانہ کے بالوں کو تراشنا، یا نورہ سے ختم کرنا بھی جائز ہے۔ (شرح مہذب ص ۳۳۸ ج ۱) چونکہ مراد نظافت ہے جو اس سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ (شرح مسلم ص ۱۲۸ ج ۱) [نورۃ کی وضاحت ماقبل میں مذکور ہے]۔

(وَالِإِكْتِحَالِ وَتَوَاتُلًا نَأْفَى كُلِّ عَيْنٍ) اور سنت ہے (ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سرمہ لگانا) اور سرمہ لگانے میں دائیں آنکھ سے ابتداء کرنا مستحب ہے، (فتح المعین) اس لئے کہ آپ ﷺ ہر اچھی چیز میں تیا من کو پسند فرماتے تھے۔ (المجموع ص ۳۴۷ ج ۱)

(وَعَسَلُ الْبُرَاجِمِ، اور) سنت ہے (براجم کا دھونا) اگر پانی براجم تک پہنچا ہو تو ورنہ اس تک پانی کا پہنچانا واجب ہے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ وضو یا غسل کے وقت ہو، (وہی عَقْدُ ظُهُورِ الْأَصَابِعِ، انگلیوں کو بند کرنے پر ان کے جوڑ کی ابھری ہوئی جگہ کو براجم کہتے ہیں)۔

(فَإِنْ شَقَّ نَتْفَ الْإِبْطِ حَلَقَةً، اگر بغل کے بال اکھاڑنا دشوار ہو تو حلق کرے)

اس کی تفصیل ماقبل میں مذکور ہے،

(وَيُكْرَهُ الْقَرْعُ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّأْسِ وَتَرْكُ بَعْضِهِ، اور قزع کرنا مکروہ ہے اور قزع کہتے ہیں سر کے بعض حصہ کے حلق کرنے اور بعض حصہ کے چھوڑنے کو) اور اس کراہت کی دلیل حضرت ابن عمر کی حدیث ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قزع کرنے سے منع فرمایا ہے، (المجموع ص ۳۵۳ ج ۱)

(وَلَا بَأْسَ بِحَلْقِ كَلْبِهِ، اور پورے سر کا حلق کرنے میں کوئی حرج نہیں) مجموع میں ہے: حلق جمیع الراس؛ فقال الغزالی لا باس به لمن اراد التنظيف ولا باس بترکه لمن اراد دهنه وترجيله (ص ۲۹۵ ج ۱) امام غزالی نے فرمایا پورے سر کا حلق کرنے میں کوئی حرج نہیں اس شخص کیلئے جو نظافت اور صفائی کا ارادہ رکھتا ہو اور کوئی حرج نہیں حلق کو ترک کرنے میں اس شخص کے لئے جو سر میں تیل ڈالنے اور کنگھی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ بالوں میں کنگھی کرنا اور تیل لگانا مستحب ہے۔ (ایضاً ص ۳۵۱ ج ۱) حلق مستحب نہیں جائز ہے، بچہ یا بچی کی پیدائش کے ساتویں دن حلق کرنا مستحب ہے، اور حج و عمرہ کے وقت حلق یا تقصیر رکن ہے۔

(وَيَجِبُ الْخِتَانُ، اور ختنہ کرنا واجب ہے) یہ وجوب بعد البلوغ ہے، (شرح مہذب ص ۳۵۲ ج ۱) اگر کمزوری وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو تو پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کرنا ولی کے لئے مستحب ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچہ کی ختنہ ساتویں روز کی تھی، (ایضاً ص ۳۵۴ ج ۱) خنثی مشکل کی جب تک پہچان واضح نہ ہو ختنہ کرنا جائز نہیں، (شرح مسلم ص ۱۲۸ ج ۱) غیر مختون حالت میں اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو صحیح اور مشہور قول کے مطابق اس کی ختنہ نہ کی جائے کیونکہ ختنہ کرنا تکلیف ہے جو موت سے ساقط ہو گئی، (شرح مہذب ص ۳۵۸ ج ۱) الواجب فی ختان الرّجل قطع الجلدۃ النّی تغطی الحشفة بحیث تنكشف الحشفة کلّها فان قطع بعضها وجب قطع الباقي ثانیاً۔ ختنہ مرد میں حشفہ کو چھپانے والی چھڑی کو قطع کرے اس طرح کہ مکمل حشفہ ظاہر ہو۔

اگر حشفہ کو چھپانے والی چڑی کا بعض حصہ قطع ہو تو دوسری بار بقیہ حصہ کو قطع کرنا واجب ہے۔ (المجموع ص ۳۵۶ ج ۱) کیونکہ واجب کی ادائیگی مکمل نہیں ہوئی۔

(وَيَحْرُمُ خَضْبُ شَعْرِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ بِسِوَادٍ، اور مرد و عورت کے لئے بال کو کالے رنگ سے خضاب کرنا حرام ہے) یعنی رنگنا، بالوں کی سفیدی ظاہر ہونے کے بعد۔ یہ حرمت حدیث جابرؓ کی بناء پر ہے آپ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق کے والد ابو قحافہ فتح مکہ کے دن لائے گئے اس حال میں کہ آپکے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ کی طرح سفید تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس کو بدل دو اور سیاہ خضاب سے اجتناب کرو۔ ثغامہ اس پودے کا نام ہے جس کے پھل سفید ہوتے ہیں۔ (المجموع ص ۳۵۲ ج ۱)

(الْاَلْغَرَضُ الْجِهَادُ، مگر غرض جہاد کی بنا پر) حرام نہیں جائز ہے تاکہ کفار کے نزدیک اظہار قوت ہو۔

(وَيُسْنُّ بِضْفَرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ) اور سر اور داڑھی کے (بالوں کو زرد یا سرخ رنگ سے خضاب کرنا سنت ہے) اگرچہ سب بال سفید نہ ہوئے ہوں آپ ﷺ نے فرمایا یہ دو نصابی خضاب نہیں کرتے لہذا تم ان کی مخالفت کرو، (شرح مہذب ص ۳۵۱ ج ۱)

(وَخَضْبُ يَدِي مَنْزُورٍ جَلِيهَا تَعْمِيمًا، اور) سنت ہے (شادی شدہ عورت کے لئے پورے ہاتھ اور پاؤں کا خضاب کرنا) غیر شادی شدہ کے لئے مکروہ ہے جبکہ فتنہ نہ ہو اور اگر فتنہ ہونا متحقق ہو تو حرام ہوگا، تعمیم کہتے ہیں ہاتھ پاؤں کے پورے حصہ کا خضاب کرنا یہ سنت ہے، اگر حصول زینت کے لئے کسی شہر یا علاقہ کی عادت کے مطابق ہاتھ پاؤں کے بعض حصہ کا خضاب کرے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے لیکن یہ طریقہ مسنون نہیں ہے (بِحْتَاءٍ، مہندی سے) احادیث مشہورہ کی بنا پر، (ایضاً ص ۳۵۲ ج ۱) اور اس لئے کہ خضاب شوہر کے میلان کا سبب ہے اور یہ میلان باعث بنتا ہے کثرت نسل کا اور غیر زوجہ کی طرف میلان سے حفاظت کا، مہندی سے خضاب کرنا سنت ہے، مہندی کے علاوہ جس چیز سے زینت حاصل ہو اس سے خضاب کرنے میں کوئی حرج نہیں جائز ہے، مسنون نہیں ہے۔

(وَيَحْزُمُ عَلَى الرَّجَالِ، اور حرام ہے مردوں کے لئے) منہدی لگانا، اس لئے کہ اس میں مشابہت نساء ہے اور یہ حرام ہے اسی طرح عورتوں کے لئے کسی چیز میں مردوں کے ساتھ مشابہت کرنا حرام ہے (الْأَلْحَاجَّةُ، مگر حاجت کی بنا پر) حرام نہیں جائز ہے، مجموع میں ہے: الالْحَاجَّةُ التَّدَاوِي وَنَحْوَهُ (ص ۳۵۲ ج ۱) مگر دوا وغیرہ کی حاجت ہو تو حرام نہیں جائز ہے (ایضاً)

(وَيُكْرَهُ نَتْفُ الشَّيْبِ، اور مکروہ ہے سفید بال نکالنا) آپ ﷺ نے سفید بال نکالنے سے منع کیا اور فرمایا کہ سفید بال مومن کا نور ہے (ایضاً ص ۳۵۱ ج ۱) یہ حکم دونوں کے لئے ہے کہ مرد کے لئے داڑھی اور سر کے، اور عورت کے لئے سر کے سفید بال نکالنا، داڑھی تراشنا حرام ہے، وقال ابن الرفعة بان الشافعي نص في الام على التحريم، ابن رفة نے فرمایا امام شافعی نے کتاب الام میں داڑھی کاٹنے کو حرام قرار دیا ہے، عورت کو اگر داڑھی آئے تو (اکھاڑنا اور) حلق کرنا مستحب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۱ ج ۲) لو نبتت للمرأة لحيۃ استحب لها ننتفها و حلقها لانها مثله فی حقها۔ (شرح مہذب ص ۴۲۲ ج ۱) اگر عورت کو داڑھی آئے تو اکھاڑنا اور حلق کرنا مستحب ہے اس لئے کہ یہ عورت کے حق میں مثلہ ہے؛ یعنی بد صورتی۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

## (باب الوضوء)

## (وضو کا بیان)

اصطلاحی اعتبار سے باب کتاب کے اس خاص مجموعہ کا نام ہے جو چند فصلوں اور مسائل پر مشتمل ہو، اور لغوی اعتبار سے باب نام ہے اس چیز کا جس کے ذریعہ دوسری چیز تک پہنچا جاسکے، (اقناع ص ۱۵ ج ۱)

وضو کہتے ہیں: اعضاء مخصوصہ میں پانی کے استعمال کو اور شرعی اعتبار سے وضوان مخصوص افعال کا نام ہے جن کی ابتداء نیت سے ہوتی ہے۔ (ایضاً ص ۳۲ ج ۱)

## وضو کاراز

طہارت کے چار مراتب ہیں:

مرتبہ اول، ظاہر کو ناپاکیوں اور پلیدیوں سے پاک کرنا  
مرتبہ دوم، اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے بچانا،  
مرتبہ سوم، دل کو اخلاق مذمومہ و رذائل سے صاف کرنا  
مرتبہ چہارم، اپنے ضمیر کو ماسوائے اللہ سے صاف کرنا۔

پس جب تک انسان عقائد فاسدہ سے اپنے دل کو پاک و صاف نہ کرے تب تک وہ ان احادیث نبوی الطہور شرط الایمان و نصف الایمان کا مصداق نہیں ہو سکتا کیونکہ ایمان کو دل سے تعلق ہے پس جب تک دل خباثنوں سے پاک نہ ہو جائے تب تک طہارت نامکمل ہے۔

یہ ایمان کے مقامات ہیں اور ہر ایک مقام کا ایک طبقہ ہے جو شخص ادنیٰ طبقہ سے نہ گزرے وہ اعلیٰ کو نہیں پہنچ سکتا، طہارت کے سر کو کوئی نہیں پہنچ سکتا جب تک دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کر کے اخلاق محمودہ سے معمور نہ کرے اور اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اعضاء کو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے پاک کر کے عبادات و

طاعات الہی سے معمور نہ کرے جو شخص محض اپنے اوقات عزیزہ کو استیجا و شست شوی دہن و دست و پالینے ہاتھ پیر منہ کا دھونا دھلانا درستی لباس و صفائی ظاہر و طلب آب جاری میں صرف کرتا اور اپنے باطن کی صفائی کا خیال نہیں رکھتا وہ وسوسہ شیطان و مرض مانجھو لیا میں مبتلا ہے بلکہ طہارت ظاہر محض صفائی باطن کی دلالت کے لیے مقرر ہوئی ہے شست و شوائے رُو و دست و پا تحریک دل کے لیے ہے، ہمارے تمام ظاہری اقوال و افعال حرکات و سکنات کا اثر ہمارے قلب پر بالضرور پڑتا ہے، یایوں کہو کہ جو کچھ ہمارے باطن میں مرکوز ہے حرکات ظاہری ہی اس کی آئینہ دار ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر ضروری نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ باطن بھی ضروری ہے۔ (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

مصنف نے باب الوضوء کی ابتداء فرائض سے کی اس لئے کہ یہ اہم ہیں اور باقی سب ان کے تابع ہیں۔

(فُرُوْهُ سِتَّةٌ: اَلْيَتِيَّةُ عِنْدَ غَسْلِ الْوَجْهِ وَغَسْلِ الْيَدَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَ مَسْحُ الْقَلْبِ مِنَ الرَّأْسِ وَغَسْلُ الرَّجْلَيْنِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَالتَّرْتِيْبُ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا هُ، وَضوء کے فرائض چھ ہیں: (۱) نیت کرنا چہرہ کو دھونے کے وقت (۲) اور چہرہ کا دھونا (۳) اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا (۴) اور سر کے کچھ حصہ کا مسح کرنا (۵) اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا (۶) اور ترتیب کا ہونا ہمارے ذکر کردہ طریقہ کے مطابق۔)

و الواجب والفرض مترادفان۔ عند الجمہور، جمہور کے نزدیک لفظ واجب اور فرض ہم معنی ہے۔ (تیسیرا لا اصول ص ۱۲۰) واجب کہتے ہیں جس کے کرنے پر ثواب اور ترک پر سزا ہو۔ واجب کو فرض بھی کہتے ہیں۔

واجب کی دو قسمیں ہیں: فرض عین، فرض کفایہ،

فرض عین کہتے ہیں وہ حکم جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہو جیسے وضو نماز وغیرہ۔

فروض کفایہ کہتے ہیں وہ حکم جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہ ہو بلکہ بعض کے کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ (تیسیر الاصول ص ۱۲۴)

(وَسُنَّتُهُ مَا عَدَّ اِذْلَکَ، اور فرائض کے علاوہ وضو کی سنتیں ہیں) مصنف علیہ الرحمہ نے اس طرح اجمالاً بیان فرما کر اشارہ دیا کہ وضو کی سنتیں بہت سی ہیں، وہ سب اس اجمال کے تحت داخل ہیں، اور اجمالاً بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام سنتوں کا تفصیلی ذکر حرج اور مشقت کا سبب نہ ہو۔

مصنف علیہ الرحمہ آگے کیفیت نیت کو بیان فرماتے ہیں: (فَیَنْوِی الْمَتَوَضَّئِی زَفْعَ الْحَدَثِ، وضو کرنے والا حدث دور کرنے کی نیت کرے) وہ نیت اس طرح ہے نَوِیْتُ زَفْعَ الْحَدَثِ، میں وضوء کرتا ہوں حدث دور کرنے کے لئے، حدث سے مراد حکم حدث ہے کیونکہ پیشاب وغیرہ کرنے کی وجہ سے اس پر جو حکم حدث لاحق ہوتا ہے وضو کی وجہ سے وہ دور ہوتا ہے (أَوِ الطَّهَارَةَ لِلصَّلَاةِ، یا نماز کے لئے طہارت کی) نیت کرے وہ نیت اس طرح ہے: نَوِیْتُ الطَّهَارَةَ لِلصَّلَاةِ، میں نیت کرتا ہوں طہارت کی نماز کے لئے، اگر صرف طہارت کے بغیر وضو کی نیت کرے تو صحیح ہوگی وہ اس طرح: نَوِیْتُ الْوَضُوءَ۔ (أَوْ لِأَمْرٍ لَا یَسْتَبَاحُ إِلَّا بِطَّهَارَةٍ كَمَسِّ الْمُصْحَفِ أَوْ غَیْرِهِ، یا) نیت کرے (اُس امر کی جو طہارت کے بغیر مباح نہیں ہوتا جیسے قرآن چھونے کے لئے یا اس کے علاوہ کے لئے) مثلاً سَجْدَةَ تِلَاوَتٍ وَشُكْرٍ وَغَیْرِهِ، نیت اس طرح کرے: اَتَوَضَّأُ لِاسْتِیْبَاحَةِ مَسِّ الْقُرْآنِ: میں وضو کرتا ہوں قرآن کا چھونا مباح ہونے کے لئے (إِلَّا الْمُسْتَحَاضَةَ، وَمَنْ بِهِ سَلْسُ الْبَوْلِ وَمِثْلِمَا، مگر مستحاضہ اور وہ شخص جس کو مسلسل پیشاب کے قطرے نکلنے کی بیماری ہو اور تیمم کرنے والا) یعنی ان معذور لوگوں میں سے کوئی بھی اگر مذکورہ بالا

نیتیں کرے تو کافی نہ ہوں گی بلکہ یہ نیت کرنا ضروری ہے جس کو مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا: (فَیَنْوِی اسْتِیْبَاحَةَ فَرَضِ الصَّلَاةِ، نِیْتَ کرے اسْتِیْبَاحَةَ فَرَضِ صَلَاةِ کی) وہ نیت اس طرح ہے: نَوِیْتَ اسْتِیْبَاحَةَ فَرَضِ الصَّلَاةِ، میں وضوء کرتا ہوں فرض نماز مباح ہونے کیلئے، مستحاضہ اُس عورت کو کہتے ہیں جس کو ایام حیض و نفاس کے علاوہ خون آئے، جس کو پیشاب وغیرہ کے قطرے مسلسل نکلنے کی بیماری ہو ایسے شخص کو ہر فرض نماز کے لئے یہ عمل کرنا ضروری ہے، سب سے پہلے استنجاء کرے اور شرمگاہ دھو کر اس طرح پٹی باندھے کہ پیشاب کے قطرے نکلنے نہ پائیں [اگر اس کے باوجود نکل جائیں تو طہارت اور نماز باطل نہ ہوگی۔ لیکن پٹی باندھنے میں کوتاہی کی جس کی بنا پر پیشاب کے قطرے اگر نماز سے قبل نکل جائیں تو طہارت یعنی وضوء باطل ہوگا۔ اور اگر دورانِ نماز نکل جائیں تو نماز بھی باطل ہوگی] اس کے بعد وضوء کر کے فوراً نماز پڑھے۔ البتہ اسبابِ نماز مثلاً گھر سے مسجد کی طرف جانے یا جماعت کا انتظار کرنے میں تاخیر ہو جائے تو وضوء باطل نہ ہوگا۔ لیکن اسبابِ نماز کے علاوہ کسی سبب سے تاخیر ہو جائے تو وضوء باطل ہوگا۔

مذکورہ عمل وقت نماز کے داخل ہونے کے بعد کرنا شرط ہے۔ ان یاتی بہذہ الاعمال جمیعہا بعد دخول وقت الصَّلَاةِ فَإِنْ فَعَلَهَا قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ فَإِنَّهَا تَبْطَلُ ذکر کردہ عمل وقت نماز کے داخل ہونے کے بعد کرنا شرط ہے اگر پہلے کرے تو باطل ہوگا۔ (الفقه علی المذاهب الأربعة ص ۱۰۴ ج ۱) نیز مذکورہ عمل اور وضوء کے اعضاء دھونے میں موالاتہ کا یعنی پے درپے ہونا شرط ہے (ص ۱۰۴ ج ۱) مذکورہ معذور شخص کے لئے اس طرح نیت کرنا ضروری ہے: میں وضوء کرتا ہوں نماز مباح ہونے کے لئے۔ اِنَّ الْمَعْدُورَ یَجِبُ عَلَیْهِ اِنْ یَنْوِی بِوُضُوءٍ اسْتِیْبَاحَةَ الصَّلَاةِ۔ وَذَلِکَ اِنَّهُ فِی الْوَاقِعِ لَیْسَ وَضُوءًا حَقِیْقًا بَلْ هُوَ مَنْقُوضٌ بِمَا یَنْزِلُ مِنْ بَوْلٍ وَنَحْوِہُ (ص ۱۰۴ ج ۱) معذور شخص کے لئے ضروری ہے کہ وضوء میں ”استیباحة الصلاة“ یعنی نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے اس وجہ سے کہ یہ حقیقی وضوء نہیں ہے بلکہ پیشاب وغیرہ کے قطروں کی وجہ سے وضوء ٹوٹ چکا اور معذور سمجھتے ہوئے رخصت دی گئی ہے۔

مذکورہ معذور شخص ایک وضو سے ایک ہی فرض نماز پڑھ سکتا ہے اور نفل جتنی چاہے۔ لاتصلی بطہارة و احدة اكثر من فريضة مؤادة كانت او مقضية و يجوز ان تصلی ماشاءت من النوافل تکثر (مہذب مع شرح مہذب ص ۵۴۰ ج ۲) معذور شخص ایک وضو سے فرض نماز چاہے ادا ہو یا قضا ایک سے زائد نہیں پڑھ سکتا۔ اور نفل نمازیں چاہے جتنی ہو پڑھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ نوافل کی کثرت ہے۔ [مذکورہ معذور شخص تلاوت قرآن بھی کر سکتا ہے۔]

جس شخص کو ریح خارج ہونے کی شکایت ہو اس کے لئے یہ عمل کرنا ضروری ہے۔ نماز کا وقت ہونے کے بعد استنجاء سے فارغ ہو کر وضو کرے اور نماز پڑھے اور اسکے لئے بقیہ وہی احکام ہیں جو سلسل البول والے کیلئے ذکر کئے گئے ہیں (الفقه على المذاهب الاربعة ص ۱۰۱ ج ۱)

جس عورت کو سلسل البول کی بیماری ہو اس کو ہر فرض نماز کا وقت ہونے کے بعد یہ عمل فوراً کرنا ضروری ہے اگر نماز کا وقت ہونے سے پہلے کرے تو کیا ہوا عمل صحیح نہ ہوگا وہ عمل یہ ہے: سب سے پہلے استنجا کرے اور شرمگاہ دھو کر اس جگہ اس طرح کپڑا رکھے کہ پیشاب کے قطرے نکلنے نہ پائیں۔ (اگر اس کے باوجود نکل جائیں تو وضوء اور نماز باطل نہ ہوگی لیکن کپڑا رکھنے میں کوتاہی کی جس کی بنا پر پیشاب کے قطرے اگر نماز سے پہلے نکل جائیں تو وضو ٹوٹے گا اور اگر نماز کے دوران نکل جائیں تو نماز و وضو دونوں ٹوٹیں گے) اس کے بعد وضو کر کے فوراً نماز پڑھے البتہ نماز کے اسباب مثلاً ستر چھپانے کی وجہ سے دیر ہو جائے تو وضو نہ ٹوٹے گا لیکن نماز کے اسباب کے علاوہ کسی سبب سے دیر ہو جائے تو وضو ٹوٹے گا۔ مذکورہ عورت کے لئے وضو کرتے وقت اس طرح نیت کرنا ضروری ہے۔ میں وضوء کرتی ہوں نماز مباح ہونے کے لئے۔ اور وضو کرتے وقت اعضاء کو پے درپے دھونا شرط ہے۔ مذکورہ عورت ایک وضو سے ایک ہی فرض نماز پڑھ سکتی ہے اور نفل جتنی

چاہے۔ استحاضہ کی صورت میں بھی یہی مذکورہ احکام ہوں گے، جس عورت کو ریح خارج ہونے کی شکایت ہو اس کے لئے ہر فرض نماز کا وقت ہونے کے بعد یہ عمل فوراً کرنا ضروری ہے۔ استنجاء سے فارغ ہو کر وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ اور اس کیلئے بقیہ وہی احکام ہیں جو سلسل البول والی کے لئے ذکر کئے گئے ہیں (بحوالجاء مذکورہ)۔

(وَشَرَطُهُ الْنِيَّةُ بِالْقَلْبِ، اور وضوء کے لئے شرط ہے کہ نیت دل سے ہو) اس عبارت کے بجائے اگر مصنف اس طرح فرماتے: وشرطها ان النية ان تكون بالقلب، تو اولی اور واضح ہوتا، شرط کہتے ہیں جس کے وجود پر حکم کا وجود موقوف ہو اور عدم سے حکم کا عدم لازم ہو (مبادیات فقہ ص ۱۸)

(وَأَنْ تَقْتَرِنَ بَعْسِلِ أَوَّلِ جُزْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ) اور نیت کے لئے شرط ہے کہ (نیت ملی ہوئی ہو چہرہ کے اول حصہ کو دھونے کے ساتھ) اگر آگے پیچھے ہوئی تو نیت صحیح نہ ہوگی لہذا وضوء صحیح نہیں ہوگا تو نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔ (وَيُنْدَبُ أَنْ يَتَلَفَّظَ بِهَا وَأَنْ تَكُونَ مِنْ أَوَّلِ الْوَضُوءِ اور مستحب ہے) متوضی کے لئے (کہ نیت لفظاً ادا کرے اور) مستحب ہے (کہ نیت وضوء کے شروع میں ہو) یعنی ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونے کی ابتداء کرتے وقت، تاکہ چہرہ دھونے سے قبل تمام سنن مطلوبہ کا ثواب حاصل ہو جائے اور اگر یہ سنن نیت سے خالی ہو یعنی نیت نہ کی تو ثواب حاصل نہ ہوگا، اور اگر وضوء کے شروع میں فرض وضوء کی نیت نہ کرے تو مستحب ہے کہ یہ نیت اس طرح کرے: نَوَيْتُ سَنَنَ الْوَضُوءِ؛ میں نیت کرتا ہوں وضوء کے سنتوں کی، پھر چہرہ دھوتے وقت پیچھے ذکر کی ہوئی نیتوں میں سے کوئی نیت کرے (وَيَجِبُ اسْتِصْحَاءُ بِهَا إِلَى غَسَلِ أَوَّلِ الْوَجْهِ، اور واجب ہے) متوضی پر (چہرہ کے اول حصہ کو دھونے تک نیت برقرار رکھنا) یعنی ابتداء وضوء کی نیت، نیت واجبہ کی طرف سے کافی ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ابتداء وضوء میں جب رفع حدث کی نیت کرے تو اس کو چہرہ کے اول حصہ کو دھونے تک باقی رکھے۔

(فَإِنْ اِقْتَصَرَ عَلَى النِّيَّةِ عِنْدَ غَسْلِ الْوَجْهِ كَفَى، اِغْرَ) متوضی (اقتصار کرے نیت پر چہرہ دھوتے وقت تو کافی ہوگا) اس لئے کہ فرض وضو حاصل ہو گیا۔

(لَكِنْ لَا يَنَابُ عَلَى مَا قَبْلَهُ مِنْ مَضْمُضَةٍ وَاسْتِنْشَاقٍ وَغَسْلِ كَفِّ، لَيْكِنْ ثَوَابٌ نَهَيْسَ دِيَا) جائے گا چہرہ دھونے سے قبل والے فعل مضمضہ استنشاق اور ہتھیلیاں دھونے پر نیت سے خالی رہنے کی بنا پر، مضمضہ یعنی منہ میں پانی ڈال کر اس کو حرکت دینا استنشاق یعنی داخل انف تک پانی پہنچانا اور سانس سے کھینچنا (وَيَنْدَبُ أَنْ تُسَمِّيَ اللّٰهَ تَعَالَى، اور مستحب ہے کہ) وضو کے شروع میں (اللہ تعالیٰ کا نام لے) اس کی اقل مقدار بسم اللہ ہے اور اکمل بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اس سے قبل تعویذ پڑھنا سنت ہے (وَإِنْ يَغْسِلُ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا) اور مستحب ہے کہ (ہتھیلیاں تین بار دھوئے) پہنچوں تک حدیث شیعین کی بنا پر، جس طرح ہتھیلیاں دھونا سنت ہے اسی طرح ان کو تین بار دھونا یہ بھی ایک مستقل سنت ہے۔ (فَإِنْ تَرَكَّ التَّسْمِيَةَ عَمْدًا أَوْ سَهْوًا أَتَى بِهَا فَيُؤْتَى، اِغْرَ بَسْمِ اللّٰهِ الْخُ كُ تَرَ كُ دَرُ عَ جَانُ بُ وَجْهَ كُ رِيَا) بھول کر تو دوران وضو یاد آنے پر (اس کو پڑھ لے) تاکہ مافوت کا تدارک ہو جائے الفاظ یہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهُ وَآخِرُهُ، اور اگر وضو کے بعد یاد آئے تو نہ پڑھے کیونکہ اس کا محل فوت ہو گیا (فَإِنْ شَكَّ فِي نَجَاسَةِ يَدَيْهِ كُرَّهًا عَمَّسَهَا فِي ذَوْنِ الْقَلْتَيْنِ قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا، اِغْرَ ہاتھ کی ناپاکی میں شک ہو تو قلتین سے کم پانی میں ڈبونا تین بار دھونے سے قبل مکروہ ہے) کیونکہ حقیقت میں اگر ہاتھ ناپاک ہو گا تو قلتین سے کم پانی ناپاک ہو گا، اور ایک دو بار نہیں بلکہ تین بار ہاتھ دھونے سے ہی کراہت دور ہوگی، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "آدمی اپنے ہاتھوں کو تین بار دھونے سے قبل برتن میں نہ ڈبائے" اگر ہاتھ کی ناپاکی کا یقین ہو تو ڈبونا مکروہ تحریمی ہے، چونکہ پانی اگر قلتین سے کم ہو تو ناپاک ہو گا اور اگر ہاتھ کی ناپاکی کا یقین ہو تو ڈبونا مکروہ تنزیہی نہیں ہے لیکن پھر بھی دھو کر ڈبونا مستحب ہے، (كفایة الاخيار ص ۲۱ ج ۱) ہاتھ دھونے سے مراد پہنچوں تک دھونا ہے۔

(ثُمَّ يَسْتَاكُ وَيَتَمَضَّمُ وَيَسْتَنْشِقُ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ غُرْفَاتٍ فَيَتَمَضَّمُ مِنْ غَرْفَةٍ ثُمَّ يَسْتَنْشِقُ ثُمَّ يَتَمَضَّمُ مِنْ أُخْرَى ثُمَّ يَسْتَنْشِقُ ثُمَّ يَتَمَضَّمُ مِنَ الثَّلَاثَةِ ثُمَّ يَسْتَنْشِقُ، پھر مسواک کرے) ہاتھ دھونے کے بعد، مسواک کی سنت کو اس وجہ سے بیان کیا کہ یہ وضو میں داخل سنتوں میں سے ہے (اور) سنت ہے کہ (مضمضہ اور استنشاق تین تین بار کرے تین چلو سے) اس طرح سے کہ (مضمضہ کرے ایک چلو سے پھر اسی چلو سے استنشاق کرے پھر دوسرے چلو سے مضمضہ کرے پھر اسی سے استنشاق کرے پھر تیسرے چلو سے مضمضہ کرے پھر اسی سے استنشاق کرے) یہ طریقہ افضل ہے، ورنہ اصل سنت اس طریقہ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ یہ:- ایک چلو سے تین بار مضمضہ کرے پھر اسی سے تین بار استنشاق کرے یا مضمضہ کرے چلو سے پھر استنشاق پھر اسی چلو سے مضمضہ واستنشاق کرے پھر تیسری بار اسی چلو سے مضمضہ واستنشاق کرے، اصل سنت صرف مضمضہ یعنی منہ میں پانی ڈالنے سے حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ پانی کو حرکت نہ دے اسی طرح صرف استنشاق یعنی ناک میں پانی پہنچانے سے حاصل ہو جاتی ہے (اقتناع مع الفاظ ابی شجاع ص ۱۴۱ ج ۱)

(وَيَبَا لِعُ فِيهِمَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ صَائِمًا فَيْرْفُقُ، اور) مستحب ہے کہ (مضمضہ واستنشاق میں مبالغہ کرے مگر متوضی روزہ دار ہو تو مبالغہ نہ کرے) یعنی مضمضہ اور استنشاق روزہ دار کے لئے بھی مستحب ہے لیکن مبالغہ سے کرنا مکروہ ہے، اگر مبالغہ سے کلی یا استنشاق کرتے وقت پانی سر یا پیٹ میں چلا جائے تو روزہ باطل ہو گا اس لئے کہ آپ ﷺ نے روزہ دار کے لئے مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اگر بلا مبالغہ چلا جائے تو روزہ باطل نہیں ہو گا کیونکہ اس صورت میں غیر اختیاری حالت سے چلا جانا ہے جو روزہ کو باطل نہیں کرتا، لایبطل لانه وصل الی جوفه بخیر اختیاره فلم یبطل صومه: روزہ کو باطل نہ قرار دینا اس بنا پر ہے کہ اس کے پیٹ میں چلا جانا غیر

اختیاری حالت سے ہے۔ (مہذب مع شرح مہذب ص ۳۲۶ ج ۶) اور مضمضہ مشروع [یعنی بلا مبالغہ مضمضہ اور استنشاق کرنے کے حکم میں روزہ دار بھی داخل ہے] سے بھی چلا جانا ہے، جو روزہ کو باطل نہیں کرتا۔ ان سبق ماء نحو المضمضة المشروع الخ لا یفطر لانه متولد من ما مور به (فتح المعین مع اعانة ص ۲۴۷ ج ۲) اگر پانی مضمضہ مشروع سے سر یا پیٹ میں چلا جائے تو روزہ باطل نہیں ہوتا چونکہ یہ ما مور بہ سے یعنی ایسے امر سے جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے وجود میں آیا ہے۔

### چہرہ دھونا

(ثُمَّ يَغْسِلُ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ مَا بَيْنَ مَنَابِتِ شَعْرِ الرَّاسِ فِي الْعَادَةِ إِلَى الذَّقَنِ طُولًا وَمِنَ الْأُذُنِ إِلَى الْأُذُنِ عَرْضًا فَمِنْهُ مَوْضِعُ الْعَمَمِ وَهُوَ مَا تَحْتَ الشَّعْرِ الَّذِي عَمَّ الْجَبْهَةَ أَوْ بَعْضَهَا، پھر تین بار چہرہ دھوئے) یہ تثلیث فرض نہیں بلکہ سنت ہے فرض ایک بار دھونا ہے (اور چہرہ سر کے بال عادتہ اگنے کی جگہ سے لیکر ٹھوڑی تک لمبائی کے اعتبار سے اور ایک کان سے دوسرے کان تک چوڑائی کے اعتبار سے) یہ حد و جوبی ہے اسی طرح (چہرہ کا جزء غم کی جگہ اور غم کہتے ہیں ان بالوں کے نیچے کا حصہ جو بال پوری پیشانی یا اس کے بعض حصہ پر ہیں) یہ پیشانی کا پورا یا بعض حصہ دھونا واجب اس لئے ہے کہ پیشانی چہرہ کے حد میں داخل ہے اور اس لئے کہ عموماً بال اگنے کی جگہ سے یہ بال تجاوز کئے ہوئے ہیں۔

(وَيَجِبُ غَسْلُ شُعُورِ الْوَجْهِ كُلِّهَا ظَاهِرِهَا وَبَاطِنِهَا وَالْبَشْرَةَ تَحْتِهَا خَفِيْفَةً كَانَتْ أَوْ كَثِيْفَةً كَمَا لِحَاجِبِ وَالشَّارِبِ وَالْعَنْقَةَ وَالْعِذَارِ وَالْهُدْبِ وَشَعْرَ الْخَدِّ إِلَّا اللَّحْيَةَ وَالْعَارِ ضَمِينَ فَإِنَّهُ يَجِبُ غَسْلُ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا وَالْبَشْرَةَ تَحْتَهُمَا، عِنْدَ الْخَفِيْفَةِ فَظَاهِرُهُمَا فَقَطْ عِنْدَ الْكَثَاْفَةِ، اور واجب ہے چہرہ کے تمام بالوں کے ظاہر و باطن کو دھونا اور ان بالوں کے نیچے کی چھڑی کا دھونا چاہے بال کم ہوں یا گھنے جیسے بھویں اور مونچھ اور ریش بچہ اور وہ بال جو دوکانوں کے مقابل ہے اور پلکیں اور رخسار کے بال مگر ڈاڑھی اور

دونوں رخساروں کے بالوں کے ظاہر و باطن کو دھونا واجب ہے اور ان دونوں کے بالوں کے نیچے کی چٹری کو دھونا واجب ہے بشرطیکہ بال کم ہوں، گھنے ہوں تو ان بالوں کے صرف ظاہر کو دھونا واجب ہے) داڑھی کے گھنی ہونے نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ بات کرتے وقت اگر داڑھی کے نیچے کی جلد نظر آئے تو اسے خفیف ورنہ کثیف یعنی گھنی سمجھی جائے گی، یہی حکم ہو گا دونوں رخساروں کے بال کا، الصحيح ان الخفیف ماتری البشرۃ تحتہ فی مجلس التخطاب و الکثیف مایمنع الرویۃ (کفایۃ الاخیار ص ۱۹ ج ۱)

(لکن یندب التخلیل حینئذ و یجب افاضة الماء علی ظاہر النازل من اللحیۃ عن الذقن و یجب غسل جزئی من الرأس و سائر ما یحیط بالوجه لیتحقق کماله، لیکن خلال کرنا مستحب ہے بال گھنے ہونے کی صورت میں اور) متوضی پر (ٹھوڑی سے نیچے کے داڑھی کے بالوں پر پانی بہانا واجب ہے، سر اور چہرے کو گھیرے ہوئے تمام اعضاء کے کچھ حصہ کا دھونا واجب ہے تاکہ مکمل چہرہ دھونا متحقق ہو جائے) جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے کہ ما لا یتیم الواجب الا بہ فهو واجب (فیض) یعنی جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہوتی ہو اس کا کرنا واجب ہوتا ہے (و سنن ان ینخل اللحیۃ من اسفلہا بماء جدید، اور سنت ہے کہ گھنی داڑھی کے نچلے حصے کا خلال کرے نئے پانی سے) اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ چلو پانی لے اور انگلیوں کو داڑھی کے نیچے سے بالوں میں داخل کرے۔

### دونوں ہاتھ دھونا

(ثُمَّ یَغْسِلُ یَدَیْهِ مَعَ مَرِّ فِیْهِ ثَلَاثًا، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین بار دھوئے) یہ تثلیث فرض نہیں بلکہ سنت ہے فرض ایک بار دھونا ہے، کہنیاں فرض کے حد میں داخل ہیں اس لئے کہ فرض کی ابتداء انگلیوں کے سرے سے لیکر کہنی سمیت ہے، (فان قطعت من الساعد و جب غسل الباقي، اگر ہاتھ کہنی سے لیکر بیچ کی انگلی کے سرے تک کے درمیانی کسی حصہ سے کٹ جائے تو باقی فرض حصہ دھونا واجب ہے) چونکہ مقطوع

حصہ سے بقیہ فرض حصہ کا دھونا ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: المیسور لا یسقط بالمعسور، یعنی فرض کی مقدار سے کچھ حصہ قطع ہو تو بقیہ فرض حصہ کا دھونا ساقط نہیں ہوتا (اقناع فی حل الفاظ ابی شجاع ص ۵۰ ج ۱) (أَوْ مِنْ مَفْصِلِ الْمِرْفَقِ لِرَمَةِ غَسْلِ رَأْسِ الْعَصْدِ، یا ہاتھ کہنی کے جوڑ سے کٹ جائے تو متوضی پر لازم ہے بازو کا سرا دھونا) اس لئے کہ یہ کہنی کا ہی ایک حصہ ہے، راس العصد یعنی بازو کا باقی ماندہ سرا جہاں سے کہنی کی آخری حد ختم ہو جاتی ہے، (أَوْ مِنْ الْعَصْدِ نَدْبِ غَسْلِ بَاقِيهِ، یا ہاتھ بازوؤں سے کٹ جائے تو باقی حصہ کا دھونا مستحب ہے) تاکہ عضو طہارت سے خالی نہ رہے اور تحجیل پر محافظت کی وجہ سے۔

### سر کا مسح

(ثُمَّ يَمْسُحُ رَأْسَهُ فَيَبْدَأُ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، پھر متوضی اپنے سر کا مسح کرے) اور افضل یہ ہے کہ (سر کے اگلے حصہ سے مسح کی ابتداء کرے) ورنہ سر کے کسی بھی حصہ کا مسح کرنے سے فرض ادا ہوگا، (فَيَذْهَبُ بِبَيْدَيْهِ إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ يَزُدُهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثًا، اور اپنے دونوں ہاتھ گدی تک لے جائے پھر واپس لائے اس جگہ تک جہاں سے مسح کی ابتداء کی تھی) یعنی مقدم راس، (اس طرح تین بار کرے) اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے وضو کیا جس میں اپنے سر کا مسح تین بار کیا۔

(فَإِنْ كَانَ أَفْرَعًا أَوْ مَا نَبَتَ شَعْرُهُ أَوْ كَانَ طَوِيلًا أَوْ مَصْفُورًا لَمْ يَنْدِبِ الرَّذُّ، اگر متوضی گنجا) بغیر بال والا) ہو یا گنجانہ ہو لیکن اس کو بال نہ آئیں ہوں یا آئیں ہوں لیکن لمبے ہوں یا وہ بال بندھیں ہوئے ہوں) جیسا کہ عورتیں بالوں کی چوٹی وغیرہ بناتی ہیں (تو دونوں ہاتھ واپس ابتداء مسح کی جگہ لانا مستحب نہیں ہے) اگر اس کے باوجود رد کرے تو رد شمار نہ ہوگا، مسح اس طرح کرنا افضل ہے: دونوں انگوٹھے کنپٹیوں پر رکھے اور دونوں

ہاتھوں کے شہادت کی انگلیاں آپس میں ملا کر سر کے آگے سے پیچھے گدی تک لیجائیں، (ایضاً ص ۴۶ ج ۱) پھر رد سے متعلق مذکورہ تفصیل پر عمل کرے (فَلَوْ وَضَع يَدَهُ بِأَمَدٍ بِحَيْثُ بَلَّ مَا يَنْطَلِقُ عَلَيْهِ الْأَسْمُ وَهُوَ بَعْضُ شَعْرَةٍ لَمْ تَخْرُجْ بِالْمَدِّ عَنْ حَدِّ الرَّأْسِ، اگر سر پر اپنا تر ہاتھ رکھے، پھیرے بغیر، اس طرح کہ تر ہو جائے اتنا حصہ جس پر مسح کا نام صادق آئے اور وہ بال کا وہ بعض حصہ ہے جو دراز کرنے سے سر کی حد سے نہ نکلے) اگر نکلے تو یہ مسح کافی نہ ہو گا کیونکہ اس کو سر نہیں کہتے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (سورۃ مائدہ آیت نمبر ۲) اور اپنے سروں کا مسح کرو (أَوْ قَطْرًا وَ لَمْ يَسْلُ أَوْ غَسَلَهُ كَفًى، پانی کا قطرہ پکائے اگر چہ بے نہیں یا سر کے بال کو دھوئے تو کافی ہے) یعنی مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت: ”فلو وضع يده“ سے لیکر ”او غسله“ تک کی تینوں صورتوں کا مسح کافی ہے (فان شق نزاع عما متہ کمل علیہا بعد مسح ما یجب، اگر عمامہ کو نکالنا مشکل ہو تو مسح کی تکمیل عمامہ پر کر لے واجب مسح کرنے کے بعد) تاکہ فرض مسح کی تکمیل ہو جائے، اگر عمامہ کو نکالنا مشکل نہ ہو اور پھر بھی رکھ کر مسح کرے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے اس لئے کہ مشقت قید نہیں اور یہ تکمیل ہو جائے گی، عمامہ کے مانند جو چیز ہوگی اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔

### کانوں کا مسح

(ثُمَّ يَمْسَحُ أُذُنَيْهِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا بِمَا جَدَّ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، پھر اپنے کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح نئے پانی سے کرے تین بار) یہ سنت ہے مصنف اگر اس طرح فرماتے: ”وسن مسح الاذنين ظاهراً و باطنهما“ تو واضح اور اولی ہوتا، ظاہر کان کے باہر والے حصہ کو کہتے ہیں جو سر کی طرف ہے اور باطن اندر والے حصہ کو کہتے ہیں جو چہرہ کی طرف ہے، (ثُمَّ صَمًا حَيْهَ بِمَا جَدَّ يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَإِنَّهُ خَلَّ حَنْصَرَ يَهُ فِيهِمَا، پھر

اپنے کانوں کے سوراخوں کا مسح نئے پانی سے تین بار کرے اس طرح کہ اپنی سب سے چھوٹی دو انگلیاں سوراخوں میں داخل کریں) شارح فرماتے ہیں مصنف کی عبارت سے سوراخوں کا مسح دوسری مستقل سنت معلوم ہوتی ہے لیکن دیگر فقہاء نے کانوں اور سوراخوں ان دونوں کے مسح کو ملا کر ایک ہی سنت کہا ہے اور کانوں کے مسح کا طریقہ اس طرح بتلایا جسکے: انگوٹھا اور شہادت کی انگلی تر کر کے شہادت کی انگلی کان کے اندر گھمائے اور انگوٹھا کان کے باہر والے حصہ پر گھمائے۔

### دونوں پاؤں دھونا

(ثُمَّ يَغْسِلُ رِجْلَيْهِ مَعَ كَعْبِيهِ ثَلَاثًا، پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے) یہ تثلیث فرض نہیں بلکہ سنت ہے فرض ایک بار دھونا ہے، دلیل اللہ کا فرمان ہے: وَارْجُلَيْكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۶) اور (دھوؤ) اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت۔

(فَلَوْ شَكَ فِي تَثْلِيثِ عَضْوٍ، اگر کسی عضو کو تین بار دھونے میں شک ہو جائے) یعنی تین بار دھویا دو بار وغیرہ چاہے یہ شک اعضاء واجبہ کے بارے میں ہو یا مندوبہ کے کوئی فرق نہیں (أَخَذَ بِالْأَقْلِ فَيَكْمُلُ ثَلَاثًا يَقِينًا وَيُقَدِّمُ الْيَمْنَى مِنْ يَدِ وَرَجْلِ، تو کم کو لے اور تین کا عدد یقینی کر لے اور) سنت ہے کہ (دائیں ہاتھ اور پاؤں کو مقدم کرے) بائیں ہاتھ اور پاؤں پر، وضو کی طرح ہر امر شریف میں دائیں کو مقدم کرے اس لئے کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو پسند فرماتے تھے (لَا كَفِّ وَخَدِّ وَأُذُنٍ نَهَ كَهْتَمِيلِي رِخْسَارٍ أَوْ كَانِ) یعنی دائیں ہتھیلی، رخسار اور کان کو ان کے بائیں پر مقدم نہیں کریں گے۔

(فَيَطْهَرُ هُمَا دَفْعَةً، ان میں سے ہر ایک کے دو عضو کو بیک وقت دھویا جائے گا) سہولت کی بناء پر (وَيُطِيلُ الْغُرَّةَ بِأَنْ يَغْسِلَ مَعَ وَجْهِهِ مِنْ رَأْسِهِ وَعَنْقُهُ زَائِدًا عَنِ

الْفَرْضِ وَالتَّحْجِيلِ بَأَنْ يُغْسَلَ فَوْقَ مَزْفَقَيْهِ وَكَعْبَيْهِ وَغَايَتَهُ اسْتِيعَابَ الْعُضُدِ وَالسَّاقِ، اور) سنت ہے کہ (غره کو لمبا کرے) آگے غره کی تفصیل بتلاتے ہیں، (اس طرح کہ چہرہ کے ساتھ سر کے کچھ بال اور گردن کا کچھ حصہ دھوئے جو زائد ہو فرض سے اور) سنت ہے کہ (تجھیل کو لمبا کرے) آگے تجھیل کی تفصیل بتلا رہے ہیں، (اس طرح کہ اپنی کہنیوں اور ٹخنوں سے زائد حصہ دھوئے اور تجھیل کی غایت کہنی کے اوپر سے کندھے تک کے درمیانی حصہ کو اور پنڈلی کو مکمل دھونا) حدیث شریفین کی بناء پر۔

(وَيُؤَالِي الْأَعْضَاءَ، اور) مستحب ہے (اعضاء کو پے درپے دھونا) یعنی ایک عضو خشک ہونے سے قبل دوسرے کو دھونا، چاہے اعضاء واجبہ ہو یا مندوبہ۔

(فَإِنْ فَزَّقَ وَ لَوْ طَوِيلًا صَحَّ بغير تجديدينية، اگر اعضاء وضو دھونے میں تفریق کی اگرچہ طویل) یعنی ایک عضو کے بعد دوسرا عضو تاخیر سے دھوئے (تو وضو صحیح ہوگا تجدید نیت کے بغیر) کیونکہ ایک عضو کے بعد دوسرا عضو تاخیر سے دھونا نیت کو منقطع نہیں کرتا لیکن اعضاء کو پے درپے دھونے کی استحبابیت فوت ہوگی۔

(وَيَقُولُ بَعْدَ فَرَاغِهِ، اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد کہے: اشهد ان لا اله الا الله و حده لا شريك له و اشهد ان محمد عبده و رسوله اللهم اجعلني من التوابين و اجعلني من المتطهرين و اجعلني من عبادك الصالحين سبحانك اللهم و بحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب اليك) یہ کہنا سنت ہے۔

### اختتام وضو پر دعاء توبہ پڑھنے کا راز

وضو میں جتنے اعضاء دھوئے جاتے ہیں اتنی قسم کے گناہوں کو ترک کرنے کی طرف ایماء اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی صورت اور صفائی ظاہر و باطن کی استدعاء اور زبان حال کی دعا ہے اور اس کے بعد دعاء توبہ کو زبان قال سے پڑھنا رحمت الہی کو کھینچنے کے لئے بہت ہی مناسب و مؤکد مدعا ہے کیونکہ جب انسان کا ظاہر پانی سے پاک ہو جاتا

ہے تو یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کا دل بھی اسی طرح پاک و صاف ہو جائے مگر وہاں تو دستِ قدرتِ الہی کے سوا کسی اور کی دسترس نہیں ہو سکتی اس لئے اس مقصد کے حصول کے لئے اسی کے آگے دستِ سوال پھیلا یا جاتا ہے: اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین، ترجمہ: اے اللہ مجھے تائبین اور پاکیزہ دلوں کے گروہ میں کیجئے، (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

(وَلِلَّاهِ غُضَاءٌ اَذْعِبَةُ ثَقَالٌ عِنْدَهَا لَا اَصْلَ لَهَا، اور اعضاء وضوء کے لئے دعائیں ہیں جو اعضا دھوتے وقت پڑھی جاتی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے) سنت میں۔

### وضوء کے آداب

(وَ اَدَابُهُ، اور وضوء کے آداب) یہ ادب کی جمع ہے اور ادب کہتے ہیں ان امور کو جو بطور استحباب مطلوب ہوتے ہیں۔ ادب اور سنت ہم معنی ہیں۔ آداب بہت سارے ہیں ان میں سے جن کو مصنف نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہیں: (اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ، وضوء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے) اس لئے کہ قبلہ اشرف الجهات ہے خصوصاً عبادت کے وقت جبکہ عبادت استقبالِ قبلہ پر موقوف نہ ہو جیسا کہ اس مسئلہ میں وضو کرنا استقبالِ قبلہ پر موقوف نہیں ہے بلکہ آداب میں سے ہے۔

(وَلَا يَتَكَلَّمُ لِغَيْرِ حَاجَةٍ، اور بنا حاجت بات نہ کرے) اس لئے کہ وضو کرنا عبادت ہے اور اس وقت بات کرنا مناسب نہیں [یعنی خلاف مستحب ہے] (وَيَبْدَأُ بِأَعْلَى وَجْهِهِ، اور چہرہ دھوتے وقت اعلیٰ حصہ سے ابتداء کرے) اس لئے کہ اعلیٰ حصہ مشتمل ہے محلِ سجود پر اور یہ اشرف ہے محلِ سجود کے علاوہ سے (وَلَا يَلْطَمُهُ بِالْمَاءِ، اور پانی کو چہرہ پر نہ مارے) نقصان کا اندیشہ ہونے کی وجہ سے (فَإِنْ صَبَّ عَلَيْهِ غَيْرُهُ بَدَأَ بِمِرْفَقَيْهِ وَ كَعْبَيْهِ وَإِنْ صَبَّ عَلَى نَفْسِهِ بَدَأَ بِأَصَابِعِهِ، اگر کسی کے اعضاء وضو پر دوسرا آدمی پانی ڈالتا ہو تو ہاتھوں کو دھوتے وقت اس کی کہنیوں سے اور پاؤں کے وقت اس کے ٹخنوں سے

ابتداء کرے اور اگر کوئی خود اپنے اعضاء پر پانی ڈالتا ہو تو ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں سے ابتدا کرے) یہ بھی آداب میں داخل ہے (وَيَتَعَهَّدُ أَمَاقِي عَيْنِيهِ، اور اپنی دونوں آنکھوں کے گوشوں کا خیال رکھے) یہ سنت ہے اس لئے کہ اس میں پانی پہنچانے سے اس کے اوپر جو چیز محل واجب کی طرف پانی پہنچانے کیلئے مانع ہو وہ دور ہوتی ہے، اگر گوشہ پر کسی چیز کے ہونے کی وجہ سے محل واجب کی طرف پانی کا پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس مانع چیز کو دور کرنا ضروری ہے، جیسا کہ افتاع میں ہے: اما ما ق العين في غسل بلا خلاف فان كان عليه ما يمنع وصول الماء الى المعحل الواجب كالرماس وجبت ازالته وغسل ماتحتہ (ص ۳۷ ج ۱) بہر حال آنکھ کا گوشہ اس کو دھویا جائے گا اس میں کوئی اختلاف نہیں اگر اس پر کوئی ایسی چیز ہو جو مانع ہو محل واجب کی طرف پانی پہنچنے سے جیسے آنکھ سے نکلنے والی چیز تو واجب ہوتا ہے اس کو دور کرنا اور اس کے ماتحت (یعنی محل واجب) کو دھونا، مانع نام ہے آنکھ کے ناک سے ملے حصہ کا، اسی طرح دوسرا حصہ جو کپٹی کی طرف ہے اس کے بھی یہ ہی مذکورہ احکام ہوں گے۔

منہ، ناک اور آنکھ کے اندر کا حصہ چہرہ میں داخل نہیں ہے، افتاع میں ہے: وخرج بظاهره داخل الفم والانف والعين فانه لا يجب غسل ذلك قطعاً وان انفتحا بقطع جفن او شفة لان ذلك في حكم الباطن (ص ۳۷ ج ۱) ظاہر کی قید سے منہ، ناک اور آنکھ کا اندرونی حصہ نکل گیا، اس کا دھونا واجب نہیں اگرچہ پلک یا ہونٹ کے کٹنے سے کھل جائے اسلئے کہ یہ باطن کے حکم میں ہے۔

(وَعَقَبِيهِ وَنَحْوَهُمَا مِمَّا يَخَافُ اغْفَا لَهُ سَيِّمًا فِي الشِّتَاءِ، اور اپنی ایڑیوں کا خیال رکھے اور ان کے مانند چیزوں کا جن کے ترک کا اندیشہ ہو خصوصاً سردی کے موسم میں) جبکہ پانی ٹھنڈا ہو، یہ سنت ہے اس لئے کہ اس میں پانی پہنچانے سے اس کے اوپر جو چیز محل واجب کی طرف پانی پہنچانے کے لئے مانع ہو وہ دور ہوتی ہے، اگر ایڑیوں کے پھٹن

پر کسی چیز کے ہونے کی وجہ سے محل واجب کی طرف پانی کا پہنچنا مانع ہو تو اس مانع چیز کو دور کرنا ضروری ہے، شارح فرماتے ہیں: فیبا لغ فی غسلہما با یصال الماء الی ماتحت الشقوق، واللیات التی تو جد فی العقب وازالۃ ما علیہما من وسخ یمنع ایصال الماء الی البشرة (فیض ص ۳۴ ج ۱) ایڑیوں کے دھونے میں مبالغہ کرے اس طرح کہ ایڑیوں میں پانی جانے والی پھٹن کے اور جھڑیاں کے نیچے تک پانی پہنچائے [جھڑیاں یعنی جیسے بوڑھے آدمی کی جلد لٹک جاتی ہے اور جھڑیاں پر جاتی ہیں] اور وہاں پائے جانے والے میل کچیل کا ازالہ کرے [اس میں مہندی بھی داخل ہے] جو پانی کے چھڑی تک پہنچنے سے مانع ہو، مہندی کا رنگ مانع نہیں ہوتا لہذا اس کے ہوتے ہوئے وضو صحیح ہوگا، اقتناع میں ہے:

ولا اثر لدھن ذائب ولون نحو حناء (ص ۴۱ ج ۱) سیال تیل اور مہندی جیسی چیز کے رنگ کا کوئی اثر نہیں۔

لیکن آج کل "کلر" کی ایک قسم آئیل پینٹ ہے یہ اگر ایڑی یا فرض اعضاء وضو میں سے کسی اور حصہ پر لگ جائے تو اس کو دور کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ مانع ہوتا ہے پانی کو چھڑی تک پہنچنے سے لہذا اس کے مانند کلر اور اس جیسی جو چیز ہو مثلاً گھول نامی مچھلی کا چمکا متصل ہو جائے تو یہ سب شارح کی مذکورہ عبارت وازالۃ ما علیہما الخ کے تحت داخل ہوتے ہیں لہذا ان سب مانع چیزوں کو دور کرنا ضروری ہے ورنہ وضو نہ ہوگا، (وَيُحَرِّكُ خَا تَمًا لِيَدْخُلَ الْمَاءُ تَحْتَهُ، اور انگوٹھی کو حرکت دے تاکہ پانی انگوٹھی کے نیچے داخل ہو) یہ اس صورت میں ہے جبکہ پانی انگوٹھی کے نیچے حرکت دے بغیر داخل ہوتا ہو اور اگر حرکت دے بغیر داخل نہ ہوتا ہو تو حرکت دینا واجب ہے۔

(وَيَحْلِلُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخَنْصَرٍ يَدِ الْيَسْرَى، اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے بائیں ہاتھ کی خنصر سے) خنصر یعنی سب سے چھوٹی انگلی (يَبْدَأُ بِخَنْصَرِ رِجْلِهِ الْيُمْنَى مِنْ اسْفَلٍ وَيَخْتِمُ بِخَنْصَرِ الْيَسْرَى) اور سنت ہے کہ (خلال کی

ابتداء دائیں پاؤں کی خضر سے کرتے ہوئے نیچے سے اوپر لے جائے اور) سنت ہے کہ، (بائیں پاؤں کی خضر پر ختم کرے) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا بھی سنت ہے، اس طرح کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرے، ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال سنت ہے اس صورت میں جبکہ خلال کئے بغیر پانی انگلیوں تک پہنچتا ہو اور اگر اس کے بغیر نہ پہنچتا ہو تو خلال کرنا واجب ہو گا (وَبِكَرْهُ أَنْ يَغْسَلَ غَيْرَ أَعْضَاءَهُ، اور مکروہ ہے اپنے اعضاء وضو دوسرے سے دھلوانا) اس لئے کہ یہ متکبرین کی صفت ہے (الْأَلْعَدْرُ، مگر عذر کی بناء پر) مکروہ نہیں ہے جیسے عمر رسیدہ آدمی ہو وغیرہ (وَتَقْدِيمِ سِوَاهُ، اور) مکروہ ہے (اپنے بائیں ہاتھ اور پاؤں کو مقدم کرنا دائیں ہاتھ اور پاؤں پر) اس لئے کہ اس طرح کی چیزوں میں تیامن وارد ہے اور یہ تیامن کے خلاف ہے (وَالْإِسْرَافُ فِي الْمَاءِ اور) مکروہ ہے (ضرورت سے زائد پانی خرچ کرنا) اگرچہ پانی کی قلت نہ ہو اس لئے کہ وضو کے لئے پانی استعمال کرنے کی مقدار معلومہ وارد ہے اور پانی میں اسراف اس کے خلاف ہے۔

(وَيَنْدَبُ أَنْ لَا يَنْقُصَ مَاءَ الْوُضُوءِ عَنْ مُدٍ وَهُوَ رَطْلٌ وَثُلُثُ بَعْدَ ادْتِيءِ، اور مستحب ہے کہ وضو کا پانی ایک مد سے کم نہ ہو اور مد کی مقدار بغدادی اعتبار سے ایک رطل اور تہائی رطل ہے) یہ حد تقریبی ہے، رطل شرعی بغدادی اس زمانہ میں ناپنے یا تولنے کے لئے استعمال ہوتا تھا، آج کے حساب سے ایک مد کی مقدار نصف لیٹر اور تھوڑا (یعنی ۹۸ ملی لیٹر) زیادہ پانی ہے (وَلَا يَنْقُصُ مَاءَ الْغُسْلِ عَنْ صَاعٍ وَالصَّاعُ خَمْسَةَ أَرْطَالٍ وَثُلُثُ رَطْلٍ بِالْعِرَاقِ، اور) مستحب ہے کہ (غسل کا پانی ایک صاع سے کم نہ ہو اور صاع کی مقدار پانچ رطل اور تہائی رطل ہے عراقی اعتبار سے) یعنی بغدادی اعتبار سے، یہ حد تقریبی ہے، آج کے حساب سے ایک صاع کی مقدار دو لیٹر اور ۳۹۲ ملی لیٹر پانی ہے [یعنی ڈھائی لیٹر سے تھوڑا کم پانی]

(وَلَا يَنْشَفُ أَعْضَاءَهُ، اور) سنت ہے کہ (اپنے اعضاء وضو نہ پوچھے) اس لئے

کہ یہ اثر عبادت ہے لہذا اس کو باقی رکھنا مستحب ہے، اور حضرت میمونہؓ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ



بعد شک کا پیدا ہونا مؤثر نہیں ہوتا مگر نیت کے بارے میں شک ہو جائے فراغتِ عبادت کے بعد تو یہ شک مؤثر ہوگا، بشرطیکہ فراغتِ عبادت کے بعد سے لیکر شک پیدا ہونے تک کا فاصلہ رکنِ فعلی کی مقدار سے لمبا ہو اور اگر کم ہو تو مؤثر نہ ہوگا (حاشیۃ اقتناع ص ۴۱ ج ۱)

(وَيُنْدَبُ تَجْدِيدُ الْوُضُوءِ لِمَنْ صَلَّى بِهِ فَرَصًا وَنَفْلًا، اور مستحب ہے تجدید وضوء اس شخص کے لئے جس نے اس وضوء سے فرض یا نفل نماز پڑھی ہو۔)

### تجدید وضوء کی تعریف

تعریف: وضوء علی الوضوء۔

نماز فرض کی طرح مندرجہ نماز کے لئے بھی تجدید وضوء مستحب ہوگا۔

(وَيُنْدَبُ الْوُضُوءُ لِخَبْنِبٍ يُرِيدُ أَكْلًا أَوْ شَرْبًا أَوْ جَمَاعًا آخَرَ، اور مستحب ہے وضوء کرنا اس جنبی کے لئے جو کھانا، پینا اور سونا یا دوسری بارجماع کرنا چاہتا ہو) جنبی کہتے ہیں جس کو فرض غسل کی حاجت لاحق ہو، یہ استحبابِ حاضرہ اور نفاسِ والی عورت کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ حیض اور نفاس کے ہوتے ہوئے وضوء کرنا مؤثر نہیں ہوگا کیونکہ اس بقاءِ حدث کی وجہ سے طہارت نہ ہوگی، حیض اور نفاس کے منقطع ہونے کے بعد جنبی کی طرح ان دونوں کے لئے بھی کھانے وغیرہ کے لئے تجدید وضوء مستحب ہوگا۔

### بطور اختصار طہارتِ وضوء اور غسل کی حکمت

طہارت اس لئے کی جاتی ہے کہ باطن منور ہو جائے اور اُنس و سرور پیدا ہو اور انکار رویہ دور ہو جائے اور تشویشات و پر اگندگی اور پریشانی و افکار رک جائیں پس طہارت کی روح نور باطن و سرور دل و اطمینان خواطر [یعنی اطمینان کے خیالات کا جمع ہونا] ہے، (احکام الاسلام)

والله اعلم

تم بعون الله تعالى

## (بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخَفَيْنِ)

## (موزوں پر مسح کا بیان)

مسح علی الخفین کہتے ہیں: پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر بصورت مسح ہاتھ پھیرنے کو، یہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

## مسح موزہ کاراز

چونکہ وضوء کا ان اعضاء ظاہرہ کے دھونے پر مدار تھا جو جلد گردوغبار میں آلودہ ہوتے رہتے ہیں اور پاؤں موزوں کے پہننے سے اعضاء باطنہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور نیز عرب میں موزوں کے پہننے کا بہت دستور تھا اور ہر نماز کے وقت ان کے اتارنے میں ایک قسم کی دقت تھی اس واسطے فی الجملہ ان کے پہننے کی حالت میں پاؤں کا دھونا ساقط کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ موزے کے اوپر مسح کر لیا کریں تاکہ پیروں کا دھونا یاد آجائے کیونکہ مسح بھی پیروں کے دھونے کا ایک نمونہ ہے، (احکام الاسلام) [ مسح علی الخفین وضوء کا جزء ہے اور بدل ہے غسل رجلین کا اس لئے مصنف نے اس کو باب الوضوء کے بعد ذکر فرمایا ]

(بِحُجُزِ الْمَسْحِ عَلَى الْخَفَيْنِ فِي الْوَضُوءِ، موزوں پر مسح جائز ہے وضو میں)

غسل میں نہیں، چاہے فرض ہو یا نفل اور پاؤں سے ازالہ نجاست میں بھی نہیں ان دونوں صورتوں میں پاؤں دھونا واجب ہے (لِلْمَسَافِرِ سَفَرًا مُبَاحًا تَقْصُرُ فِيهِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَآيَاتِهِنَّ وَ لِلْمَقِيمِ يَوْمًا وَ لَيْلَةً، مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں جبکہ اس کا سفر مباح ہو اور اتنی مسافت کا ہو جس میں قصر کیا جاتا ہو اور مقيم کے لئے ایک دن اور ایک رات (ہے) آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مسح کرنے کی رخصت دی ہے مسافر کے لئے تین دن، تین راتیں اور مقيم کے لئے ایک دن، ایک رات۔

مسح موزہ مقیم کیلئے ایک دن رات اور مسافر کیلئے تین دن رات مقرر ہونی کی حکمت

جہاں آسانی کر دی گئی ہے وہاں کوئی ایسی چیز بھی مقرر کی گئی ہے کہ جس کی وجہ سے نفس کو عبادت مطلوبہ کے ترک کرنے میں مطلق العنانی نہ ہو جاوے لہذا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کے حاصل کرنے کے لئے ایسی چند باتیں مسح موزہ کے ساتھ بھی مقرر کر دیں مثلاً ایک تو مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات مقرر فرمائی اس لیے کہ ایک دن رات کی ایسی مدت ہے کہ اس کا التزام اور انتظام ہو سکتا ہے بہت سی چیزوں کو جن کا التزام کرنا چاہتے ہیں اسی مدت کے ساتھ ان کا التزام رکھتے ہیں اور تین دن رات کی مدت بھی ایسی ہی ہے، یہ دونوں مدتیں مقیم و مسافر پر ان کی رفع حرج اور تکلیف کے موافق تقسیم کر دی گئی ہیں۔ پھر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں یہ دوسری شرط لگا دی کہ موزوں کو طہارت کی حالت میں پہننا ہوتا کہ پہننے والے کے دل میں اس وقت کی طہارت کا نقشہ جمار ہے، اس لیے کہ موزوں کی حالت میں گرد و غبار کا اثر کم ہوتا ہے پس وہ اس طہارت مسح سے اس طہارت غسل کو یاد کر لیتا ہے اور اس قسم کے مذاکرات کا نفس کی تنبیہ پر پورا اثر ہوتا ہے (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

اگر سفر گناہ کے لئے ہو یا مسافت قصر سے کم ہو تو مسافر کے لئے ایک دن اور ایک رات مسح کی اجازت ہوگی، مقیم اور مسافر کی مدت کے بعد دوبارہ مسح کرنے کے لئے اگر وضو باقی ہو تو صرف پاؤں دھو کر موزے پہننا کافی ہے اس لئے کہ مسح قائم مقام ہے پاؤں دھونے کے لہذا جب مسح باطل ہو گیا تو اب اس کو لوٹائیں گے مسح کے اصل کی طرف اور وہ ہے پاؤں کا دھونا، (مہذب مع شرح مہذب ص ۵۶۸ ج ۱)

(وَابْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِنَ الْحَدَثِ بَعْدَ اللَّبْسِ) مسافر اور مقیم کے لئے (مدت مسح

کی ابتداء موزے پہننے کے بعد حدث لاحق ہونے سے ہوتی ہے) اس وجہ سے کہ مسح کرنا

عبادتِ وقتیہ ہے اور عبادتِ وقتیہ کی ابتداء اس وقت سے شمار ہوتی ہے جہاں سے عبادتِ وقتیہ کا کرنا جائز ہوتا ہے (کفاية الاخیار ج ۱ ص ۶۰) (فَإِنْ مَسَحَهُمَا أَوْ أَحَدَهُمَا حَضَرَ أَيْ سَافَرًا أَوْ سَفَرًا ثُمَّ أَقَامَ أَوْ شَكَّ هَلْ ابْتَدَأَ الْمَسْحَ سَفَرًا أَوْ حَضَرَ أَيْ أَنَّكُمْ مَسَحْتُمْ مُقِيمٍ فَقَطُّ، اگر دونوں موزوں کا مسح کرے یا کسی ایک کا حضر میں پھر سفر کرے) حضر کی مدت مسح کے ختم ہونے سے قبل (یادوں کا مسح کرے یا کسی ایک کا سفر میں پھر مقیم ہو جائے) سفر کی مدت مسح کے ختم ہونے سے قبل (یا شک ہو کہ کیا مسح کی ابتداء سفر میں کی یا حضر میں تو صرف مقیم کے اعتبار سے مسح کی مدت پوری کرے) حضر کی تغلیب ہے اول صورت میں، اقامت کی دوسری میں اور شک کی صورتوں میں مسح مقیم یقینی ہے نہ کہ مسح مسافر، اور مسح خفین رخصت ہے اور رخصت پر عمل یقین کی صورت میں ہوتا ہے۔

(وَلَوْ أَحَدٌ حَضَرَ أَوْ مَسَحَ سَفَرًا أَيْ مَدَّةَ مُسَافِرٍ سِوَا مَنْ مَضَى عَلَيْهِ وَقْتُ الصَّلَاةِ بِكَمَا لِهِيَ فِي الْحَضَرِ أَيْ لَا، اور اگر مسافر) یعنی موزوں پر مسح کا ارادہ رکھنے والے (کو) حدث لاحق ہو جائے اقامت کی حالت میں اور مسح کرے سفر کی حالت میں تو مسافر کے اعتبار سے مسح کی مدت پوری کرے چاہے مسح پر اقامت کی حالت میں نماز کا پورا وقت گزرا ہو یا نہ گزرا ہو) لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کا سفر دائمی ہو اس لئے کہ اعتبار سفر کی حالت میں کئے ہوئے مسح کا ہے نہ کہ حدث کا۔ (فَإِنْ شَكَّ فِي انْقِضَاءِ الْمَدَّةِ لَمْ يَمْسَحْ فِي مَدَّةِ الشَّكِّ، اگر مدت مسح ختم ہونے کے بارے میں شک ہو تو شک کی مدت میں مسح کرنا جائز نہیں) اس لئے کہ مسح رخصت ہے اس لئے مدت میں اگر شک ہو جائے تو اصل کی طرف رجوع ہو گا اور اصل دونوں قدموں کا دھونا ہے، اگر شک ہو کہ مسح حضر میں کیا تھا یا سفر میں تو اس صورت میں بھی یہی مذکورہ حکم ہو گا۔ (فَإِنْ شَكَّ هَلْ أَحَدٌ وَقْتُ الظُّهْرِ أَوْ العَصْرِ بَنَى أَمْرًا - هُوَ عَلَى أَنَّهُ الظُّهْرُ، اگر شک ہو کہ حدث ظہر

کے وقت میں لاحق ہو یا عصر کے وقت میں تو شک کرنے والا اس معاملہ کی ظہر کے وقت حدث لاحق ہونے پر بناء کرے) یعنی اس صورت میں بھی مشکوک وقت میں مسح کرنا جائز نہیں اگر شک دور ہو جائے اور یقین ہو بقاء مدت کا تو مسح کرنا جائز ہو گا۔ (وَلَوْ أَجَنَّبَ فِي الْمُدَّةِ وَجَبَ التَّزَعُّ لِلْغُسْلِ، اور اگر مسح جنبی ہو جائے مدت مسح میں تو غسل کے لئے موزے نکالنا واجب ہے) یہ اس صورت میں ہے جبکہ پاؤں دھونا ممکن نہ ہو اگر موزے رکھ کر پاؤں دھونا ممکن ہو تو غسل صحیح ہو گا لہذا نکالنا واجب نہیں لیکن مسح باطل ہو گا کیونکہ مبطل مسح چیزوں میں ایک چیز موجب غسل کا پیش آنا ہے۔

مسح علی الخفین باطل ہو جاتا ہے تین چیزوں سے: (۱) انکے اتارنے سے (۲) مدت ختم ہونے سے (۳) موجبات غسل پیش آنے سے (ص ۱۰۰ ج ۱ کفایۃ الاخیار) حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے بھی یہی مذکورہ حکم ہو گا۔

### موزوں پر مسح کے شرائط

(وَشَرَطُهُ أَنْ يَلْبَسَهُ عَلَى وَضُوءٍ كَامِلٍ، اور موزہ کی شرط) یعنی موزہ پر جو اِزِ مسح کی شرط (یہ ہے کہ اس کو مکمل طہارت کے بعد پہننے) ایک پاؤں دھویا اور موزہ پہنا اسی طرح دوسرا دھویا اور موزہ پہنا تو مسح کرنا جائز نہ ہو گا چونکہ اس نے مکمل طہارت یعنی دونوں پاؤں دھونے کے بعد موزے نہیں پہنے (وَأَنْ يَكُونَ طَاهِرًا، اور) دوسری شرط (یہ ہے کہ موزے پاک ہوں) ناپاک موزہ پر مسح صحیح نہ ہو گا، (سَاتَرًا لِجَمِيعِ مَحَلِّ الْقَرَضِ) اور تیسری شرط یہ ہے کہ (دونوں پاؤں کے مکمل فرض حصہ کو چھپانے والے ہوں) موزہ کے پھٹنے وغیرہ کی بناء پر پاؤں کا کوئی فرض حصہ نظر آجائے تو مسح کرنا جائز نہ ہو گا (مَا يَعَالِفُوذِ الْمَاءِ) اور چوتھی شرط یہ ہے کہ (موزے ایسے ہوں جو مانع ہوں پانی اندر آنے سے) یعنی محل خرز کے علاوہ سے پانی اندر آنے سے مانع ہوں اگر محل خرز سے پانی پیر تک

پہنچ جائے تو موزہ پر مسح کرنا جائز اور صحیح ہوگا، محل خرز کہتے ہیں موزہ کا وہ حصہ جو سلائی وغیرہ کے ذریعہ جوڑا گیا ہو (منجد الطلاب ص ۱۵۹)

(يُمْكِنُ مُتَابَعَةُ الْمَشِيِّ عَلَيْهِمَا لِتَرَدِّدِ مُسَافِرٍ لِحَاجَاتِهِ سَوَاءَ كَانَ مِنْ جِلْدٍ أَوْ لَبَدٍ) اور پانچویں شرط یہ ہے کہ (موزے پہن کر پے در پے چلنا ممکن ہو مسافر) وغیرہ (کی آمد و رفت کے لئے حاجت کی بناء پر چاہے موزے چمڑے کے ہوں یا ٹاٹ کے) یعنی اون سے بنائے گئے ہوں۔

(أَوْ حَرِيقٍ مُطَبَّقَةٍ أَوْ خَشَبٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ، يَأْكُطُرُ عَ كَ تَبْتِهْ طُكْرُوسَ عَ موزے بنائے گئے ہوں یا لکڑی یا اس کے علاوہ سے بنائے گئے ہوں) جیسے تانبے یا کانچ کے اس لئے کہ سبب اباحت ہے اور یہ ان تمام موزوں میں موجود ہے (أَوْ مَشْفُوقًا شَدَّ بِشَرَجٍ، يَأْطُطُّ هَوَّيْ موزے ہوں تو ان کی پھٹن کو عری سے ملائے) عری کہتے ہیں کاج کو اور مدار اس بات پر ہے کہ محل فرض میں سے کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔

(وَلَوْ لَبَسَ خُفَّافِي رَجُلٍ لِيَمْسَحَهُ وَيَغْسِلَ الْأُخْرَى أَوْ ظَهَرَ مِنَ الرَّجُلِ شَيْئٌ وَإِنْ قَلَّ مِنْ حَرِيقٍ فِي الْخُفِّ لَمْ يَجُزْ، اور اگر متوضی ایک موزہ پہنے ایک پاؤں میں تاکہ اس پر مسح کرے اور دوسرا پاؤں دھوئے یا موزہ میں پھٹن ہونے کی وجہ سے پاؤں کے محل فرض میں سے کچھ حصہ ظاہر ہو جائے اگرچہ تھوڑا ہو تو مسح کرنا جائز نہیں) دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ جواز مسح سہولت کے لئے ہے مثلاً سردی وغیرہ سے بچنے کی غرض اور یہ حاصل ہوتی ہے دونوں موزے پہن کر لہذا اگر دونوں نہ پہنے تو اس کو لوٹائیں گے اصل کی طرف اور وہ ہے دونوں پاؤں کا دھونا، دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ ایسی صورت میں پاؤں کا دھونا واجب ہوتا ہے، ایک پاؤں والا شخص دو پاؤں والے کی طرح ہے چاہے دھوئے چاہے مسح کرے۔

## الجر موق

(وَ الْجُرْمُوقُ هُوَ خُفٌّ فَوْقَ خُفٍّ، اور جر موق: جر موق کہتے ہیں موزہ پر پہنے جانے والے موزہ کو) یہ ہے جر موق کی تعریف، مصنف علیہ الرحمہ آگے جر موق کا حکم جو از مسح اور عدم جواز مسح سے متعلق بیان فرماتے ہیں۔ (فَإِنْ كَانَ الْأَعْلَى قَوِيًّا وَالْأَسْفَلَ مُخْتَرَفًا فَلَهُ مَسْحُ الْأَعْلَى، اگر اعلیٰ) اوپر والا موزہ (قوی ہو اور اسفل) نیچے والا موزہ (پھیٹا ہو) ہو تو اُس کے لئے اعلیٰ پر مسح جائز ہے) اس لئے کہ یہ اُس کے حق میں موزہ ہے اور اُس کے نیچے والا لفافہ کے حکم میں ہے، اور لفافہ کہتے ہیں اُس کو جو پاؤں وغیرہ پر لپیٹا جائے۔ منجر الطلاب میں ہے: اللفافة: ما يلف على الرجل وغيرها الخ (ص ۶۸۷) لفافہ کہتے ہیں جو پاؤں وغیرہ پر لپیٹا جائے (وَإِنْ كَانَ الْقَوِيَّيْنِ أَوْ الْقَوِيَّ الْأَسْفَلَ لَمْ يَكْفِ مَسْحُ الْأَعْلَى، اور اگر دونوں قوی ہوں یا اسفل قوی ہو تو اعلیٰ پر مسح کافی نہ ہوگا) یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اعلیٰ کا مسح کرتے وقت تری اسفل تک نہ پہنچے۔

(فَإِنْ وَصَلَ الْبَلْبَلُ مِنْهُ إِلَى الْأَسْفَلَ كَفَى، اگر تری اعلیٰ سے اسفل تک پہنچ جائے تو اعلیٰ پر مسح کافی ہوگا، سَوَاءٌ قَصَدَ مَسْحَهُمَا أَوْ الْأَسْفَلَ فَقَطُّ أَوْ أَطْلَقَ، چاہے دونوں کے مسح کا قصد کرے یا صرف اسفل کے مسح کا یا مطلق مسح کا قصد کرے) یعنی متعین طور پر کسی کا قصد نہ کرے (لَا إِنْ قَصَدَ الْأَعْلَى فَقَطُّ، اعلیٰ پر مسح کرنے سے صرف اعلیٰ کے مسح کا قصد کرے تو مسح کافی نہ ہوگا) اس لئے کہ اس صورت میں اس موزہ کا قصد نہیں کیا جس پر مسح کافی ہوتا ہے اور وہ نچلا موزہ ہے (وَيُسْنُّ مَسْحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَ أَسْفَلِهِ وَ عَقْبِهِ، اور سنت ہے موزوں کے اعلیٰ و اسفل حصہ کا اور ان کے ایڑیوں کا مسح کرنا) اعلیٰ کہتے ہیں بالائی حصہ کو، اسفل کہتے ہیں نچلے حصہ کو اور ایڑی کہتے ہیں پچھلے حصہ کو (خَطُوطًا بِإِلَّا اسْتِيعَابٍ وَلَا تَكَرَّارٍ) اور سنت ہے کہ موزوں پر مسح (لکیریں کھینچنے کی صورت میں ہو) یہ ایک مستقل سنت ہے (نہ استیعاب ہو) یعنی نہ مکمل موزے کا مسح ہو، اس لئے کہ

بالاستیعاب مسح خلاف اولیٰ ہے (اور تکرار) یعنی مسح ایک سے زائد مرتبہ (نہ ہو) تکرار مکروہ ہے اس لئے کہ یہ موزوں کو کمزور کرتا ہے اور مسح رخصت ہے جس کی بنیاد تخفیف پر ہے لہذا تکرار اس کے منافی ہوتا ہے۔

آگے مصنف علیہ الرحمہ مسح کا طریقہ بتلاتے ہیں، (فَيَضَعُ يَدَهُ الْيُسْرَى تَحْتَ عَقِبِهِ وَيُمْنَاهُ عِنْدَ أَصَابِعِهِ وَيُمِرُّ الْيَمْنَى إِلَى السَّاقِ وَالْيُسْرَى إِلَى الْأَصَابِعِ، مَأْخِ ابْنَابَايَاں ہاتھ اپنی ایڑی کے نیچے رکھے اور دایاں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں) کے اوپر کی جانب (کے کنارے پر رکھے اور دایاں ہاتھ) اوپر ہی کی جانب (لائے پنڈلی تک اور بائیں ہاتھ) چلی ہی جانب (لائے پاؤں کی انگلیوں کے کنارے تک) دونوں پاؤں کا مسح اسی طرح کرے یہ طریقہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وارد ہے، یہ طریقہ تمام طریقوں سے بہت آسان ہے اور یہ اکمل طریقہ ہے۔ (فَإِنْ اِقْتَصَرَ عَلَى مَسْحِ أَقْلٍ جُزْءٍ مِنْ ظَاهِرِ أَعْلَاهُ مُحَاذِيًا لِمَحَلِّ الْفَرْضِ كَفَى، اگر موزے کے اوپر کے اس ظاہری حصّہ کے اقل پر اقتصار کرے جو محل فرض کے مقابل ہو تو کافی ہوگا) اس لئے کہ موزے کے اوپر اس حصّہ میں مسح کی مقدار واجبہ مکمل ہوتی ہے جہاں پاؤں کا دھونا فرض ہوتا ہے، اقل سے مراد: جس پر مسح کے نام کا اطلاق ہو سکے، اقل المسح ما يطلق عليه اسم المسح من محل فرض الغسل فى الزجل من اعلی الخف فلا يجوز الاقتصار على المسح على أسفله (كفاية ص ۴۳ ج ۱) اذلم یرد الاقتصار على شئ منها كما ورد الاقتصار على الا على (فتح الوهاب ص ۱ ج ۱) جس پر مسح کا اطلاق ہو سکے اتنی مقدار واجب ہے، اور مسح موزے کے اوپر اس حصّہ میں ہو جہاں قدم کا دھونا فرض ہوتا ہے، نیچے والے حصّہ پر اقتصار کرنا جائز نہیں کیونکہ اسفل حصّہ پر اقتصار وارد نہیں جیسا کہ اعلیٰ پر وارد ہے۔

(وَإِنْ اِقْتَصَرَ عَلَى الْأَسْفَلِ أَوِ الْعَقَبِ أَوِ الْحَرْفِ أَوِ الْبَاطِنِ مِمَّا يَلِي الْبَشْرَةَ فَلَا، اور اگر موزے کے اسفل یا ایڑی یا کنارے یا اندرونی حصّہ جو چمڑی سے متصل رہتا

ہے، کے مسح پر اقتصار کرے تو مسح کافی نہ ہوگا،) اس لئے کہ ان پر اقتصار وارد نہیں ہے (وَمَتَّى ظَهَرَتِ الرَّجُلُ بِنَزَعٍ أَوْ بَخْرَقٍ وَهُوَ بَوْضُوءِ الْمَسْحِ كَفَّاهُ غَسَلَ الْقَدَمَيْنِ فَقَطُّ) ، اور جب پاؤں ظاہر ہو جائے موزہ نکلنے یا پھٹنے کے سبب سے درانحالیکہ متوضی نے وضو میں خفین پر مسح کیا ہو تو اس کیلئے صرف پاؤں دھونا کافی ہے) یعنی اعادہ وضو کی ضرورت نہیں کیونکہ موزہ کا نکلنا یا پھٹنا مبطل مسح ہے نہ کہ مبطل وضو، اشکال اور جواب: یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ مسح تو حدث کے بعد کیا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسح ناقض مسح کے لازم آنے کی بناء پر ہے۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

## (باب اسباب الحدت)

## حدت کے اسباب کا بیان)

یہاں حدت سے مراد حدتِ اصغر ہے، اور ان کو نواقض وضو بھی کہتے ہیں، حدت لغت میں نئی شئی کو کہتے ہیں اور شرع میں اس اعتباری امر کو کہتے ہیں جو اعضاء میں قائم ہوتا ہے اور روکتا ہے نماز کو جب مرخص نہ ہو اور اس کا اطلاق ان اسباب پر بھی ہوتا ہے جن سے طہارت کی انتہاء ہوتی ہے اور اس پر مرتب ہونے والے منع پر بھی اور یہاں مراد ثانی ہے۔

## خروج بول وبرزورح سے امر وضو کی وجہ

خروجِ ریح و بول و براز کی بدبو سے اندرونی حالتِ نفس کو ایک قسم کی نجاست و بیہوشی وضعف لاحق ہوتا ہے اور ملائکہ سے بعد ہو جاتا ہے اور شیاطین و جنات اس کو گھیر لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خروجِ ریح و بول و براز کے وقت اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ اور غُفْرَانِکَ پڑھنے کا امر فرمایا "یعنی اے میرے خُدا میں نجاستوں اور جنوں اور خبیثوں و شیاطین سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری مغفرت چاہتا ہوں۔" پس اسی کے بعد امر وضو کا ہوا کیونکہ وضو سے نجاست و بیہوشی وضعف دور ہو جاتا ہے اور ملائکہ سے قرب اور شیاطین و خبائث سے دوری حاصل ہوتی ہے۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں) مذکورہ چیزوں کے نکلنے سے امر تیمم کی بھی یہی وجہ ہے (ایضاً)

(وہی اَرْبَعَةٌ: اَحَدُهَا الْخَارِجُ مِنْ قَبْلِ اَوْ دُبْرِ اَوْ ثَقْبَةٍ، تَحْتَ السَّرْوَةِ مَعَ

اَنْسَادِ الْمَخْرَجِ الْمَعْتَادِ عَيْنًا اَوْ رِيْحًا مُعْتَادًا اَوْ نَادِرًا كَذُوْقَةٍ وَحَصَاةٍ، اور اسباب حدت چار ہیں ان میں پہلا سبب وہ چیز جو نکلے اگلی، پچھلی شرمگاہ سے یا ناف کے نیچے کے سوراخ سے اصل مخرج و منفذ کے بند ہوتے ہوئے چاہے خارج عین ہو یا ریح، معتاد ہو یا نا



سے خارج شدہ چیز ناقض نہیں ہوتی۔ لایسند المعتاد و نیفتح فوق السرة۔۔۔۔۔ قطع الجہور بانہ لا ینتقض۔ (الجموع ص ۸ ج ۲) منفذ اصلی بند نہ کیا جائے اور مصنوعی منفذ ناف کے اوپر بنا دیا جائے تو جہور کا یہ فیصلہ ہے کہ اس سے جو چیز خارج ہو وہ ناقض وضو نہیں ہوتی۔ یہ مذکورہ حکم مرد، عورت اور اگلی پچھلی شرمگاہ سب کے لئے یکساں ہے (ص ۹ ج ۲) مذکورہ چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں منفذ سے کسی چیز کا نکلنا وہ ناقض وضو تو ہوتا ہے لیکن اس منفذ کو چھونے سے وضوء اور اس میں شرمگاہ داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ حیث قلنا ینقض الخارج منه هل یجب لوضوء یمسه والغسل بالایلاج فیہ؟ فیہ وجہان مشہوران اصحہما بالانفاق لا یجب لانہ لیس بفرج (المجموع ص ۹ ج ۲) جس صورت میں منفذ سے کسی چیز کے خارج ہونے کو ہم نے ناقض وضو قرار دیا ہے تو کیا اس منفذ کو چھونے سے وضوء اور اس میں شرمگاہ داخل کرنے سے غسل واجب ہوگا؟ اس مسئلہ میں دو وجہ مشہور ہیں جن میں اصح وجہ کے اعتبار سے نہ وضوء واجب ہوگا اور نہ غسل چونکہ یہ شرمگاہ نہیں ہے۔

(الْأَمْنِیَ فَإِنَّهُ یُوجِبُ الْغُسْلَ وَ لَا یَنْقُضُ الْوُضُوءَ، مگر منی یہ غسل کو واجب کرتی ہے اور وضوء کو نہیں توڑتی) اثناع میں ہے: خروج منی فلا ینتقض وضوءہ بذلک لانہ اوجب اعظم الامرین وهو الغسل بخصوصہ فلا یوجب ادو نہما وهو الوضوء، خروج منی سے وضوء نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ منی نے دو امر میں سے بڑے امر غسل کو واجب کر دیا خاص طور پر لہذا ادنیٰ وضوء کو واجب نہیں کرے گی (ص ۲۵ ج ۱) جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: ما اوجب اعظم الامرین بخصوصہ لا یوجب اھو نہما بعمومہ (الاشباہ ص ۲۴۹) جو چیز دو امر میں سے کسی بڑے امر کو خاص طور پر واجب کرتی ہو وہ ہلکے امر کو اپنے عموم سے واجب نہیں کرتی۔ مجموع میں ہے لا الخارج الواحد لا یوجب طہارتین (ص ۴ ج ۲) نکلنے والی ایک چیز دو طہارت کو واجب نہیں کرتی لہذا صرف غسل کو واجب کر دیا (ایضا ص ۵۵ ج ۱)

منی کے موجب غسل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: انما الماء من الماء (کفایہ ص ۳۳ ج ۱) غسل خروج منی کی وجہ سے ہے۔

(وَصُورَةٌ ذَلِكَ أَنْ يَنَامَ مُمَكِّنًا مَقْعَدَهُ فَيَحْتَلِمُ أَوْ يُنْظَرُ بِشَهْوَةٍ فَيَنْزِلُ، اور اس کی) یعنی خروج منی ناقض وضو نہ ہونے کی (صورت یہ ہے کہ آدمی سوئے اپنی سرین (کو) زمین سے (ٹیک کر پھر احتلام ہو جائے، یا دیکھے شہوت سے پھر منی خارج ہو جائے) یہ دوسری صورت ہے،

(وَالْأَفَلُو جَامِعٌ أَوْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَانزَلَ انْتَقَصَ بِاللَّمْسِ وَبِالْتَّوْمِ، ورنہ) یعنی اب نقص وضو کی دو صورتیں بتلاتے ہیں (اگر جماع کرے یا سوئے پہلو کے بل) یعنی غیر متمکن ہو کر مطلب یہ ہیکہ کو لہے زمین سے ٹیکے ہوئے نہ ہو (پھر منی خارج ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا) پہلی صورت میں، (چھونے کی وجہ سے) جو جماع کے وقت پایا گیا (اور) دوسری صورت میں غیر متمکن ہو کر (سونے کی وجہ سے۔)

بول و براز اور جماع کرنے کے وقت خانہ کعبہ کی طرف

پُشت اور مُنہ کرنا منع ہونے کی حکمت

(۱) خانہ کعبہ خدا تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے پس خانہ کعبہ کی تعظیم خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے اور اس میں کمی خدا تعالیٰ کی تعظیم میں کمی ہے اس لیے خانہ کعبہ کاج فرض ہو گیا۔ اور اس کی تعظیم کا اس طرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اس کا طواف نہ کیا کریں۔ نماز میں اس کے سامنے کھڑے ہوں ضرورت بشری یعنی بول و براز و جماع کے وقت اس کے سامنے نہ ہوں نہ اس کی طرف پُشت کریں کیونکہ یہ امر بے ادبی میں داخل ہے وجہ یہ ہے کہ جس سے عمد اُبے ادبی سرزد ہوتی ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کی اس سخت دلی کا اثر اس کے متعلقین و اقارب پر بھی سرایت کرتا ہے:

بے ادب تہانہ خود راداشت بد      بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

وَمَنْ يُعْظَمَ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (سورہ حج آیت نمبر ۳۲)

یعنی خدا تعالیٰ کے نشانوں کی تعظیم و ادب کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کے دلوں میں تقویٰ ہے لہذا آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اذاتیم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها: یعنی جب تم جائے فراغت میں آؤ تو قبلہ کو منہ نہ کرو اور نہ اس کو پشت کرو، (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

(الْثَّانِي زَوَالِ عَقْلِهِ) چار اسباب حدیث میں سے (دوسرا سبب حدیث یہ ہے کہ متوضی کی عقل ختم ہو جائے) چاہے نیند سے یا جنون وغیرہ سے (أَلَا النَّوْمُ قَاعِدًا مُمَكِّنًا مَقْعَدَهُ مِنَ الْأَرْضِ سِوَاءَ الرَّكْبِ وَالْمُسْتَبْدِ وَلَوْ لَشَيْءٍ لَوْ أَرِيلَ لَسَقَطَ وَغَيْرُهُمَا، مگر سویا ہو اس حالت میں کہ اس کے کوہے زمین) یا لکڑی یا چٹان وغیرہ (سے ٹکے ہوئے ہوں چاہے سوار ہو) جانور یا کشتی وغیرہ پر، (چاہے مستند) ٹیک لگانے والا (اگرچہ ٹیک ایسی چیز سے لگایا ہو کہ ہٹائے تو گر جائے اور ان دونوں کے علاوہ) یعنی راکب اور مستند کے علاوہ جیسے زمین پر چارزانوں بیٹھا ہو آدمی۔

(فَلَوْ نَامَ مُمَكِّنًا فَزَالَتْ أَلْيَتَاهُ قَبْلَ انْتِبَاهِهِ انْتِقَاصًا، اگر متوضی سوئے متمکن ہو کر) زمین وغیرہ سے (پھر اس کے کوہے جگہ سے ہٹ جائیں بیدار ہونے سے قبل تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا) اس لئے کہ کوہے جس وقت جگہ سے ہٹ گئے اس وقت وہ غیر متمکن رہا اور یہ ناقض وضو ہے۔

نیند سے وضو ٹوٹنے کی وجہ

نبی ﷺ فرماتے ہیں: العينان و كاء السه فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله: یعنی سرین کا بند آنکھیں ہیں کیونکہ جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور رتخ وغیرہ کے نکلنے کا گمان غالب ہو جاتا ہے (ایضاً)

(أَوْ بَعْدَهُ أَوْ مَعَهُ أَوْ شَكَّ أَوْ سَقَطَتْ يَدُهُ عَلَى الْأَرْضِ وَ هُوَ نَائِمٌ مُمَكِّنٌ مَقْعَدَهُ أَوْ نَعَسَ وَ هُوَ غَيْرُ مُمَكِّنٍ وَ هُوَ يَسْمَعُ وَلَا يَفْهَمُ أَوْ شَكَّ هَلْ نَامَ أَوْ نَعَسَ أَوْ هَلْ نَامَ مُمَكِّنًا أَوْ غَيْرَ مُمَكِّنٍ فَلَا يَنْقُضُ، یا کو لہے جگہ سے ہٹ جائیں نائم کے بیداری کے بعد یا بیدار ہونے کے ساتھ یا شک ہو جائے) کہ کو لہے اپنی جگہ سے بیداری سے پہلے علیحدہ ہوئے یا بیداری کے بعد میں (یا اس کا ہاتھ زمین پر متمکن ہو کر سونے کی حالت میں گرے یا وہ اونگھے درانحالیکہ کو لہے زمین پر نکلے ہوئے نہ ہوں اور اونگھ یہ ہے کہ حاضرین کا کلام سنے اور سمجھے نہیں یا اس کو شک ہو کہ سو گیا یا اونگھا یا اس کو شک ہو کہ سوتے وقت کو لہے نکلے ہوئے یا اٹھے ہوئے تھے تو وضو نہیں ٹوٹے گا) یعنی مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت "اوبعدہ" سے لیکر "او غیر ممکن" یہاں تک کی تمام صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ ان تمام صورتوں میں با وضو ہونا یقینی ہے اور شک ہے نقض وضو میں ایسی صورت میں شک یقین کو نہیں توڑتا لہذا با وضو سمجھا جائے گا (الثَّالِثُ التَّمَاءُ شَيْءٌ وَإِنْ قَلَّ مِنْ بَشَرَتَيْ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّيْنِ وَلَوْ بَعِيرٍ شَهْوَةً وَ قَصِدِ حَتَّى اللَّسَانِ وَالْأَشَلِّ وَالزَّائِدِ) چار اسباب حدت میں سے (تیسرا سبب حدت اجنبی مرد و عورت کی جلد کے کسی حصہ کا ملنا اگرچہ تھوڑا ہو اور بغیر شہوت و بغیر قصد و ارادہ کے ہو یہاں تک کہ زبان اور شل و زائد عضو) مطلب یہ ہے کہ ان کو بھی چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، شل اس عضو کو کہتے ہیں جو کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور زائد عضو کہتے ہیں جیسے کسی کی چھ انگلیاں ہو تو چھٹی انگلی کو اور اگر کوئی چیز حائل ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا، فان كان بينهما حائل ولور قيقافلا نقض (انوار السنينة ص ۶۵) اگر لاس (چھونے والا) اور لموس (جسکو چھویا گیا) کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ حائل شدہ چیز پتلی ہو۔

(الْأَسْنَاءُ وَظُفْرًا أَوْ شَعْرًا أَوْ عَضْوًا مَقْطُوعًا، مگر دانت اور ناخن اور بال اور کٹے

ہوئے کسی عضو کو چھونا) ناقض وضو نہیں اگرچہ ان کو دیکھنے یا چھونے سے لذت حاصل

کرے اس لئے کہ ان کو چھونے میں مظنة الشهوة نہیں ہے، اگر مسوڑھے کو، ناخن کے ساتھ انگلی کے سرے کو اور بال کے ساتھ جلد کو چھوئے تو وضو ٹوٹے گا جیسا کہ اقیاع میں ہے: والبشرة ظاهر الجلد وفي معناها اللحم كالحم الاسنان واللسان واللثة وباطن العين (ص ۱۵۷ ج ۱) اور بشرة ظاہری جلد کو کہتے ہیں اور اس کے معنی میں ہے گوشت جیسے دانتوں کا گوشت اور زبان اور مسوڑھے اور آنکھ کا اندرونی حصہ، مطلب یہ ہے کہ ان کو چھونے سے وضو ٹوٹ جائے گا، (وَيَنْقُضُ هَرَمًا، اور بہت بوڑھے کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) یہی حکم ہو گا بہت بوڑھی کو چھونے کا، اور ملموس کا بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، هل ينتقض وضو الملموس؟ فيه قولان مشهوران (احدهما) و صح الاكثرون الانتقاض (شرح مہذب ص ۲۷۲ ج ۲) کیا ملموس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس میں دو قول مشہور ہیں جن میں سے ایک قول جس کو اکثر لوگوں نے صحیح قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ معنی المحتاج میں ہے: وَالْمَلْمُوسُ كَالْمَسِّ فِي نَقْضِ وَضُوئِهِ فِي الْاِظْهَرِ لِاسْتَوَائِهِمَا فِي لَذَةِ اللَّمَسِ كَالْمَشْرَكِينَ فِي لَذَةِ الْجَمَاعِ فَهَهُمَا (ص ۳۵ ج ۱) جس طرح لامس یعنی چھونے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اظہر قول کے اعتبار سے ملموس کا یعنی جسکو چھویا گیا اس کا بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے چونکہ چھونے کی لذت میں لامس اور ملموس دونوں یکساں ہیں جیسا کہ جماع کی لذت میں دونوں مشترک ہیں۔ لیکن ملموس میت ہو تو یہ مستثنیٰ ہے۔

(وَمَيْتٌ، اور میت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) لامس یا لامسہ کا لیکن میت کا نہیں ٹوٹتا (لَا حَرَمٌ، محرم مرد و عورت کی جلد ملنے سے وضو نہیں ٹوٹتا) مگر شہوت سے چھوئے تو حرام ہو گا جیسا کہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے ہو تو حرام ہے (کفایہ) لہذا چھونا بد رجبہ اولیٰ حرام ہو گا، محرم مرد و عورت سے مراد وہ جن کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو جیسے

حقیقی بھائی، بہن وغیرہ لیکن جن سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام نہ ہو جیسے سالی (بیوی کی بہن) اگر اس کے بدن کو ہاتھ لگے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ حرمت تابیدی نہیں ہے بلکہ وقتی ہے یعنی جب تک بیوی نکاح میں ہے اس وقت تک سالی سے نکاح حرام ہے جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: (لامحرم) فلا ینتقض وضوء رجل وامرأة بینہما محرمة بان حرم نکاحہما علی التابید بنسب اور ضاع او مصاہرة (انوار المسالک ص ۷۱) ان مرد و عورت کا بدن ملنے سے وضو نہیں ٹوٹتا جن دونوں کے درمیان محرمیت ہو یعنی جن کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو نسب یا رضاعت یا سسرالی رشتہ کی وجہ سے (و طفلاً لا یشتہی فی العادة، اور ایسا بچہ جو عادت شہوت کو نہ پہنچا ہو) تو وضو نہیں ٹوٹتا، یہی حکم ہو گا بچی کا، آج کل ٹی وی اور عریانیت کے دور میں بچہ یا بچی عادت و عرفاً جس عمر میں شہوت کو پہنچتی ہو اس کا اعتبار ہو گا کیونکہ بلوغ شہوت کا مدار عادت و عرف پر ہے جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: فالمتعبر بلوغ الشهوة عادة و عرفاً (انور ص ۱۷) اعتبار کیا جائے گا بلوغ شہوت کا عادت و عرف سے،

(فَلَوْ شَكَ هَلْ لَمَسَ امْرَأَةً امْرَأَةً جَلَا أَوْ شَعْرًا أَوْ بَشْرَةً أَوْ اجْنِبِيَّةً أَوْ مَحْرَمًا مَالَمَ يَنْقُضُ، اگر شک ہو کہ عورت کو چھویا یا مرد کو یا) شک ہو کہ (بال کو چھویا یا جلد کو یا) شک ہو کہ (اجنبیہ کو چھویا یا محرمہ کو تو وضو نہیں ٹوٹے گا) شک کی بناء پر، اجنبیہ سے مراد وہ عورت جس سے نکاح جائز ہے اور محرمہ سے مراد جس سے نکاح حرام ہے۔

(الْأَرْبَعُ مَسَّ فَرْجِ الْأَدْمِيِّ بِنَاطِنِ الْكَفِّ وَالْأَصَابِعِ خَاصَّةً) چار اسباب حدت میں سے (چوتھا سبب حدت آدمی کی شرمگاہ کو چھونا خاص طور پر ہاتھ اور انگلیوں کے اندرونی حصہ سے) اس متعینہ حصہ کے علاوہ باقی بدن کے کسی حصہ سے شرمگاہ کو چھونا سرزد ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا (وَلَوْ سَهَّوْا أَوْ بَلَ شَهْوَةً قَبْلًا أَوْ دُبْرًا، اگر چہ چھونا

بھول کر ہو یا بغیر شہوت کے چاہے اگلی شرمگاہ ہو یا پچھلی) مطلق حدیث کی بناء پر، خستین کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قال اصحابنا لا ینقض مس الانثیین۔ وانما ینقض نفس الذکر (شرح مہذب ص ۲۴۱ ج ۲) حضرت شوافع فرماتے ہیں خستین کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا فقط نفس ذکر کو چھونا ناقض ہے، اور عورت کی اگلی شرمگاہ جہاں سے پیشاب وغیرہ خارج ہوتی ہے اس جگہ کے کنارے تک کے حصہ کو چھونا اور عورت و مرد کی پچھلی شرمگاہ کے حلقہ کو چھونا (ایضا ص ۲۳ ج ۲) کوئی چیز حائل ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ حائل شدہ چیز پتلی ہو (انوار السنیہ ص ۶۵)

(ذَكَرَ اَوْ اَنْثَىٰ مِنْ نَفْسِهِ اَوْ غَيْرِهِ، مذکر ہو یا مؤنث اپنی شرمگاہ ہو یا دوسرے کی) اس لئے کہ جب اپنی شرمگاہ چھونا باوجود بد تہذیبی نہ ہونے کے ناقض ہے تو غیر کی چھونا بدرجہ اولیٰ ناقض وضو ہے جبکہ اس میں بد تہذیبی بھی ہے، (المجموع ص ۵۴ ج ۲) (وَلَوْ مِنْ مَيْتٍ وَ طِفْلٍ وَ مَحَلِّ جَبِّ، اگرچہ میت اور بچہ کی ہو) اس میں بچی بھی شامل ہے (اور محل جب ہو) اس لئے کہ محل جب ذکر کی اصل ہے اور اس کو چھونے سے خروج منی کا اندیشہ ہوتا ہے اسلئے کہ یہ شہوت کو ابھارتا ہے اور حرکت پیدا کرتا ہے۔ (وان اکتسب جلدًا، اگرچہ محل جب پر جلد آگئی ہو) جب سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے ذکر کو کاٹ دیا جائے اس لئے کہ جلد آجانے سے اصل ذکر ہونے سے نہیں نکلتا (او اشَلَّ وَا لَوْ مَقْطُوعًا، یا شرمگاہ شل ہو اگرچہ کٹی ہوئی ہو) مذکورہ تمام صورتوں میں وضو ٹوٹے گا، شرمگاہ کا کچھ حصہ مقطوع ہو اور اس کو چھوئے تو بھی وضو ٹوٹے گا جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: (و) کذا (لو) کان الفرج (مقطوعًا) منہ ششی (انوار ص ۱۸) اور اسی طرح اگر شرمگاہ کا کچھ حصہ کٹا ہو [اور چھوئے تو وضو ٹوٹے گا] (وَبِيْدٍ سَلًا، اور) مذکورہ نقض وضو کی تمام صورتوں میں (شل ہاتھ سے چھونا) بھی ناقض وضو ہے اس

حدیث کی بنا پر کہ: جو شخص اپنی شرمگاہ چھوئے اس کو چاہیے کہ وضو کرے، اس کو روایت کیا ہے ترمذی رحمہ اللہ نے۔

(لَا فَرْجَ بَيْهَمَةٍ، جانور کی شرمگاہ چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا) اس لئے کہ اس کے لئے نہ ستر دکھانے کی حرمت ہے اور دوسرے کے لئے نہ اس طرف دیکھنے کی حرمت ہے (وَلَا بَرْدُ وَسِ الْأَصَابِعِ وَمَا بَيْنَهَا وَحَرْفِ الْكَفِّ، اور انگلیوں کے سرے اور ان کے درمیانی حصہ سے اور ہتھیلی کے کنارہ سے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا) اس لئے کہ ہتھیلی کا کنارہ ہتھیلی کی سمت سے خارج ہے اور نقض وضو مختص ہے ہاتھ کے اندرونی حصہ کے ساتھ اور اس سے مراد ہتھیلی اور انگلیوں کا اندرونی حصہ ہے [اسی وجہ سے انگلیوں کے سرے سے اور ان کے درمیانی حصہ سے چھونا ناقص وضوء نہیں] ہاتھ کے اندرونی حصہ سے مراد ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر رکھنے سے جو حصہ ہتھیلی اور انگلیوں کا پوشیدہ رہتا ہے وہ ہے (وَلَا يَنْقُضُ فَيْءَ وَفَصْدُ وَرُعَافٍ وَفَهْقَهَةُ مُصَلِّ، قی اور فصد اور رُعَاف سے اور نماز پڑھنے والے کی زور کی ہنسی سے وضو نہیں ٹوٹتا) قی: کہتے ہیں کسی چیز کا معدہ کی طرف پہنچ کر واپس آنا چاہے پانی ہو اور تغیر بھی نہ ہو، (حاشیہ شروانی علی تحفة المتحاج ص ۲۹۴ ج ۱) فصد: کہتے ہیں: نشتر چھو کر خون نکالنے کو اور رُعَاف: کہتے ہیں: ناک سے نکلنے والے خون کو، (وَ أَكُلَ لَحْمِ جَزْوَرٍ، اور اونٹ کا گوشت کھانے سے) وضو نہیں ٹوٹتا، اس کی وجہ سے نقض وضو کی حدیث وارد ہے لیکن وہ منسوخ ہے، (وَ غَيْرُ ذَلِكَ، اور ان چیزوں کے علاوہ) مطلب یہ ہے کہ ذکر کردہ غیر ناقص چیزوں کے علاوہ بھی چیزیں غیر ناقص ہیں جیسے عمر سے بالغ ہونا یعنی اگر کوئی ۱۴ سال کا ہونے کی وجہ سے بالغ ہو تو یہ بالغ ہونا ناقص وضو نہیں اسی طرح امر د جمیل کو چھونا ناقص وضو نہیں۔

## وضو میں شک

(وَمَنْ تَيَقَّنَ حَدَثًا وَشَكَّ فِي رِتْفَاعِهِ فَهُوَ مُحَدِّثٌ، اور جس کو یقین ہو حدت کا اور شک ہو ارتفاعِ حدت میں) یعنی بعد الحدت وضو کرنے میں شک ہو، (تو وہ محدث شمار ہو گا) یعنی با وضو نہ ہو گا اس وجہ سے کہ یقین ہے حدت کا اور شک ہے ارتفاعِ حدت میں اور فقہی قاعدہ ہے: یقین لایزال بالشک (اشباہ) یقین شک سے زائل نہیں ہوتا لہذا وہ محدث شمار ہو گا) (وَمَنْ تَيَقَّنَ طَهْرًا أَوْ شَكَّ فِي رِتْفَاعِهِ فَهُوَ مُتَطَهِّرٌ، اور جس کو یقین ہو طہر کا اور شک ہو ارتفاعِ طہر میں) یعنی بعد الطہر حدت لاحق ہونے میں شک ہو (تو وہ متطہر ہو گا) یعنی با وضو ہو گا، یقین پر عمل کرتے ہوئے۔

(وَإِنْ تَيَقَّنَهُمَا وَشَكَّ فِي السَّابِقِ مِنْهُمَا فَإِنْ لَمْ يَعْرِفْ مَا كَانَ قَبْلَهُمَا أَوْ عَرَفَهُ وَكَانَ طَهْرًا أَوْ كَانَ عَادَتُهُ تَجْدِيدَ الْوَضُوءِ لَزِمَهُ الْوَضُوءُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَادَتُهُ تَجْدِيدَ الْوَضُوءِ أَوْ كَانَ حَدَثًا فَهُوَ الْإِنْ مُتَطَهَّرَ، حدث و طہر دونوں کے پائے جانے کا یقین ہو اور اس بات میں شک ہو کہ ان دونوں میں سے مقدم اور پہلا کون ہے اگر ان دونوں) یعنی فجر کے بعد حدت و طہر (سے پہلی کی حالت کا علم نہ ہو) جیسے کہ معلوم نہ ہو کہ فجر سے پہلے اپنی حالت کیا تھی (یا) فجر سے (پہلی حالت معلوم ہو اور وہ حالت طہر کی تھی اور اس کی عادت تجدید وضو کی ہو تو وضو لازم ہو گا) مذکورہ دونوں صورتوں میں اس لئے کہ جب فجر سے پہلے کی حالت معلوم نہیں تو ہو سکتا ہے اس نے پہلے حدت کیا ہو بعد میں وضو اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے وضو پہلے کیا ہو بعد میں حدت لاحق ہو اہو تو تردد اور شک کے ساتھ نماز پر اقدام نہیں کرنا چاہیے، اس طرح فجر سے پہلے وہ طاہر تھا لیکن اس کی عادت تجدید کی تھی تو احتمال ہے کہ اس نے وضو علی الوضوء کیا ہو بعد میں حدت لاحق ہو اہو اس لئے اس صورت میں بھی تردد و شک کے ساتھ نماز پر اقدام نہیں کرنا چاہیے، (اور اگر اس کی عادت تجدید وضو کی نہ ہو یا اس کو حدت لاحق تھا) فجر سے قبل (تو اب وہ متطہر ہو گا) وضو لازم نہیں

مطلب یہ ہیکہ اگر فجر سے پہلے طہارت تھی اور تجدید کی عادت نہیں تھی تو پھر فجر کے بعد عادت یہی ہے کہ حدت کیا، پیشاب وغیرہ، بعد میں وضو کیا تو با وضو شمار ہوگا وضو کی حاجت نہیں، اسی طرح اگر فجر سے قبل حالت حدت میں تھا تو عادت یہی کہ پہلے پیشاب وغیرہ کریگا بعد میں وضو تو اس صورت میں بھی وہ با وضو شمار ہوگا، وضو کرنے کی ضرورت نہیں، نماز پڑھے گا۔

### حدت اصغر کی وجہ سے حرام چیزیں

(وَمَنْ أَحَدَثَ حَزْمٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَسُجُودُ التَّلَاوَةِ وَالشُّكْرِ، اور جس کو حدت لا حق ہو اس پر حرام ہے نماز) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز کو قبول نہیں کرتے (اور سجدہ تلاوت و شکر) اس لئے کہ یہ دونوں نماز کے معنی میں ہیں (وَ الطَّوَّافُ، اور طواف کرنا) اگرچہ نفل ہو، آپ ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طواف میں کلام کو مباح فرمایا ہے۔ (وَحَمْلُ الْمُصْحَفِ وَلَوْ بِعِلَاقَتِهِ أَوْ فِي صَنْدُوقِهِ وَمَسُّهُ، اور قرآن اٹھانا اگرچہ اس کے جزدان سے ہو) جزدان: سے مراد جو پہلے زمانہ میں قرآن رکھنے کے لئے کپڑے کا بنایا جاتا تھا (یا صندوق میں ہو) یعنی اس کو بھی اٹھانا حرام (اور قرآن کو چھونا) بھی حرام ہے آپ ﷺ نے فرمایا قرآن پاک کو پاک آدمی چھوئے، جب چھونا حرام ہے تو اٹھانا بدرجہ اولیٰ حرام ہوا (سَوَاءَ الْمَكْتُوبِ وَمَا بَيْنَ الْأَسْطُرِّ وَالْحَوَاشِي، چاہے حروف کو چھوئے چاہے قرآن کے لکیروں اور کناروں کے درمیانی حصہ کو چھوئے) یعنی حاشیہ والا حصہ، یہ سب چھونے کی حرمت میں برابر ہے اس لئے کہ ان کو بھی قرآن کہا جاتا ہے (وَجِلْدُهُ، اور اس کی جلد کو چھونا) اس لئے کہ یہ اسی کا حصہ ہے، جلد کہتے ہیں: کو رپیج کو، اگر جلد قرآن سے جدا ہو جائے تو اس کو چھونے کی حرمت وعدم حرمت میں اختلاف ہے لیکن اصح قول کے مطابق چھونا حرام ہے (وَعِلَاقَتُهُ، اور اس کے جزدان کو چھونا) یہ حرمت اس صورت میں ہے جبکہ جزدان قرآن

سے متصل ہو جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: [و] حرم مس [علاقته] كذلك ای المتصلة (فیض ص ۴۴ ج ۱) اور حرام ہے قرآن کے جزدان کو چھونا جبکہ متصل ہو۔

(وَ خَرِيطَةٌ وَ صَنْدُوقُهُ وَ هُوَ فِيهِمَا، اور اس کے خریطہ اور صندوق کو چھونا جبکہ قرآن ان میں ہو) یہ حرمت اس لئے ہے کہ جب ان میں قرآن ہے تو وہ قرآن کے جزء کی طرح ہوئے اور اگر ان میں قرآن نہ ہو تو چھونا حرام نہیں کیونکہ اب قرآن کے جزء کی طرح ہونے سے خارج ہوئے، جزدان قرآن سے متصل نہ ہو تو اس کا بھی یہ ہی حکم ہوگا، خریطۃ تھیلا کو کہتے ہیں (وَ كَذَلِكَ يَحْزَمُ مَسٌّ وَ حَمَلٌ مَا كَتَبَ لِدِرَاسَةٍ وَ لَوْ آيَةً كَمَا لِللَّوْحِ وَ غَيْرِهِ، اور اسی طرح حرام ہے چھونا اور اٹھانا اس کو جو) قرآن میں سے (لکھا گیا سیکھنے کے لئے اگرچہ ایک آیت ہو) یا اس کا بعض حصہ، (جیسے تختی اور اس کے علاوہ) اس لئے کہ یہ مصحف کے مشابہ ہے (وَيَحِلُّ حَمَلُ مُصْحَفٍ فِي امْتِعَةٍ، اور سامان میں قرآن اٹھانا جائز ہے) مجموع میں ہے: و اما اذا حمل المصحف في متاع يجوز لا نه غير مقصود (ص ۴۷ ج ۲) سامان میں قرآن اٹھانا جائز ہے چونکہ مقصود قرآن کا اٹھانا نہیں۔

(وَ حَلَّ حَمَلُ دِرَاهِمٍ وَ دَنَانِيرٍ وَ خَاتَمٍ وَ ثَوْبٍ كُتِبَ عَلَيْهِنَ الْقُرْآنُ، اور جائز ہے، درہم اور دنانیر اور انگوٹھی اور کپڑے کو اٹھانا جن پر قرآن لکھا گیا ہو) اس لئے کہ یہ مصحف کے مشابہ نہیں اور ان پر اسم مصحف کا اطلاق نہیں ہو تا لہذا احکام قرآن ثابت نہیں ہوں گے۔

درہم، درہم اور درہام چاندی کے سکہ کو کہتے ہیں جو معاملہ کے لئے ڈھالے جاتے تھے اور یہ یونانی کلمہ ہے، منجد الطلاب میں ہے: [الدِّرْهَمُ وَ الدِّرْهَمُ وَ الدِّرْهَامُ] قطعة من فضة مضروبة للمعاملة، والكلمة يونانية ج دِرَاهِمٌ، والدراهم عند المولدين يطلق على النقود جميعا (ص ۱۹۷) درہم، درہم اور درہام چاندی کا سکہ جو معاملہ کے

لئے بنایا گیا اور کلمہ یونانی ہے ان کی جمع دراهم ہے اور دراهم مولدین کے نزدیک تمام نقود پر بولا جاتا ہے، اس کے مختلف نام ہیں وہ یہ:

- (۱) درہم شرعی
- (۲) درہم بغلی
- (۳) درہم خوارزی
- (۴) درہم طبری، (الایضاح والتبیین فی معرفة المکیال والمیزان)

دنایہ جمع ہے دینار کی، دینار کہتے ہیں سونے کے سکہ کو، منجر الطلاب میں ہے [الدینار] ضرب من النقود الذهبية ج دنایہ الخ (ص ۲۰۹) دینار کہتے ہیں نقود ذہب کی ایک قسم کو (جو بطور سکہ استعمال ہوتا تھا) (الایضاح والتبیین فی معرفة المکیال والمیزان) اس کی جمع دنایہ ہے۔ تبرک کے طور پر قرآن یا آیتیں یا آیت لکھی ہوئی پرچی جسے سٹیکر کہتے ہیں جو دوکان اور مکان وغیرہ میں چسپاں کرتے ہیں اس کو اٹھانا اور چھونا جائز ہے، شارح فرماتے ہیں: اما المکتوب للتبرک کا التمام والنقد فیحل حملها ومسها من غیر طہارة (انوار ص ۱۸) تبرک کے لئے لکھا ہوا جیسے تعویذ اور سکہ اس کا اٹھانا اور چھونا بلا طہارت جائز ہے، (و کُتِبَ فِیْهِ وَ حَدِیْثٍ وَ تَفْسِیْرِ فِیْهَا قُرْآنِ بَشَرٍ طِ اَنْ یَّکُوْنَ غَیْرُ الْقُرْآنِ اَکْثَرُ، اور فقہ اور حدیث اور تفسیر کی کتابیں جن میں قرآن ہو اٹھانا اور چھونا جائز ہے بشرطیکہ غیر قرآن زیادہ ہو) اس لئے کہ ان کو مصحف نہیں کہا جاتا (المجموع ص ۷۵ ج ۲)

و اما اذا حمل کتاب فقہ و فیہ آیات من القرآن او کتاب حدیث فیہ آیات فو جہان مشہوران اصحہما بالا تفاق جوازہ لانه لیس بمصحف۔ فقہ [و تفسیر] اور حدیث کی کتاب جس میں قرآن کی چند آیتیں ہوں تو اصح قول کے اعتبار سے بالاتفاق اٹھانا جائز ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ کتاب کو مصحف نہیں کہا جاتا۔ (المجموع ص ۷۵ ج ۲) اگر

قرآن زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو حرام ہے: فان كان القرآن اكثر او تساوي حرم ذلك (منهج الطلاب مع فتح الوهاب ص ۲۵ ج ۱) اگر قرآن زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو حرام ہے، قرآن کے ورق کو لکڑی یا اس جیسی چیز مثلاً پین سے چھونا جائز ہے۔ فتح الوهاب میں ہے: وحل قلب ورقه بعودا ونحوه لانه (ليس بحمل) ولا في معناه بخلاف مالو قلبه بیده ولو بلف خرقة عليها۔ (ص ۸ ج ۱) جائز ہے قرآن کے ورق کو لکڑی یا اس جیسی چیز سے لٹنا چونکہ یہ نہ تو اٹھانا ہے اور نہ اس کے معنی میں ہے۔ بخلاف ہاتھ کے اگرچہ اس پر کیڑا لپیٹا ہو۔

شارح فرماتے: قال الامام النووي في المنهاج قلت الاصح حل قلب ورقه بعودا وبه قطع العراقيون والله اعلم قال شارحه المحلى لانه ليس بحمل ولا في معناه (فيض الاله المالک ص ۴۴ ج ۱) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج میں فرمایا میں کہتا ہوں کہ اصح قول کے مطابق جائز ہے قرآن کے ورق کو لٹنا لکڑی (یا اس جیسی چیز) سے اور یہی عراقیوں کا فیصلہ ہے واللہ اعلم منہاج کے شارح محلی فرماتے ہیں اس لئے کہ یہ نہ تو اٹھانا ہے اور نہ اس کے معنی میں ہے،

### تفسیر جلالین

بے وضو تفسیر جلالین چھونا جائز ہے لیکن ورع اور تقویٰ یہ ہے کہ نہ چھوئے، تر شیخ میں ہے: رایت فی فتاوی الجمال الرملی انه سئل عن تفسیر الجلالین هو مساو لقرآن او قرآنہ اکثر فاجاب بان شخصامن الیمن تتبع حروف القرآن والتفسیر فوجدہ اکثر حروفا فعلم انه يحل حملہ مع الحدیث علی هذا اھ کر دی قال الباجوری والورع عدم حمل تفسیر الجلالین (ص ۲۹) صاحب کتاب فرماتے ہیں میں نے فتاوی جمال رملی میں دیکھا کہ آپ سے تفسیر جلالین کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیا تفسیر قرآن کے برابر ہے یا قرآن تفسیر سے زیادہ ہے۔؟۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ

یعنی کے ایک شخص نے تفسیر اور قرآن کے حروف کو ٹٹولا اور شمار کیا تو اس نے تفسیر کے حروف کو زیادہ پایا لہذا معلوم ہوا کہ بے وضو تفسیر جلالین کو اٹھانا" اور چھونا" جائز ہے۔ کر دی باجوری کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ ورع اور تقویٰ یہ ہے کہ نہ اٹھائے" اور نہ چھوئے"۔

(وَيُمْكِنُ الصَّبِيُّ الْمُحَدِّثُ مِنْ حَمَلِهِ وَمَسِّهِ، اور محدث میز بچہ کو موقع اور قدرت دینا قرآن اٹھانے اور چھونے کے اعتبار سے جائز ہے) یہ اُس صورت میں ہے جبکہ سیکھنے کی حاجت ہو ورنہ ولی اور معلم پر بچہ کو طہارت کا مکلف بنانا واجب ہے [اور پھر اس کے ہاتھ میں قرآن دینا جائز ہے] مجموع میں ہے:

وان كان مميذا فهل يجب على الولي ومعلمه تكليفه الطهارة لحمل المصحف واللوح ومسهما؟ فيه وجهان مشهوران اصحهما عند الاصحاح لا يجب للمشقة۔ (ص ۷۵ ج ۲) اگر بچہ میز ہو تو کیا قرآن اور قرآن کی تختی اٹھانے اور چھونے کے لئے اس بچہ کو طہارت کا مکلف بنانا ولی اور معلم پر واجب ہے؟ اسمیں دو وجہ ہیں جن میں اصح وجہ یہ ہے کہ واجب نہیں چونکہ مشقت ہے، یہ مذکورہ حکم کہ ولی اور معلم پر مکلف بنانا واجب نہیں اس صورت میں ہے جبکہ میز طلبہ کو قرآن سیکھنا ہو، فتح الوہاب میں ہے: فمحل عدم الوجوب اذا كان ذلك للدراسة الخ (لحاجة تعلمه ص ۸ ج ۱) اگر میز طلبہ کو قرآن سیکھنا ہو تو طہارت کا مکلف بنانا واجب نہیں چونکہ سیکھنے کی حاجت ہے، غیر میز بچہ کے ہاتھ میں قرآن دینا جائز نہیں واما الصبي فان كان غير مميذ لم يجز لوليہ تمكينه من المصحف لئلا ينتهكه، ولی کے لئے غیر میز بچہ کے ہاتھ میں قرآن دینا جائز نہیں تاکہ بے ادبی نہ کرے۔ (المجموع ص ۷۵ ج ۲)

(وَلَوْ كَتَبَ مُحَدِّثٌ أَوْ حُنْبٌ قُرْآنًا وَلَمْ يَمَسَّهُ وَلَمْ يَحْمِلْهُ جَازًا، اور اگر محدث یا جنبی قرآن لکھے درانحالیکہ نہ اس کو چھوئے اور نہ اٹھائے تو جائز ہے) چھونے اور اٹھانے

کی حرمت سے خالی ہونے کی بناء پر، محدث سے مُراد جس کو حدت اصغر لاحق ہو اور جنبی سے مراد جس کو حدت اکبر لاحق ہو۔

(وَلَوْ خَافَ عَلَى الْمُصْحَفِ مِنْ حَرَقٍ أَوْ غَرَقٍ أَوْ يَدِ كَافِرٍ أَوْ نَجَاسَةٍ وَجَبَ أَخْذُهُ مَعَ الْحَدِيثِ وَالْجَنَابَةِ إِنْ لَمْ يَجِدْ مُسْتَوْدَعًا لَهُ لَكِنْ يَتَيَمَّمُ إِنْ قَدَرَ، اور اگر محدث یا جنبی کو خوف ہو قرآن شریف جلنے یا ڈوبنے یا کافر کے ہاتھ میں چلے جانے یا نجاست میں گرنے کا تو ان صورتوں میں اس پر حدت اور جنابت کے باوجود قرآن شریف اٹھانا واجب ہے اگر حفاظت قرآن کے لئے مستودع) یعنی مسلمان (نہ پائے) چونکہ قرآن کی حفاظت اور اکرام کرنا واجب ہے (المجموع ص ۷۷ ج ۲) (لیکن) یعنی باوجود حدت اور جنابت کے قرآن شریف اٹھانا واجب ہونے کی صورت میں (تیمم کرنا واجب ہے اگر قادر ہو) اس لئے کہ یہ بدل ہے طہارت ماء کا، اگر مستودع پائے تو حدت اور جنابت کے باوجود قرآن شریف اٹھانا ممنوع ہو گا۔

(وَيَحْرُمُ تَوْسُدُهُ وَغَيْرِهِ مِنْ كُتُبِ الْعِلْمِ، اور حرام ہے قرآن شریف اور اس کے علاوہ کتب شرعیہ کو تکیہ بنانا) اس لئے کہ اس میں تحقیر اور اہانت ہے، اس کے علاوہ ہر وہ صورت اختیار کرنا جس میں قرآن شریف اور کتب شرعیہ کی تحقیر اور اہانت ہو حرام ہے مگر چوری کا خوف ہو تو تکیہ بنانا یا اس کے علاوہ اہانت آمیز صورت اختیار کرنا حرام نہیں جائز ہے، يحرم التوسد بكتب العلمية الشرعية الا اذا خيف سرقتها فلا يحرم و الظاهر ان غير ه مما فيه آية او آيات من القرآن كذلك: شرعی کتابوں پر ٹیک لگانا حرام ہے مگر چوری کا خوف ہو تو نہیں اور شرعی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابیں جن میں قرآن کی ایک آیت یا زائد ہوں ان کا حکم بھی شرعی کتابوں کی طرح ہے۔ (الا اعلام والا ہتمام ص ۳۰)

والله تعالى اعلم

تم بعون الله تعالى

## (بَابُ قَضَاءِ الْحَاجَةِ)

## (حاجت کو دور کرنے کا بیان)

بعض نسخوں میں "باب آداب قضاء الحاجة" اس طرح ہے، آداب مد کے ساتھ ہے اور ادب کی جمع ہے، ادب لغت میں امر مستحب کو کہتے ہیں لیکن یہاں مراد امر مطلوب ہے چاہے مندوب ہو یا واجب، مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کی ابتداء مندوبات سے کی، فرماتے ہیں:

(يُنْدَبُ لِمُرِيدِ الْخَلَاءِ أَنْ يَنْتَعَلَ، مستحب ہے بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرنے والے کے لئے کہ چپل پہنے) اس لئے کہ یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے، یا اس کے مانند ہر وہ چیز اپنانا مستحب ہے جو گندگی سے پاؤں کی حفاظت کرے، خلاء کہتے ہیں خالی جگہ کو اور عرف میں قضاء حاجت کے لئے بنائی ہوئی جگہ کو کہتے ہیں اور اس میں ساکن شیطان کے نام سے موسوم کیا گیا (الْاَلْعُذْرُ، مگر عذر کی بناء پر) یعنی چپل یا اس کے مانند چیز نہ پائے یا پائے مگر پاؤں میں تکلیف ہونے کی وجہ سے پہن نہ سکے تو بلا پہنے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں (وَيَسْتَشْرُؤُ اسَهُ، اور) مستحب ہے کہ (اپنا سر ڈھانکے) اس لئے کہ یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے، سر ڈھانکنا چاہے ٹوپی سے ہو چاہے رومال وغیرہ سے ہو۔

(وَيُنْتَحَى مَا فِيهِ ذِكْرُ اللَّهِ وَرَسُوْلِهِ وَكُلِّ اسْمٍ مُعْظَمٍ، اور) مستحب ہے کہ (جس چیز میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر ہو اور ہر معظم نام ہو) جیسے انبیاء اور فرشتوں کے نام مثلاً محمد ﷺ یا جبریل (اُس شیئی کو داخل ہونے سے پہلے علیحدہ کرے) تعظیم ذکر اور اسم معظم کی بناء پر مطلب یہ ہے کہ ہم بیت الخلاء میں جس چیز کے ساتھ داخل ہوں گے اگر اس پر ذکر اللہ یا ذکر رسول ﷺ ہو یا معظم نام ہو تو پہلے اس شیئی کو علیحدہ کرے اور پھر داخل ہو (فَإِنْ دَخَلَ بِالْحَاتِمِ صَمَّ كَفَّهُ عَلَيْهِ، اگر کوئی شخص بیت الخلاء میں انگوٹھی) جس پر کوئی معظم چیز مکتوب ہو یعنی اللہ یا اُس کے رسول ﷺ کا ذکر ہو یا کسی نبی کا نام ہو

وغیرہ (پہن کر داخل ہو جائے) چاہے عمداً ہو یا سہواً (تو انگوٹھی پر اپنی ہتھیلی رکھے) تاکہ جتنا ممکن ہو اکرام کے پیش نظر معظم چیز پوشیدہ رہے اسی طرح مجموع میں ہے: وَاِذَا كَانَ مَعَهُ خَاتَمٌ فَقَدْ قَلْنَا يَنْزِعُهُ قَبْلَ الدُّخُولِ فَلَوْلَمْ يَنْزِعْهُ سَهْوًا أَوْ عَمْدًا وَدَخَلَ فَقِيلَ يَضُمُّ عَلَيْهِ كَفَهُ لِنَلَا يَظْهَرُ (ص ۸۱ ج ۲) استنجاء کرنے والا انگوٹھی پہننا ہو تو بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل نکالے اگر نہ نکالے اور بھول کر یا جان بوجھ کر داخل ہو جائے تو انگوٹھی پر اپنی ہتھیلی رکھے تاکہ ظاہر نہ ہو۔

(وَيُهِتَىٰ أَحْبَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ) اور) مستحب ہے مستنجی کے لئے کہ (استنجاء کے ڈھیلوں کا انتظام کرے) استنجاء سے پہلے اگر ڈھیلوں سے استنجاء کرنا ہو تو (وَيَقُولُ عِنْدَ الدُّخُولِ بِسْمِ اللَّهِ اَللَّهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبَيْثِ وَالْخَبَائِثِ وَعِنْدَ الْخُرُوجِ غُفْرًا اَنْتَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِىْ اَذْهَبَ عَنِّى الْاَذَى وَعَافَانِى) اور) مستحب ہے کہ بیت الخلاء میں (دخول کے ارادہ کے وقت کہے) یعنی یہ دعا پڑھے: (بِسْمِ اللَّهِ اَللَّهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبَيْثِ وَالْخَبَائِثِ) داخل ہوتا ہوں اللہ کے نام سے، اے اللہ: میں پناہ مانگتا ہوں تیری مذکر و مؤنث شیاطین سے۔)

وَيَسْتَحَبُّ لِقَاضِي الْحَاجَةِ قَائِلًا عِنْدَ ارَادَةِ دُخُولِ بَيْتِ الْخَلَاءِ فَانْ اغْفَلَ ذَلِكَ حَتَّى دَخَلَ قَالَ بِقَلْبِهِ- بَيْتِ الْخَلَاءِ فِي دَاخِلٍ هُوَ كَارَادَةِ كَرْتِ وَقْتِ اسْتِنْجَاءِ كَرْنِ وَالِ كَ لَئِى دَعَاءِ پڑھنا مستحب ہے لیکن اگر دعا پڑھنے میں غفلت ہو یہاں تک کہ بیت الخلاء میں داخل ہو جائے تو دل سے پڑھے (انور السنیة ص ۵۵)

(اور) مستحب ہے کہ (نکلتے وقت کہے) یعنی نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھے: (غُفْرًا اَنْتَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِىْ اَذْهَبَ عَنِّى الْاَذَى وَعَافَانِ) اے اللہ میں آپ سے مغفرت چاہتا ہوں، تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دہ چیزیں دور کی اور مجھے عافیت عطا کی،)

بیت الخلاء جانے اور اس سے نکلنے کے وقت اَعُوذُ وَغَفَرْتُكَ پڑھنے کی وجہ

بیت الخلاء میں جانے کے وقت اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھنا اس لئے مستحب ہے کہ اس جگہ شیاطین جمع رہتے ہیں اس لئے کہ ان کو نجاست بھاتی ہے۔ اور بیت الخلاء سے نکلنے کے وقت غَفَرْتُكَ کہے کیونکہ بیت الخلاء میں ذکر الہی ترک ہو جاتا ہے اور شیاطین سے مخالطت کا وقت ہوتا ہے اس سے مغفرت مانگنی مناسب ہے (احکام اسلام عقل کی نظر میں)

(وَيُقَدِّمُ دَاخِلًا يَسَارَةً وَخَارِجًا يَمِينَةً، اور) مستحب ہے کہ (بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اپنے بائیں پاؤں کو پہلے داخل کرے) کیونکہ یہ اس گندگی کے مناسب ہے، (اور نکلنے کے وقت دائیں پاؤں کو پہلے نکالے) اسلئے کہ یہ گندگی کے علاوہ کے لئے مناسب ہے۔

(وَلَا يَخْتَصُّ ذِكْرَ الدُّخُولِ لِلْخَلَاءِ وَالْخُرُوجِ وَتَقْدِيمِ الْيَسْرَى وَالْيَمِينَى وَتَنْحِيَةِ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ بِالْبَيْنَانِ بَلْ يُشْرَعُ بِالصَّحْرَاءِ أَيْضًا، اور بیت الخلاء میں دخول و خروج کے وقت کی دعائیں پڑھنا اور بائیں و دائیں پاؤں کو مقدم رکھنا اور جس چیز میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر ہو اس کو علیحدہ کرنا) یہ تمام مستحبات (بستی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جنگل میں بھی مشروع) اور مطلوب (ہیں) اس لئے کہ جنگل اگر چہ وہ شیاطین کی پناہ گاہ نہیں ہوتی لیکن قضاء حاجت کی وجہ سے وہ ان کے لئے پناہ گاہ ہو جاتی ہے لہذا صحراء کا حکم بنیان کی طرح ہوا (وَلَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتَّى يَدْنُو مِنَ الْأَرْضِ، اور) مستحب ہے کہ قضاء حاجت کے وقت (اپنے کپڑے نہ اٹھائے یہاں تک کہ زمین سے قریب ہو جائے) تاکہ ستر کی حفاظت ہو [چونکہ ستر دکھانا اور دیکھنا دونوں حرام ہے]

(وَيُرِي خِيَةَ قَبْلِ انْتِصَابِهِ، اور) جب قضاء حاجت سے فارغ ہو جائے تو مستحب ہے کہ (کھڑا ہونے سے پہلے اپنے کپڑے چھوڑ دے) تاکہ ستر کی حفاظت ہو

(وَيَعْتَمِدُ فِي الْجُلُوسِ عَلَى يَسَارِهِ، اور) مستحب ہے کہ قضاء حاجت کے لئے بیٹھنے کی حالت میں اپنے بائیں پاؤں پر سہار لے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اس طور پر کہ اس کی انگلیاں زمین پر رکھے اور باقی حصہ کو اٹھائے اس لئے کہ اس سے پیشاب اور پاخانہ صاف ہو جاتا ہے (وَلَا يُطِيلُ، اور) مستحب ہے کہ (زیادہ دیر نہ بیٹھے) اس لئے کہ زیادہ دیر بیٹھنے سے پیٹ کو تکلیف پہنچتی ہے اور کہا گیا ہے کہ بواسیر کی بیماری پیدا ہوتی ہے (وَلَا يَتَكَلَّمُ، اور) مستحب ہے کہ قضاء حاجت کے وقت (بات نہ کرے) بلا عذر اس لئے کہ فرشتوں کو تکلیف پہنچتی ہے (فَإِذَا انْقَطَعَ الْبَوْلُ مَسَحَ بِيَسَارِهِ مِنْ ذُبُرِهِ إِلَى رَأْسِ ذَكَرِهِ وَيَنْشُرُ بِلُطْفٍ ثَلَاثًا، پھر جب پیشاب سے فارغ ہو جائے تو اپنے بائیں ہاتھ میں ڈھیلا لے کر در کی جانب سے ذکر کے سرے تک پونچھے) عورت: اپنے عانہ کو دبائے (اور) اس کے بعد (زمری سے ذکر کو تین مرتبہ جھٹکے) تاکہ پیشاب کا قطرہ اگر باقی ہو تو خارج ہو جائے، اس کو استبراء کہتے ہیں اور یہ جھٹکنے کی طرح کھانسنے اور چلنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

### حکم استبراء

اگر غالب گمان ہو پیشاب کے مکمل منقطع ہونے کا تو استبراء مندوب ہو گا ورنہ یعنی غالب گمان ہو پیشاب کے مکمل منقطع نہ ہونے کا تو واجب ہو گا۔

(وَلَا يَبُولُ قَائِمًا بِلا عَذْرِ، اور) مستحب ہے کہ (بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے) اس لئے کہ مکروہ ہے لیکن اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں، (وَلَا يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ فِي مَوْضِعِهِ اِنْ خَافَ تَرَّ شُشَا، اور) مستحب ہے کہ (قضاء حاجت کے لئے بیٹھنے کی جگہ میں اگر چھینٹے اڑنے کا خوف ہو تو وہاں پانی سے استنجاء نہ کرے) بلکہ ایسی جگہ منتقل ہو جائے جہاں چھینٹے اڑنے کا خوف نہ ہو کیونکہ بدن یا کپڑے کے جس حصہ پر چھینٹے اڑ جائیں گے وہ حصہ ناپاک ہو گا (وَلَا يَنْتَقِلُ فِي الْمَرَا حِيضِ اور بیت الخلاء میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل

نہ ہو) اس لئے کہ اس جگہ چھیننے اڑنے سے حفاظت ہوتی ہے، یہی حکم ہو گا پتھر سے استنجاء کرنے کا کیونکہ اس صورت میں رشاش کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا، (وَيَبْعَدُ فِي الصَّخْرَةِ) اور) مستحب ہے کہ قضاء حاجت کے وقت (جنگل میں لوگوں سے دوری اختیار کرے) اس طور پر کہ لوگ نہ مستنحی کی آواز سنے اور نہ بوسوگھے (وَيَسْتَتِرُ، اور) مستحب ہے کہ (لوگوں کی نظروں سے پردہ کرے) یعنی ساتر کی آڑ میں قضاء حاجت کرے، ساتر کی مقدار بیٹھنے کی حالت میں ایک ذراع کے دو ٹکٹ ہیں یعنی استنجاء کرنے والے کے لئے زمین سے شرمگاہ چھینے تک اور اگر کھڑے ہو کر کرے تو پاؤں کے آخری حصہ سے شرم گاہ چھینے تک کی مقدار ساتر کا لمبا ہونا ضروری ہے۔ اور چوڑا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ جس سے ستر کے آس پاس کی جگہ چھپ جائے اور استنجاء کرنے والا تین ذراع یا اس سے کم مقدار میں مذکورہ ساتر سے قریب ہو، ذراع سے مراد آدمی کے ہاتھ کی کہنی سے انگلی تک کا حصہ ہے۔ وَالْمَرَادُ بِالذَّرَاعِ ذِرَاعُ الْاَدْمِيِّ يَعْنِي ذِرَاعَ سَمْعٍ اَوْ ذِرَاعَ كَفِّهِ سَمْعٌ مَعْنَى مَرَادُ اَدْمِيِّ كَالذَّرَاعِ هُوَ - (شرح منهاج مع حاشیہ قلبی ص ۳۹ ج ۱)۔

(وَلَا يَبُولُ فِي جُحْرِ، اور) مستحب ہے کہ (سورخ میں پیشاب نہ کرے) کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، علت منع یہ ہے کہ جنات سورخ میں رہتے ہیں کبھی اس میں پیشاب کرنے والے کو تکلیف دیتے ہیں، یہی حکم ہو گا پاخانہ کا (وَمَوْضِعِ صَلْبٍ، اور) مستحب ہے کہ (سخت جگہ میں نہ کرے) تاکہ سخت جگہ کی وجہ سے پیشاب کے چھینے بدن یا کپڑے پر نہ آئیں (وَمَهَبِ رِيحٍ، اور) مستحب ہے کہ (ہوا چلنے کی جگہ نہ کرے) تاکہ ہوا چلنے کی وجہ سے پیشاب کے چھینے بدن یا کپڑے پر نہ آئیں (وَمَوْزِدٍ وَمُتَحَدِّثٍ لِلنَّاسِ وَطَرِيقٍ، اور پیشاب) پاخانہ (نہ کرے پانی پینے کی جگہ پر اور لوگوں کے بات کرنے کی جگہ اور راستہ پر) اگر کرے تو مکروہ ہے۔

اس لئے کہ لوگوں کے لئے نقصان دہ ہوگا، یہی حکم ہوگا گرمی کے موسم میں سایہ کی جگہ اور سردی کے موسم میں سورج کی کرنیں گرنے کی جگہ پیشاب پاخانہ کرنے کا، (وَتَحْتَ شَجَرَةٍ مُّشْمُورَةٍ، اور) پیشاب پاخانہ نہ کرے (پھل دار درخت کے نیچے) اگر کرے تو مکروہ ہے، پھل کے نجاست سے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے (وَعِنْدَ قَبْرِ، اور) پیشاب پاخانہ نہ کرے (قبر کے پاس) اگر کرے تو مکروہ ہے۔ اس لئے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے اور زائر کے بدن یا کپڑے کے کسی حصہ کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہے، (وَفِي الْمَاءِ الرَّاٰكِدِ وَقَلِيلٍ جَارٍ، اور) پیشاب پاخانہ نہ کرے (ٹھہرے ہوئے اور تھوڑے جاری پانی میں) راکد پانی اگر قلتین سے کم ہو تو اس میں استنجاء کرنا حرام ہے اور اگر زیادہ ہو تو حرام نہیں لیکن چننا اولیٰ ہے [وفی الماء الراکد] قال النووی: وینبغی ان یحرم البول فی الماء القلیل جاریا اور راکد اوفی الكثير الاولی اجتنابہ (انوار المسالک ص ۲۰) شارح فرماتے ہیں ماء راکد کے بارے میں کہ امام نووی نے فرمایا ماء قلیل میں پیشاب (پاخانہ) کرنا حرام ہے جاری ہو یا راکد اور ماء کثیر (یعنی قلتین سے زائد پانی) میں اس سے چننا اولیٰ ہے۔

مجموع میں ہے: ان یحرم البول فی القلیل مطلقاً لانه ینجسه ویتلفه علی نفسه وعلی غیره واما الكثير الحاری فلا یحرم لکن الاولی اجتنابہ، قلتین سے کم پانی میں چاہے جاری ہو یا راکد پیشاب کرنا حرام ہے اس لئے کہ پانی ناپاک ہوتا ہے اور مستنجی وغیرہ کے لئے بیکار ہو جاتا ہے۔ قلتین سے زیادہ پانی اگر جاری ہو تو اس میں پیشاب کرنا حرام نہیں لیکن چننا اولیٰ ہے۔ (شرح مہذب ص ۱۰۱ ج ۲)۔

(وَلَا مُسْتَقْبِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَمُسْتَدْبِرُهُ، اور) پیشاب پاخانہ کے وقت سورج اور چاند اور بیت المقدس کی طرف نہ رخ کرے اور نہ پشت) اور اگر رخ یا پشت کرے تو مکروہ ہے لیکن امام نووی روضہ اور شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ

سورج اور چاند کی طرف استدار مکروہ نہیں ہے اور تحقیق میں فرماتے ہیں ان کی طرف کراہت استقبال کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (وَيَحْرُمُ الْبَوْلُ عَلَىٰ مَطْعُومٍ وَعَظْمٍ وَمُعْتَمٍ، اور حرام ہے پیشاب کرنا کھانے کی چیز پر اور ہڈی اور معظم چیز پر) اس لئے کہ مطعوم محترم اور انسان کی غذا ہے لہذا اس کو ناپاک کرنا جائز نہیں، ہڈی محترم اور جنات کی غذا ہے لہذا اس کو ناپاک کرنا جائز نہیں اور معظم چیز محترم ہے لہذا نجاست سے تلویث سے اس کی حفاظت واجب ہے۔

(وَقَبْرِ، اور) حرام ہے پیشاب کرنا (قبر پر) اس لئے کہ قبر کے پاس پیشاب کرنے کے بہ نسبت اوپر کرنے سے میت کو تکلیف اور اسکی اہانت زیادہ ہوتی ہے، (وَفِي مَسْجِدٍ وَلَوْ فِي اِنَاءٍ، اور) حرام ہے پیشاب کرنا (مسجد میں اگر چہ برتن میں ہو) نجاست سے مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے۔

(وَيَحْرُمُ اسْتِقْبَالَ الْقِبْلَةِ وَاسْتِدْبَارُهَا بَبْوَلٍ اَوْ غَائِطٍ فِي الصَّحَرَاءِ بِاِلْحَانٍ، اور جنگل میں بلا حائل پیشاب یا پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنا حرام ہے) روایت شیخین کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم قضاء حاجت کے لئے آؤ تو قبلہ کی طرف رخ اور پشت نہ کرو (وَيُبَاحُ فِي الْبَنِيَانِ اِذَا قَرَّبَ مِنَ السَّائِرِ نَحْوَ ثَلَاثَةِ اَذْرُعٍ وَيَكْفِي مَرْتَفَعِ ثَلَاثِي ذِرَاعٍ، اور دونوں) استقبال اور استدار پیشاب یا پاخانہ کے وقت (جائز ہے بستی میں جبکہ مستنجی ساتر سے تین ذراع) جتنی مقدار (قریب ہو) تین ذراع کی مقدار قرب میں شرط ہے (اور ایک ذراع کے دو ثلث) کی مقدار، یا اس سے زیادہ (ساتر کا لمبا ہونا کافی ہوگا) ایک ذراع کے دو ثلث یہ مقدار بیٹھ کر استنجاء کرنے کی صورت میں شرط ہے، یعنی استنجاء کرنے والے کے لئے زمین سے شرمگاہ چھپنے تک اور اگر کھڑے ہو کر کرے تو پاؤں کے آخری حصہ سے شرمگاہ چھپنے تک کی مقدار ساتر کا لمبا ہونا

ضروری ہے، اور چوڑا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ جس سے ستر کے آس پاس کی جگہ چھپ جائے، ذراع سے مراد آدمی کے ہاتھ کی کہنی سے انگلی تک کا حصہ ہے والمراد بالذراع ذراع الادمی، یعنی ذراع سے مراد آدمی کا ذراع ہے (شرح منہاج مع حاشیۃ فلیوبی ص ۳۹ ج ۱)۔

(من جدارٍ ووهدةٍ وذابہ وذیلہ المرخی فبالۃ القبلة، ساتر چاہے دیوار ہو یا گڑھا ہو یا جانور ہو) چاہے جانور کھڑا ہو یا بیٹھا ہو (یا مستنجدی کا دامن جس کو قبلہ کی جانب لٹکا دیا گیا ہو) دلیل جو ازیہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پر چڑھا تو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حاجت کے وقت شام کی طرف رخ کئے ہوئے اور کعبہ کی طرف پشت کئے ہوئے ہیں" (تحفة الاحوذی)

(والاعتبار فی الصحراء والبنیان بالسترۃ فحیث قرب منها علی ثلاثۃ أذرع وھی ثلاثا ذراع جاز فیہما والاقبالا فی المرأ حیض فیجوز مع کراهۃ وان بعد جدارها أو قصر اور) حرمت استقبال و استدبار میں (اعتبار جنگل اور بستی میں سترہ کا ہے اگر مستنجدی سترہ سے تین ذراع کی مقدار قریب ہو اور سترہ ایک ذراع کے دو ثلث) کی مقدار زمین سے لمبا (ہو تو جنگل اور بستی میں جائز ہے) استقبال اور استدبار (ورنہ جائز نہیں مگر بیت الخلاء میں کراہت کے ساتھ جائز ہے، اگرچہ بیت الخلاء کی دیوار دور ہو) تین ذراع کی مقدار مشروط سے، (یا ایک ذراع کے دو ثلث کی مقدار سے ساتر کی لمبائی کم ہو) اس مذکورہ حکم کا اعتبار صحیح ہے مجموع، شرح مسلم اور ان کے علاوہ میں، آگے مصنف استنجاء کے وجوب اور طریقہ کو بیان فرماتے ہیں۔

(و یجب الإستنجاء من کل عین ملوثة خارجة من السبیلین، اور استنجاء واجب ہوتا ہے سبیلین سے نکلنے والی ہر اس چیز سے جو ملوث ہو) استنجاء واجب ہونے کے چار قیود ہیں وہ یہ: (۱) من کل عین (۲) ملوثة (۳) خارجة من سبیلین (۴) نجسة،

(لَا رَيْحَ وَدُودَةَ وَحَصَاةٍ وَبَعْرَةَ بِلَا زُطُوبَةٍ، استنجاء واجب نہیں ہوتا خروجِ ریح، کیڑے، کنکر اور مینگی سے جو تر نہ ہو) اس لئے کہ ان چیزوں میں تلویث [تری] نہیں ہے اور استنجاء واجب ہونے کے جوچار قیود مذکور ہیں ان میں دوسری قید یہ ہے کہ نکلنے والی چیز تر ہو لہذا ان چیزوں کے خروج کی وجہ سے استنجاء واجب نہیں ہوتا۔

### مطلق حکم استنجاء

یعنی استنجاء بالماء ہو یا بالحجر واجب ہے فرمانِ رسول ﷺ کی بناء پر وہ یہ: لقولہ ﷺ والیستنج بثلاثة احجار۔ رواہ الشافعی و ابو داود و غیر ہما با سانید صحیحة کما فی المجموع و هو امر۔ والامر للوجوب غالباً (فیض ص ۴۹ ج ۱) فرمانِ رسول ﷺ کی بناء پر کہ مستسحی تین ڈھیلوں سے استنجاء کرے۔ اس کو روایت کیا امام شافعیؒ نے اور ابوداؤد اور ان دونوں کے علاوہ نے صحیح سندوں کے ساتھ، جیسا کہ مجموع میں ہے اور یہ امر ہے اور امر غالباً وجوب کے لئے آتا ہے۔

(وَتَكْفِي الْأَخْجَازُ، اور استنجاء میں ڈھیلے کافی ہیں) مراد تین ڈھیلے ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے تین ڈھیلوں سے استنجاء کا اور ان سے کم ڈھیلوں سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے (وَلَوْ فِي نَادٍ كَدَمٍ، اگرچہ نکلنے والی چیز میں نادر ہو جیسے خون) اس لئے کہ اعتبار مخزن کا ہے نہ کہ خارج کا: (وَتَغْفِيهَا بِالْمَاءِ أَفْضَلُ، اور ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال افضل ہے) اس لئے کہ عین نجاست ڈھیلوں سے زائل ہوتی ہے اور اثر و عین پانی سے، اور اگر ان دونوں میں اقتصار کرنا چاہے تو پانی پر اقتضا رکھنا افضل ہے، واذلا اقتصار علی احدہما فالماء افضل لانه یزیل العین والاثیر (کفایة ص ۲۵ ج ۱) پانی اور پتھر ان دونوں میں سے کسی ایک سے استنجاء کرنا ہو تو پانی سے افضل ہے اس لئے کہ پانی عین نجاست اور اثر دونوں کو ختم کرتا ہے۔

(وَيُعْنَى عَنِ الْحَجَرِ كُلِّ جَامِدٍ طَاهِرٍ قَالِعٍ لِلنَّجَاسَةِ غَيْرِ مُحْتَرَمٍ وَمَطْعُومٍ، اور استنجاء میں حجر کے بجائے کافی ہوگی ہر خشک، پاک، نجاست کو دور کرنے والی، غیر محترم اور غیر مطعوم چیز) یہ پانچ شرائط ہیں ڈھیلہ کے علاوہ سے استنجاء صحیح ہونے کے لہذا جس چیز میں یہ مذکورہ شرائط پائے جائیں گے وہ چیز ڈھیلہ کے حکم میں ہوگی لہذا اس سے استنجاء صحیح ہوگا، محترم یعنی روٹی، ہڈی یا ایسا کوئی کاغذ جس میں شریعت کی بات مکتوب ہو، وغیرہ، اگر محترم چیز سے استنجاء کرے تو کافی نہ ہوگا اور گنہگار بھی ہوگا، واذ استنجى بمحترم عصى ولا يجوز به على الصحيح، (کفایہ ص ۲۶ ج ۱) اگر استنجاء کرنے والا محترم چیز سے استنجاء کرے تو گنہگار ہوگا اور صحیح قول کے مطابق اس سے استنجاء کرنا کافی بھی نہ ہوگا۔ (کَجَلْدِ الْمَذَكِّي قَبْلَ الدَّبَاغِ، جیسے ذبح کردہ جانور کی کھال دباغت سے پہلے) اس میں مذکور تمام شرائط پائیں جاتے ہیں لہذا یہ ڈھیلہ کے حکم میں ہے اس سے استنجاء جائز ہے۔

### اعتراض اور جواب

اعتراض: جلد دباغت سے پہلے تو مطعوم ہے اور مطعوم سے استنجاء کیسے صحیح ہوگا کیونکہ جس چیز سے استنجاء صحیح ہے اس کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ مطعوم نہ ہو؟ جواب: جلد کو دباغت سے پہلے مطعوم نہیں کہا جاتا اس لئے کہ وہ ملحق ہوتی ہے کپڑے کے ساتھ۔

(فَلَوْ اسْتَعْمَلَ مَا بَعْدَ غَيْرِ الْمَائِ أَوْ نَجَسًا أَوْ طَرَاتِ نَجَاسَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ أَوْ انْتَقَلَ مَا خَرَجَ مِنْهُ عَنْ مَوْضِعِهِ أَوْ جَفَّ أَوْ انْتَشَرَ حَالَ خُرُوجِهِ وَجِهَ وَجَاوَزَ الْأَلْيَةَ أَوْ الْحَشْفَةَ تَعَيَّنَ الْمَاءُ، اگر استنجاء میں پانی کے علاوہ مانع، جیسے سرکہ، یا ناپاک چیز، جیسے مینگی، استعمال کرے یا اجنبی نجاست طاری ہو یا شرمگاہ سے نکلنے والی چیز منتقل ہو جائے استنجاء کی جگہ سے یا نکلنے والی چیز خشک ہو جائے یا پھیل جائے نکلنے وقت اور تجاوز کر جائے سرین سے یا حشفہ سے تو پانی متعین ہو جاتا ہے) کیونکہ یہ صورت شاذ و نادر ہے (مہذب مع المجموع ص ۱۳۳ ج ۲)

مصنفؒ کی عبارت "فلو استعمل" سے لیکر او "الحشفۃ" کی تمام صورتوں میں پانی کا استعمال استنجاء میں ضروری ہوتا ہے صرف استنجاء بالحجر کے شرائط فوت ہونے کی بنا پر، حشفہ کہتے ہیں شرمگاہ کی اس مکمل کٹی ہوئی مقدار کو جو ختنہ کے بعد ظاہر ہوتی ہے (انوار السنیہ ص ۶۹) و جاوز الالیۃ: اور تجاوز کر جائے سرین سے مراد سرین کے اس حصہ سے جو چلنے کی صورت میں پوشیدہ ہوتا ہے (مہذب مع المجموع ص ۱۳۳ ج ۲)

(فَإِنْ لَمْ يُجَاوِزْهُمَا كَفَى الْحَجْرُ، اگر دبر سے نکلنے والی چیز سرین سے) مراد سرین کے اس حصہ سے جو چلنے کی صورت میں پوشیدہ ہوتا ہے (اور قبل سے نکلنے والی چیز حشفہ سے تجاوز نہ کرے تو ڈھیلہ سے استنجاء کافی ہے) پانی کا استعمال ضروری نہیں چونکہ اس سے بچنا دشوار ہے (المہذب) (وَيَجِبُ إِزَالَةُ الْعَيْنِ، اور واجب ہے استنجاء میں عین نجاست کو دور کرنا) دوسری تمام نجاستوں کی طرح (وَاسْتِيفَاءُ ثَلَاثِ مَسْحَاتٍ، اور) ڈھیلہ سے استنجاء کی صورت میں (تین مسحات مکمل کرنا واجب ہے) حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ہم کو منع کیا تین پتھر [ڈھیلے] سے کم میں استنجاء کرنے سے (أَمَّا بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ بِحَجْرٍ لَهَا ثَلَاثُ أَحْزُفٍ وَإِنْ أَنْقَى بَدُونِهَا) تین مسحات کی تکمیل حاصل ہوتی ہے، (یا تو تین ڈھیلوں سے یا ایک ایسے ڈھیلہ سے جس کے تین کونے ہوں) چونکہ مقصد عدد مسحات ہیں جو اس صورت میں بھی حاصل ہوتے ہیں (مہذب مع المجموع) ہر ایک کونے سے ایک مسح کرے اس طر تین مسحات کرنا ضروری ہے، (اگرچہ تین مسحات سے کم میں محل استنجاء) یعنی استنجاء کی جگہ (صاف ہو۔)

(فَإِنْ لَمْ تُنْقِ الثَّلَاثَةَ وَجَبَ الْإِنْقَاءُ، اور اگر تین مسحات سے صاف نہ ہو تو صاف کرنا واجب ہے) اگرچہ تین مسحات سے زائد ہوں کیونکہ اصل مقصد نظافت اور صاف ہونا ہے (وَنُدْبِ إِيْتَاذٍ، اور مستحب ہے طاق عدد میں ڈھیلے کا استعمال) یہ اس صورت میں

ہے جب کہ جفت عدد میں صاف ہو اس لئے کہ اگر طاق عدد میں صاف ہو جائے تو استنجاب حاصل ہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص استنجاء کرے اس کو چاہیے کہ طاق عدد پتھر [ڈھیلے] استعمال کرے (وَيُنْدَبُ أَنْ يَبْدَأَ بِالْأَوَّلِ مِنْ مَقْدَمِ الصَّفْحَةِ الْيُمْنَى وَيُمْرَهُ إِلَى مَوْضِعِ ابْتِدَائِهِ ثُمَّ يَعْكُسُ بِالثَّانِي ثُمَّ الثَّلَاثِ عَلَى الصَّفْحَتَيْنِ وَالْمَسْرُوبَةِ، اور مستحب ہے کہ پہلے ڈھیلے سے ابتداء کرے محل استنجاء کے دائیں کنارے کے اگلے حصہ سے اور ڈھیلے کو اس کی ابتداء کی جگہ تک لے جائے) آہستہ آہستہ، (پھر دوسرے ڈھیلے سے پہلے کے برعکس کرے) یعنی محل استنجاء کے بائیں کنارے کے اگلے حصہ سے شروع کرے اور اس کے ابتداء کی جگہ تک لے جائے آہستہ آہستہ (پھر تیسرے ڈھیلے کو دونوں) دائیں اور بائیں (کناروں اور محل استنجاء پر گھمائے) ہر ایک ڈھیلے گھماتے وقت پیشاب یا پاخانہ سے متصل مکمل جگہ کا محیط ہونا ضروری ہے اور واجب یہ ہے کہ ہر ایک مسح [یا ڈھیلے] میں پورے محل کا احاطہ کرے (وَيَجِبُ وَضْعُهُ أَوْ لَا يَمُوضِعِ طَاهِرٍ ثُمَّ يُمْرَهُ، اور واجب ہے) یعنی ڈھیلے سے استنجاء کی صورت میں تاکید کی گئی ہے کہ (ڈھیلے کو سب سے پہلے پاک جگہ پر رکھے) یعنی وہ جگہ جو پیشاب یا پاخانہ سے ملوث نہ ہو، ناپاک یعنی ملوث جگہ پر نہ رکھے اس لئے کہ اس جگہ رکھنے سے نجاست پھیلے گی تو پھر پانی کا استعمال ضروری ہو گا (پھر اس کو گھمائے) مذکورہ طریقہ کے مطابق کناروں اور محل استنجاء پر۔

(وَيُكْرَهُ الْأَسْتِنْجَاءُ بِبَيْمِينِهِ فَلْيَا خِذِ الْحَجَرَ بِبَيْمِينِهِ وَالذَّكَرَ بِشِمَالِهِ وَيَحْزِرْ كِهَاءَ، اور مکروہ ہے اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا) اس لئے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو اور دائیں ہاتھ کی مدد کی ضرورت ہو، (لہذا مستحبی ڈھیلے کو اپنے دائیں ہاتھ میں اور ذکر کو بائیں ہاتھ میں لے اور اس کو حرکت دے) اس طرح کرنے سے بائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا شمار ہو گا نہ کہ دائیں ہاتھ سے (وَالْأَفْضَلُ تَقْدِيمُهُ إِلَّا سَتْنَجَائِي عَلَى الْوَضُوءِ اور افضل

ہے کہ استنجاء کو وضو پر مقدم کرے) تاکہ حدث لاحق ہونے سے حفاظت ہو اور اس کے اختلاف سے نکلنے ہوئے جس نے وضو سے پہلے استنجاء کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: الخروج من الخلاف مستحب (الاشباه والنظائر ص ۱۳۶) اختلاف سے نکلنا مستحب ہے (فَإِنْ أَخْرَهُ عَنْهُ صَحَّ أَوْ عَنِ التَّيْمُمِ فَلَا، اگر استنجاء کو وضو سے مؤخر کرے تو صحیح ہے) اس لئے کہ نجاست کو دور کرنا وضو میں شرط نہیں ہے (لیکن تیمم سے مؤخر کرے تو صحیح نہیں) اسلئے کہ تیمم حدث کو دور نہیں کرتا بلکہ اس کے ذریعہ نماز مباح ہوتی ہے اور نماز مباح نہ ہوگی مانع کے ہوتے ہوئے اس کے برخلاف وضو حدث کو دور کرتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

## (باب الغسل)

## (غسل کا بیان)

لفظِ غسل غین کے فتح اور ضمہ کے ساتھ ہے، فقہاء کے نزدیک ضمہ مشہور ہے پورے بدن کے دھونے میں اور فتح بعض بدن اور کپڑا وغیرہ میں،

لغت میں غسل کہتے ہیں: کسی چیز پر پانی بہانا اور شرعاً کہتے ہیں: نیت کے ساتھ پورے بدن پر پانی بہانا، اور اس کی دلیل، اللہ کا فرمان ہے: وَإِن كُنْتُمْ جُنُبًا فَأَطَهِّرُوا (سورہ مائدہ آیت نمبر ۶) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کر لو (تحقیق علی عمدہ ۴۰)

جس مکان میں کتھا یا جنبی یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہ آنے کی وجہ آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں: لا یدخل الملائکة بیتا فیہ صورة ولا کلب

ولا جنب (ابوداؤد و نسائی) یعنی جس مکان میں تصویر ہوتی ہے اس میں نہ فرشتے آتے ہیں

اور نہ اس مکان میں جس میں کتھا ہو [یعنی جو کتھا کھیت باغ، جانوروں کی حفاظت کے لئے یا

شکار سکھا کر پالا ہو اس کا یہ حکم نہیں، شوقیہ کا یہ حکم ہے] [حاشیہ احکام الاسلام] اور نہ

اس مکان میں جس میں جنبی آدمی ہو (یعنی جس پر غسل فرض ہو اور بغیر مجبوری کے دن

بھر بے غسل رہے) ان سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں سے فرشتوں کو نفرت ہے کیونکہ

فرشتوں کے اندر جو صفات پائی جاتی ہیں یعنی پاکی اور نجاست ظاہری و معنوی مثلاً بت

پرستی اور اس کے مقدمات جیسے جاندار کی تصویریں رکھنے سے نفرت یہ سب چیزیں ان

صفات کی ضدوں کی حامل ہیں اس لئے ضدین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، (احکام الاسلام)

(یَجِبُ عَلَی الرَّجُلِ مِنَ خُرُوجِ الْمَنِيِّ، مرد پر غسل واجب ہوتا ہے منی نکلنے

سے) چاہے سوچنے یا دیکھنے سے نکلے چاہے نیند یا بیداری میں نکلے اگرچہ ایک قطرہ ہو اور بغیر

شہوت کے ہو، فرض غسل کے بعد اگر منی خارج ہو جائے تو دوسری بار بھی غسل

کرنا واجب ہے، و لو خرج المنی فی دفعات و جب الغسل بكل مزق وان قل (منہاج مع حاشیۃ قلبوبی ص ۶۳ ج ۱) جب بھی منی خارج ہو، چاہے تھوڑی ہو، غسل کرنا واجب ہوتا ہے اس وجہ سے کہ خروج منی موجب غسل ہے، موجدہ ستہ الثانی خروج المنی (الدر البیہ ص ۱۰) غسل کو واجب کرنی والی چھ چیزیں ہیں جن میں دوسری چیز منی کا نکلنا ہے۔

منی نکلنے سے غسل واجب ہونے کی وجہ اور پیشاب و پاخانہ (وغیرہ) سے غسل واجب نہ ہونے کی وجہ

حاذق طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع (یا بغیر جماع) سے منی نکلنے پر غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دیتا ہے اور بدن و روح کے لئے نہایت نافع اور مفید ہے اور جنابت (یعنی ناپاکی) میں رہنا اور غسل نہ کرنا بدن و روح کے لئے سخت نقصان دہ ہے اس امر کی خوبی پر عقل و فطرت سلیمہ کافی گواہ ہیں نیز اگر شارع علیہ السلام پیشاب اور پاخانہ (وغیرہ) سے غسل کرنا لازم ٹھہراتے تو لوگوں کو سخت حرج ہوتا اور محنت و مشقت میں پڑجاتے جو کہ حکمت اور رحمت و مصلحت الہی کے خلاف ہے (احکام الاسلام)

(وَمِنْ أَيْلَاجِ الْحَشْفَةِ فِي أَيِّ فَرْجٍ كَانَ قَبْلًا أَوْ ذُبُرًا ذَكَرًا أَوْ أُنْثَى، اور) مرد پر غسل واجب ہوتا ہے (حشفہ داخل کرنے سے کسی بھی شرمگاہ میں چاہے اگلی ہو یا پچھلی) اور چاہے صاحب فرج (مذکر ہو یا مؤنث) یعنی دونوں پر غسل واجب ہو گا اگرچہ منی نہ نکلے کیونکہ وجوب غسل کا دار و مدار حشفہ کے داخل ہونے پر ہے لہذا جب حشفہ کا دخول ہو جاتا ہے تو وجوب غسل لازم ہوتا ہے، نیرودھ استعمال کرنے کی صورت میں اگر حشفہ کی مقدار شرمگاہ میں داخل کرے تو غسل سے متعلق یہی حکم ہو گا اگرچہ منی نہ نکلے، افتاح میں ہے:

والذی یوجب الغسل ستہ اشیاء: وہی ای الاولی التقاء الختانین بادخال الحشفة ولو علی الذکر خرقة ملفوفة۔ لقولہ ﷺ إذا التقى الختانان فقد وجب

الغسل ای وان لم ينزل (ص ۵۰ ج ۱) غسل کو واجب کرنے والی چھ چیزیں ہیں: ایک دو ختنہ کا ملنا ادخال حشفہ کی صورت میں اگر چہ ادخال حشفہ کپڑا لپیٹ کر ہو اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب دو ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہوتا ہے اگر چہ منی خارج نہ ہو۔ (وَلَوْ بَهَيْمَةً، اگر چہ) صاحب فرج (جانور ہو) لیکن جانور پر کوئی چیز نہ ہوگی کیونکہ وہ مکلف نہیں ہے (او صَغِيرًا فِي صَغِيرَةٍ، یا بچہ حشفہ کو داخل کرے بچی کی شرمگاہ میں) تو دونوں جنبی ہوں گے اور ولی پر واجب ہو گا کہ ان کو غسل کا حکم دے اگر ممیز ہوں تو پھر اگر غسل نہ کریں یہاں تک کہ بالغ ہو جائیں تو ان پر غسل لازم ہو گا اور اگر غسل کریں تو بالغ ہونے کے بعد اس کا اعادہ لازم نہیں، (حاشیہ عمدہ ص ۶)

(وَيَجِبُ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ خُرُوجِ مَنِيهَا، اور عورت پر غسل واجب ہوتا ہے اس کی منی نکلنے سے) چاہے سوچنے یا دیکھنے سے نکلے چاہے نیند یا بیداری میں نکلے اگر چہ ایک قطرہ ہو اور بغیر شہوت کے ہو، (وَمِنْ أَيِّ ذَكَرٍ دَخَلَ فِي قَبْلِهَا او ذُبِرَها وَلَوْ أَشَلَّ او مِنْ صَبِيٍّ او بَهَيْمَةٍ، اور) عورت پر غسل واجب ہوتا ہے (کسی بھی ذکر کے اس کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ میں داخل ہونے سے اگر چہ ذکر شل ہو یا بچہ یا جانور کا ہو) ذکر سے مراد حشفہ ہے یا حشفہ کی مقدار، اس کو اس الذکر بھی کہتے ہیں۔

ابتداءً باب سے لیکر یہاں تک کہ مسائل عورت و مرد کے درمیان مشترک ہیں اب آگے مصنف عورتوں کے مسائل بیان فرماتے ہیں: (وَمِنْ الْحَيْضِ وَالنَّفَاسِ، اور) عورت پر غسل واجب ہوتا ہے (حیض اور نفاس کے نکلنے سے) حیض اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ سے تندرستی کی حالت میں سبب ولادت کے بغیر خارج ہوتا ہے، نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلے، نفاس حیض کا جمع شدہ خون ہے اس لئے اس سے بھی غسل واجب ہوتا ہے، (وَحُجْرُوجِ الْوَالِدِ جَافًا، اور) عورت پر غسل واجب

ہوتا ہے (خشک بچہ نکلنے سے) بھی، یعنی پیدا شدہ لڑکا یا لڑکی اگرچہ نفاس کے خون سے آلودہ نہ ہو تب بھی عورت پر غسل واجب ہوگا صحیح قول کے مطابق اس لئے کہ یہ منی منعقد ہے۔

### علقہ گر جائے تو غسل کا حکم کیا ہے؟

اگر کسی عورت کا علقہ [یعنی خون کا لو تھڑا] یا مضغہ [یعنی گوشت کا ٹکڑا] اس کو کوکنی میں گاٹھ کہتے ہیں] گر جائے تو اس صورت میں اس پر غسل واجب ہوگا صحیح قول کے مطابق، ومثل الولد الجاف فی الخلاف القاء العلقه والمضغہ و مقابل الاصح عند الجفاف لا یجب الغسل فی الجميع لانه لا یسمى کل من الولد الجاف والعلقه والمضغہ منیا غایة الامر یكون ناقضا للوضوء (فیض ص ۵۲ ج ۱) اگر کسی کو علقہ یا مضغہ شریعت میں گرانے کی اجازت ہوتا کہ بچہ دانی صاف کرے تو اس کے لئے بھی یہی مذکورہ حکم ہوگا (وَأَمَّا يَتَعَلَّقُ بِتَغْيِيبِ جَمِيعِ الْحَشْفَةِ، اور غسل واجب ہوتا ہے) مذکر اور مونث پر (مکمل حشفہ) یا حشفہ کی مقدار (داخل ہونے کی صورت میں)،۔

(وَلَوْ رَأَى مَيِّتًا فِي ثَوْبٍ أَوْ فَرَّاشٍ يَتَأَمُّ فِيهِ مَعَ مَنْ يُمْكِنُ كَوْنُهُ مِنْهُ نَدَبٌ لَهُمَا الْغُسْلُ وَلَا يَجِبُ وَلَا يَفْتَدَى أَحَدُهُمَا بِالْآخَرِ فَإِنْ لَمْ يَنْمِ فِيهِ غَيْرُهُ لَمْ يَكُنْ الْغُسْلُ وَيَجِبُ إِعَادَةُ كُلِّ صَلَاةٍ لَا يَحْتَمِلُ حُدُوثَ الْمَنِيِّ بَعْدَهَا لَكِنْ يُنْدَبُ إِعَادَةُ مَا أَمْكَنَ كَوْنُهَا بَعْدَهُ، اور اگر کوئی شخص ایسے کپڑے یا بستر میں منی دیکھے جس میں وہ ایسے شخص کے ساتھ سویا ہو جس سے منی کا ہونا ممکن ہو) مثلاً اس کی بیوی (تو دونوں کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اور کسی پر واجب نہیں) شک کی وجہ سے اور مستحب اس وجہ سے ہے کہ شک دور ہو جائے (اور دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کی اقتداء کرنا) غسل سے پہلے (جائز نہیں) کیونکہ معاملہ مشکوک ہے (اگر اس میں) یعنی اس کپڑے یا بستر میں (منی کو دیکھنے والے کے علاوہ کوئی نہ سویا ہو) یا اس کے علاوہ کسی نے وہ کپڑا نہ پہنا ہو (تو اس) منی

دیکھنے والے (پر غسل لازم ہو گا) چونکہ منی کا اسی سے ہونا یقینی ہے، اور اگر ایک بالغ اور دوسرا نابالغ سویا ہو اور منی نظر آئے تو بھی یہی حکم ہو گا (اور ہر اس نماز کا اعادہ واجب ہے جس کے بعد خروج منی کا احتمال نہ ہو) مثلاً دن کے اخیر میں منی دیکھی اور دن میں سویا نہیں تو دن کی نمازوں کے بعد خروج منی کا احتمال نہیں تو ان نمازوں کا اعادہ واجب ہے (اور اگلے دنوں کی نمازوں کے بعد خروج منی کا احتمال ہے) جو نمازیں کپڑا پہننے کے بعد پڑھی گئیں (تو ان نمازوں کا اعادہ مندوب ہے) مثلاً اتوار کے دن فجر سے پہلے کپڑا پہنا اور فجر و ظہر پڑھی اتوار کی، پھر ظہر بعد سویا پھر اٹھ کر عصر، مغرب، عشاء پڑھی پھر سویا پھر پیر کے دن فجر، ظہر پڑھی اس صورت میں اتوار کی فجر، ظہر میں امکان نہیں نمازوں کے منی کے بعد ہو نیکا تو اس میں نہ تو واجب نہ مندوب، اتوار کی عصر، مغرب، عشاء میں احتمال ہے کہ ظہر بعد کی نیند میں خروج منی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ظہر کے بعد کی نیند میں احتمال نہ ہو اور بلکہ پیر کی رات میں ہو اور تو عصر، مغرب و عشاء کا اعادہ مندوب ہے اور پیر کی فجر و ظہر کے بعد خروج منی کا احتمال ہی نہیں اس لئے کہ سویا ہی نہیں تو اعادہ ان دونوں نمازوں کا واجب ہو گا،

(وَلَوْ جُمِعَتْ فِي قَبْلِهَا فَاعْتَسَلَتْ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ مِنْهَا لَزِمَهَا غَسْلٌ آخِرٌ بِشَرْطَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنْ تَكُونَ ذَاتَ شَهْوَةٍ لِصَغِيرَةِ الثَّنَانِي أَنْ تَكُونَ قَصَصَتْ شَهْوَتَهَا، اور اگر عورت کی اگلی شرمگاہ میں وطی کی گئی اور وطی کے بعد اس نے غسل کی پھر غسل کے بعد مرد کی منی عورت کی شرمگاہ سے نکلے تو عورت پر دوسرا غسل لازم ہو گا دو شرطوں کے ساتھ ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ عورت شہوت والی ہو چھوٹی نہ ہو) اس لئے کہ اس کو شہوت نہیں ہوتی اور (دوسری شرط یہ ہے کہ عورت کی شہوت اس وطی کی وجہ سے پوری ہوئی ہو) ان دو شرطوں کے اجتماع کی وجہ سے دوسرا غسل لازم ہو گا اس لئے کہ اس

صورت میں غالب یہی ہے کہ مرد کی منی کے ساتھ عورت کی بھی منی مخلوط ہو کر آئے، اور مجموع میں ہے: اما اذا جومت فاغتسلت ثم خرج منها منی الرجل - اذا كانت الموطوءة صغيرة لا تنزل او كبيرة لكن انزل الزوج عقیب الا یلا ج بحيث لم تنزل هی فی العادة فاما اذا امتد الزمان قبل انزاله فالغالب انها تنزل و یختلط المنیان فعلیها الغسل ثانیاً) (ص ۱۶۳ ج ۲) عورت کی شرمگاہ سے جنابت کے غسل کے بعد مرد کی منی نکل جائے تو اگر عورت نابالغہ ہو تو اس پر دوبارہ غسل کرنا واجب نہیں اور اگر بالغہ ہو تو مرد کو عورت کی شرمگاہ میں اپنی شرمگاہ داخل کرنے کے بعد اتنا جلد انزال ہو اہو کہ اتنے وقت میں عام طور پر عورت کو انزال نہیں ہوتا تو غسل واجب نہیں اور اگر مرد کو انزال ہونے سے پہلے اتنا وقت گذر جائے کہ جس میں غالباً عورت کی منی خارج ہوتی ہو تو عورت پر دوبارہ غسل کرنا واجب ہو گا۔ چونکہ اس صورت میں مرد کی منی کے ساتھ عورت کی بھی منی مخلوط ہو کر آنے کا امکان ہے۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں یعنی غسل واجب ہو یا نہ ہو عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ وَ نَوَاقِضُهُ خُرُوجُ شَيْءٍ غَيْرِ مَنِيهِ مِنْ اِحْدَى سَبِيلِي (قرۃ العین مع فتح المعین ۸) اپنی منی کے سوا ہر وہ چیز جو اگلی یا پچھلی شرمگاہ سے خارج ہونا قاض وضو ہوتی ہے لہذا مرد کی منی کا نکلنا بھی ناقض ہو گا۔ صاحب عمدۃ اور مجموع دونوں کی عبارتوں کی علت ایک ہی ہے۔

(لَا نَائِمَةً وَمُكْرَهَةً، عورت نائمہ) یعنی بوقت وطی سوئی ہوئی (اور مکرہہ) یعنی اس سے جبراً وطی کی گئی (نہ ہو) اس لئے کہ نائمہ اور مکرہہ کی صورت میں عورت کی شرمگاہ سے جو منی نکلے وہ ان کی نہیں بلکہ دوسرے کی ہوگی اور دوسرے کی منی نکلنے سے غسل لازم نہیں ہوتا، البتہ وضوء ٹوٹ جاتا ہے، (بحوالہ مذکورہ بالا)

آگے مصنف علامات منی کو بیان فرماتے ہیں: (وَيُعْرَفُ الْمَنِيَّ بِتَدْفُقِهِ اَوْ تَلَدُّدِهِ اَوْ رِيحٍ طَلَعٍ اَوْ عَجِينٍ اِذَا كَانَ رَطْبًا اَوْ بَيَاضٍ بَيِضٍ اِذَا كَانَ جَفَاءً، اور منی پچھانی جاتی ہے،

تدقیق سے) یعنی وہ پانی جو زور سے یکبارگی نکلے، جس کے متعلق اللہ کا فرمان ہے: خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ (سورۃ طارق آیت نمبر ۶) یعنی انسان پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلنے والے پانی سے (معارف القرآن ص ۱۸ ج ۸) (یا) پہچانی جاتی ہے (تلذذ سے) یعنی جس کے نکلنے سے لذت حاصل ہوتی ہے (یا کھجور کے گابھے جیسی بو سے یا گوندھے ہوئے آٹے کے مانند بو آنے سے جبکہ منی تر ہو، یا) پہچانی جاتی ہے (انڈے کی سفیدی کی مانند بو آنے سے جبکہ منی خشک ہو) مزید علامات یہ ہیں: بیماری کی حالت میں پتلی اور پہلی ہوتی ہے، شرمگاہ ڈھیلی پڑنے کی صورت میں بغیر شہوت و لذت کے نکلتی ہے، کثرتِ جماع کے وقت سرخ نکلتی ہے، عورت کی منی شہوت سے نکلتی ہے، لذت ہوتی ہے اور آٹے کی طرح بو آتی ہے، پہلی اور پتلی ہوتی ہے (شرح مہذب ص ۱۵۱ ج ۲)

(فَمَتَىٰ وَجَدَ وَاجِدُهَا كَانَ مَيِّتًا مُّوجِبًا لِلْغُسْلِ وَمَتَىٰ فَقَدَتْ كُلَّهَا لَمْ يَكُنْ مَيِّتًا، پھر جب ان علامات میں سے کوئی علامت پائی جائے تو وہ نکلنے والی چیز منی ہوگی اور غسل کو واجب کرنے والی ہوگی اور جب ایک بھی علامت نہ ہو تو وہ نکلنے والی چیز منی نہ ہوگی) لہذا غسل واجب نہ ہوگا لیکن نکلنے والی چیز ناپاک ہونے کی وجہ سے شرمگاہ کو اور سکے علاوہ بدن اور کپڑے کے اس حصہ کو دھونا ضروری ہے جس حصہ کو یہ ناپاک چیز لگی ہو،

(وَلَا يَشْتَرُ الْبَيَاضَ وَالشَّحَانَةَ فِي مَنِيِّ الرَّجُلِ، اور شرط نہیں ہے سفیدی اور گاڑھاپن مرد کی منی میں) اس میں اکثر سفیدی اور گاڑھاپن ہوتا ہے لیکن اس طرح ہونا وجوبِ غسل کے لئے شرط نہیں ہے (وَلَا الصَّفْرَةَ وَالرِّقَّةَ فِي مَنِيِّ الْمَرْأَةِ، اور شرط نہیں ہے پیلا اور پتلا پن عورت کی منی میں) یعنی اس طرح ہونا وجوبِ غسل کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ مرد اور عورت پر وجوبِ غسل کا مدار علامت منی کے وجود پر ہے۔

(وَلَا غُسْلَ فِي مَذْيٍ وَهُوَ مَاءٌ أَبْيَضٌ رَقِيقٌ لَزِجٌ، يَخْرُجُ بِإِلَافِ شَهْوَةٍ عِنْدَ الْمَلَأَةِ عَبَثَةً، أَوْ مَذْيٍ نَكَلْتَنِي كِي صُورَتِي فِي غُسْلِ) واجب (نہیں ہے اور مذی سفید پتلا اور چکناپانی ہے جو ملاعبت کے وقت بغیر شہوت کے نکلتا ہے) ملاعبت کہتے ہیں میاں بیوی کا آپس میں بوس و کنار کرنے اور خواہش میں جوش آور گفتگو کرنے کو، اور اسی سے متقارب قرۃ العین مع فتح المعین کی عبارت ہے: وهو ماء ابيض او اصف رقيق يخرج غالبا عند ثوران الشهوة: اور مذی کی علامت یہ ہے کہ یہ سفید یا پیللا اور پتلا پانی ہوتا ہے جو خواہش میں جوش کے وقت اکثر نکلتا ہے۔

(وَلَا فِي وَذْيٍ وَهُوَ مَاءٌ أَبْيَضٌ كَدِرٌ تُخِينُ يَخْرُجُ عَقِبَ الْبَوْلِ، أَوْ رُودِي نَكَلْتَنِي كِي صُورَتِي فِي غُسْلِ) واجب، (نہیں ہے اور رودی سفید گدلا اور گاڑھا پانی ہے جو پیشاب کے بعد) یا وزنی چیز اٹھاتے وقت (نکلتا ہے) اور اسی طرح قرۃ العین مع فتح المعین میں ہے: وهو ماء ابيض كدر تخين يخرج غالبا عقب البول او عند حمل شيء ثقيل: اور رودی کی علامت یہ ہے کہ یہ سفید، گدلا اور گاڑھا پانی ہوتا ہے جو اکثر پیشاب کے بعد یا وزنی چیز اٹھاتے وقت نکلتا ہے، مذی اور رودی ناپاک ہیں شرمگاہ اور کپڑے کے جس حصہ کو لگے اس کا دھونا ضروری ہے، ان سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (اعانة الطالبين، شرح مہذب)

(فَإِنْ شَكَّ هَلِ الْخَارِجُ مَنِيٌّ أَوْ مَذْيٌ تَخَيَّرَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ جَعَلَهُ مَنِيًّا وَاعْتَمَلَ فَقَطُّ، أَوْ كَسَى شَخْصًا كَوَيْسًا هُوَ جَائِعٌ كَمَا شَرَّ مَغَاهٍ سَلْتَنِي وَالِي شَيْءٍ مَنِيٌّ هِيَ يَمَذْيُ) یعنی مذکورہ علامات منی میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے اور شک باقی رہے (تو اس کو اختیار ہے) یعنی منی سمجھے یا مذی (اگر اس کو منی سمجھے تو صرف غسل کرے) اور نیت اس طرح کرے: فرض غسل کرتا ہوں پاکی حاصل کرنے کے واسطے، اس طرح نیت کرنے سے جو بھی فرض

غسل ہو ادا ہوگا۔ اگر صرف اتنی نیت کرے کہ میں غسل کرتا ہوں تو یہ نیت کافی نہیں ہوگی، (الاقناع ص ۶۲ ج ۱) چونکہ اس سے غسل میں تعین نہیں ہوتی اور تعین ایسی چیزوں میں شرط ہے جو کسی دوسری چیز کے ساتھ ملتبس و مشتبه ہوتی ہو،۔ اشباہ میں ہے: اشتراط التعین فیما یلتبس (ص ۱۴) یعنی نیت کی تعین ایسی عبادت میں شرط ہے جو کسی دوسری عبادت کیساتھ ملتبس ہوتی ہو، لہذا اگر غاسل صرف اتنی نیت کرے کہ میں غسل کرتا ہوں تو ظاہر بات ہے اس کا غسل کرنا فرض، سنت یا عادت کے طور پر بھی ہوتا ہے اور اس صورت میں تعین نہیں ہوتی، لہذا فرض غسل ہو تو فرض کی اور اگر سنت ہو تو سنت کی تعین ضروری ہے۔ سنت غسل کی نیت اس طرح کرے: سنت غسل کرتا ہوں (مثلاً) جمعہ کا۔

(وَإِنْ شَاءَ جَعَلَهُ مَذْيَاً وَغَسَلَ مَا أَصَابَ بَدَنَهُ وَثَوْبَهُ مِنْهُ وَتَوَضَّأَ وَلَا يَغْتَسِلُ، اور اگر چاہے تو اس کو مذی سمجھے تو مذی بدن اور کپڑے کے جس حصہ کو لگی ہو اسے دھوئے اور وضو کرے یعنی غسل واجب نہیں) مذی بدن اور کپڑے کے جس حصہ کو لگی ہو اس کا دھونا واجب ہے، مجموع میں ہے: ان المذی لا یوجب الغسل وانه نجس وانه یجب غسل النجاسة (ص ۱۵۵ ج ۲) مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ مذی ناپاک ہے اور ناپاکی کو دھونا واجب ہوتا ہے [نماز وغیرہ کے لئے] اور مذی ناقض وضو بھی ہے لہذا نماز وغیرہ کے لئے وضو کرنا واجب ہے، یہی حکم ہو گا ودی کا (وَالَا فَضْلَ أَنْ يَفْعَلَ جَمِيعَ ذَلِكَ، اور افضل) اس آدمی کے لئے (یہ ہے کہ وہ تمام چیزیں کرے) یعنی بدن اور کپڑے کے جس حصہ کو مذی لگی ہو اسے دھو کر وضو کرے اور احتیاطاً عبادت کے لئے غسل کرے یہی حکم ہو گا ودی کا۔

آگے مصنف ان چیزوں کو بیان فرماتے ہیں جو جنابت کی وجہ سے حرام ہیں۔  
(وَيَحْزَمُ بِالْجَنَابَةِ مَا حَزَمَ بِالْحَدَثِ، اور جنابت کی وجہ سے وہ چیزیں حرام ہیں جو حدث اصغر کی وجہ سے حرام ہیں) جیسے نماز پڑھنا وغیرہ تفصیل کیلئے باب اسباب الحدیث ملاحظہ فرمائیں۔

لغت میں جنابت کہتے ہیں بعد اور دوری کو، اس لئے جنابت کی وجہ سے عبادت اور محل عبادت سے بعد و دوری ہو جاتی ہے، اور شرعاً جنابت ایسے امر اعتباری پر بولا جاتا ہے جو بدن میں پایا جاتا ہے اور مانع بنتا ہے صحت صلاۃ کے لئے مرخص (سبب رخصت) نہ ہونے کی صورت میں (تحقیق علی عمدہ ص ۴۱)

آگے مصنف جنابت کی وجہ سے ان حرام چیزوں کو بیان فرماتے ہیں جو حدث اصغر کی وجہ سے حرام کردہ چیزوں سے زائد ہیں۔ اس لئے کہ جنابت زیادہ غلیظ ہے حدث اصغر سے (وَكَذَا اللَّبْتُ فِي الْمَسْجِدِ، اور اسی طرح مسجد میں ٹھہرنا) حرام ہے چاہے ٹھہرنا زیادہ ہو یا ٹھوڑا، بیٹھ کر ہو یا کھڑے ہو کر (وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَلَوْ بَعْضَ آيَةٍ، اور قرآن پڑھنا) حرام ہے (اگرچہ آیت کا بعض حصہ ہو) یہاں تک کہ ایک حرف بھی کیوں نہ ہو پڑھنا حرام ہے، قرآن کی قید سے دوسری کتابیں نکل گئیں جیسے تورات، انجیل اور ان کے علاوہ ان کو پڑھنا حرام نہیں اس لئے کہ ان کو قرآن نہیں کہا جاتا (وَيُنَاحُ أَذْكَارُهُ لَا يَقْصِدُ الْقُرْآنَ، اور جائز ہے، قرآن کے اذکار) پڑھنا (جو قرآن کے قصد سے نہ ہو) جیسے سواری کی دعا قرآن کی آیت ہے اس کو پڑھنا دعا کی نیت سے جائز ہے اسی طرح ذکر، دعا، احکام اور قصص وغیرہ کی آیتوں کو ذکر، دعا، احکام اور قصص وغیرہ کی نیت سے پڑھنا جائز ہے [چونکہ مقصد تلاوت قرآن نہیں ہے، انوار السننیہ ص ۵۳] جنبی کے لئے قرآن سننا جائز ہے اتقاع میں ہے: وَيَجُوزُ لِمَنْ بِهِ حَدَثٌ أَكْبَرَ اجْرَاءِ الْقُرْآنِ عَلَى قَلْبِهِ

(ص ۶۱ ج ۱) اس عبارت کی روشنی میں جنبی کے لئے قرآن سننا جائز ہے، اور قرآن میں دیکھنا بھی جائز ہے: ویجوز لمن به حدث اکبر۔ والنظر فی المصحف، (اقناع ص ۶۱ ج ۱) جنبی کے لئے قرآن میں دیکھنا جائز ہے،

(فَإِنْ قَصَدَ الْقُرْآنَ عَصَى، اگر قرآن کا قصد ہو تو گنہگار ہوگا) یعنی ذکر، دعا، احکام اور قصص وغیرہ کی آیتوں کو تلاوت قرآن کے قصد سے پڑھے مثلاً سواری کی دعا جنبی تلاوت قرآن کی نیت سے پڑھے نہ کہ دعا کی نیت سے تو حرام ہوگا اور گنہگار ہوگا (أَوِ الذِّكْرِ أَوْ لَأَشَيْ جَازٍ، یا قصد ذکر ہو یا کوئی قصد نہ ہو تو جائز ہے) یعنی ذکر کی آیت پڑھے ذکر کی نیت سے یا یہ کہ ذکر، دعا، احکام اور قصص وغیرہ کی آیتیں پڑھے لیکن اس سے قصد نہ ذکر ہو، نہ دعا نہ احکام اور نہ قصد ہوں اور نہ تلاوت قرآن تو ایسی صورتوں میں جنبی کیلئے یہ آیتیں پڑھنا جائز ہے (وَلَهُ الْمَوْزُوفِ الْمَسْجِدِ، اور جنبی کے لئے جائز ہے مسجد میں گزرنا) یعنی ایک دروازہ سے داخل ہو کر بغیر ٹھہرے دوسرے دروازہ سے نکلنا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا: وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ (سورہ نساء آیت نمبر ۴۳) اور (نزدیک) نہ (جاؤ جائے مسجد کے) اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے۔ (وَيُكْرَهُ لِغَيْرِ حَاجَةٍ، اور مکروہ ہے بغیر حاجت کے) اس لئے کہ مساجد کو راستہ بنانے سے منع کیا گیا ہے اور گزرنے میں مساجد کی توہین ہے،

### (فصل)

### (کیفیتِ غسل کے بیان میں)

اس میں مندوبات اور واجبات ہیں مصنفؒ اولاً مندوبات کو بیان فرما رہے ہیں وہ یہ: (بِدَا الْمُغْتَسِلُ بِالتَّسْمِيَةِ، غسل کا ارادہ کرنے والا) چاہے مذکر ہو یا مؤنث غسل کی (ابتداء کرے بسم اللہ سے) غسل کے شروع میں نیت کرنا مستحب ہے، نیت اس طرح کرے: نَوَيْتُ سَنَنَ الْغُسْلِ: میں نیت کرتا ہوں غسل کے سنتوں کی، تسمیہ کی کم سے کم مقدار "بسم اللہ" ہے اور

مکمل "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" ہے تسمیہ پڑھتے وقت جنبی قرآن کا قصد نہ کرے کیونکہ تسمیہ قرآن کی آیت ہے لہذا حرام ہو گا بلکہ ذکر کا قصد کرے یا کوئی قصد ہی نہ ہو تو تسمیہ پڑھنا جائز ہو گا اگر صرف قرآن کا قصد کرے یا اس کے ساتھ ذکر کا بھی قصد کرے تو حرام ہو گا، اگر تسمیہ غسل کے ابتداء میں پڑھنا بھول جائے تو دورانِ غسل یاد آنے پر پڑھے لیکن غسل سے فراغت کے بعد یاد آنے پر نہ پڑھے،

(ثُمَّ يَازِلَةُ قَدْرٍ، پھر پلیدی ختم کرے) چاہے پاک ہو جیسے منی یا ناپاک ہو جیسے مذی تاکہ پورے بدن پر پانی کا پہنچنا ظاہر ہو جائے (ثُمَّ وَضُوءٌ كَوُضُوءِ الصَّلَاةِ، پھر وضو کرے) غسل سے پہلے (نماز کے وضو کی طرح) اگر با وضو اور جنبی ہو جائے جیسے ممکن ہو کر سویا اور جنبی ہو تو اس وضو کے وقت یعنی یہ وضو فرض نہیں بلکہ غسل کی سنت ہے اس لئے غسل کی سنت کی نیت کرے یعنی اس طرح: نَوَيْتُ سُنَّةَ الْغُسْلِ: یعنی میں نیت کرتا ہوں غسل کی سنت کی اور اگر با وضو نہ ہو اور جنبی ہو جائے تو وضو کے وقت رفعِ حدثِ اصغر کی نیت کرے یعنی اس طرح: نَوَيْتُ رَفْعَ الْحَدَثِ الْأَصْغَرِ: میں نیت کرتا ہوں حدثِ اصغر دور ہونے کی، (ثُمَّ يَفِيضُ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ فَلَا تَأْنَاوِيَّارُفَعُ الْجَنَابَةَ أَوْ الْحَيْضَ أَوْ اسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ، پھر اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہائے نیت کرتے ہوئے جنابت دور کرنے کی) اگر جنبی ہو تو یعنی اس طرح: نَوَيْتُ رَفْعَ الْجَنَابَةِ، میں نیت کرتا ہوں جنابت دور کرنے کی، (یا نیت کرتے ہوئے حدثِ حیض دور کرنے کی) اگر حائضہ ہو تو یعنی اس طرح نیت رفعِ حدثِ الحيض، میں نیت کرتی ہوں حدثِ حیض دور کرنے کی اور اگر نفاس والی ہو تو حدثِ نفاس دور کرنے کی نیت کرے یعنی اس طرح: نَوَيْتُ رَفْعَ حَدَثِ النَّفَاسِ: میں نیت کرتی ہوں حدثِ نفاس دور کرنے کی (یا غاسل نیت کرے نماز مباح ہونے کی)، یعنی اس طرح: نَوَيْتُ الْغُسْلَ لِاسْتِبَاحَةِ الصَّلَاةِ: میں غسل کی نیت کرتا ہوں نماز مباح ہونے کیلئے، اس طرح نیت کرنا بھی کافی ہے کیونکہ طہارت کے بغیر نماز مباح نہیں ہوتی، (وَيُخَلِّلُ

شَعْرُهُ ثُمَّ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثَلَاثًا ثُمَّ الْأَيْسَرَ ثَلَاثًا (اور) سنت ہے جنبی اور اس کے مانند محدث کے لئے کہ، (اپنے بالوں کا خلال کرے) جیسے داڑھی وغیرہ کے بال، (پھر) غاسل، (اپنی داہنی جانب پر تین مرتبہ پانی بہائے پھر بائیں جانب پر تین مرتبہ) یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ تیا من کو پسند فرماتے تھے اور یہ ترتیب اسراف فی الماء یعنی ضرورت سے زائد پانی خرچ ہونے سے حفاظت کرتی ہے اور تمام بدن کی طرف پانی پہنچنے کے یقین کے قریب کرتی ہے، اسراف فی الماء مکروہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں عنقریب ایک قوم ہوگی جو طہارت میں زیادتی کرے گی (بذل المجہود ص ۷۷ ج ۱) یہ وضو میں بھی مکروہ ہے۔

(وَيَتَعَهَّدُ مَعَاظِفَهُ وَيَذَلُّكَ جَسَدَهُ، اور) سنت ہے کہ (اپنے معاطف میں پانی پہنچائے) معاطف پوشیدہ جگہوں کو کہتے ہیں جیسے بغل وغیرہ (اور) سنت ہے کہ (اپنے جسم پر) جتنا ممکن ہو (ہاتھ پھیرے) احتیاطاً اور اس شخص کے اختلاف سے نکلنے ہوئے جس نے ہاتھ پھیرنے کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے (الاشباہ والنظائر) (وفي الحيض تَتَّبِعُ أَثَرَ الدَّمِ فَرِصَةً مَسْكٍ اور) مستحب ہے حائضہ کے لئے کہ (حالتِ حیض میں خون نکلنے کی جگہ) یعنی شرمگاہ میں (مشک کا پھایہ رکھے) یعنی غسل حیض کے بعد، شیخین کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سائلہ سے غسل حیض کے متعلق فرمایا کہ مشک کا پھایہ رکھ لے پھر حیض سے پاک ہو اور اس جگہ خوشبو رکھے، حائضہ شوہر کے وفات پر سوگ منانے والی یا محرمہ نہ ہو کیونکہ اس حالت میں خوشبو کا استعمال حرام ہے، (فَإِنْ لَمْ تَجِدْهُ فُطَيْبًا غَيْرَهُ فَإِنْ لَمْ تَجِدْهُ فُطَيْبًا فَإِنْ لَمْ تَجِدْهُ كَفَى الْمَاءُ۔ اگر مشک نہ پائے تو اس کے بدلے اس کے علاوہ خوشبو استعمال کرے اگر خوشبو نہ پائے تو مٹی اور اگر مٹی نہ پائے تو پانی کافی ہے) شرمگاہ کی گندگی دور کرنے میں۔

اب آگے مصنف علیہ الرحمہ واجبات کو بیان فرما رہے ہیں وہ یہ:

(وَالْوَاجِبُ مِنْهُ شَيْئَانِ النَّيَّةُ عِنْدَ أَوَّلِ غَسْلٍ مَفْرُوضٍ وَتَعْمِيمُ شَعْرِهِ وَبَشْرِهِ  
بِالْمَاءِ حَتَّى مَاتَحَتْ قَلْفَةُ غَيْرِ الْمُخْتُونِ أَوْ غَاسِلٍ كَلِّمَهُ لِنَيْتِ دَوَائِرِ وَاجِبِ هُنَّ) ان میں  
سے ایک (نیت کرنا بدن کے فرض حصہ کی دھونے کی ابتداء کرتے وقت) اگر کسی حصہ کو  
دھونے کے بعد نیت کرے تو اس حصہ کو دوبارہ دھونا معتسل پر واجب ہوگا (اور) دوسری  
واجب چیز یہ ہے کہ (اپنے بالوں کے ساتھ پورے بدن کی کھال پر پانی پہنچانا یہاں تک کہ  
ختنہ نہ ہو تو ختنہ کی چڑی کے نیچے،) پانی پہنچانا اور ناخنوں کے اندر، بال اگنے کی جگہ اور کانوں  
س کے سوراخوں کے ظاہری حصہ کی طرف، بالوں کے ظاہر کو دھونا کافی نہ ہوگا چاہے بال  
گھنے ہوں یا نہ ہوں اس میں مشقت نہ ہونے کی بنا پر اس کے برخلاف وضو میں یعنی اگر بال  
گھنے ہوں تو باطن کی طرف پانی پہنچانے میں مشقت ہے مکرر ہونے کی وجہ سے لہذا بالوں  
کے ظاہر کو دھونا کافی ہوتا ہے،

(وَمَا يَطْهَرُ مِنْ فَرْجِ النَّيْبِ إِذَا قَعَدَتْ لِحَا جَبْتِهَا وَلَوْ أَحَدَتْ فِي أَثْنَائِهِ تَمَمَهُ  
وَلَوْ تَلَبَّدَ شَعْرُهُ وَجَبَ نَقْضُهُ إِنْ لَمْ يَصِلِ الْمَاءُ إِلَى بَاطِنِهِ، أَوْ) پانی پہنچانا واجب ہے (ثیبہ  
کی شرمگاہ کے اس حصہ تک جو ظاہر ہوتا ہے جب وہ قضاء حاجت کے لئے بیٹھتی ہے اور  
اگر) معتسل یعنی غسل کرنے والا یا والی غسل شروع کرے اور پھر (حدث اصغر لا حق  
ہو جائے درمیان غسل میں تو غسل پورا کرے اور اگر معتسل کے بال لیس دار چیز سے  
چپکائے ہوئے ہوں تو ان کو جدا کرنا) یعنی بعض کو بعض سے الگ کرنا (واجب ہے اگر ان  
بالوں کے باطن تک پانی نہ پہنچے) اور اگر پہنچے تو جدا کرنا واجب نہیں ہے، عورت کو چوٹی کے  
بالوں کا کھولنا واجب ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بھی یہی حکم ہے یعنی اگر پانی چڑی تک نہ  
پہنچے کا اندیشہ ہو تو واجب ہے ورنہ نہیں (کفایة الاخیار ص ۳۵ ج ۱)

عورتوں کی دو قسمیں ہیں: (۱) باکرہ (۲) ثیبہ:

باکرہ: کہتے ہیں وہ عورت جس کی بکارت صحبت کی وجہ سے زائل نہ ہوئی ہو،

ثیبہ: کہتے ہیں وہ عورت جس کی بکارت صحبت کی وجہ سے زائل ہوئی ہو۔ (حاشیہ اقناع ص ۷۷ ج ۲)

(وَمَنْ عَلَيْهِ نَجَاسَةٌ يَغْسِلُهَا ثُمَّ يَغْسِلُ وَيَكْفِي لَهَا مَا غَسَلَهُ فِي الْأَصْحَحِّ، اور

مقتسل کے بدن پر نجاست ہو تو) اس پر واجب ہے کہ (اس کو دھوئے پھر غسل کرے) جنابت کا یعنی فرض (اور کافی ہو گا یہ غسل) یعنی ایک بار دھونا (نجاست اور جنابت کے لئے صحیح قول کے مطابق) شیخ امام نووی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ نجاست حکمیہ ہو،

نجاست حکمیہ: جس نجاست کے لئے جرم، طعم (لذت) لون (رنگ) اور ریح (بو) نہ ہو اس کو "نجاست حکمیہ" کہتے ہیں

نجاست عینیہ: اگر کسی نجاست کیلئے جرم وغیرہ ہو اس کو "نجاست عینیہ" کہتے ہیں۔

جرم: جسم کو کہتے ہیں مثلاً چڑیا وغیرہ کی بیٹ جو جسم کی شکل میں ابھری ہوئی معلوم ہوتی ہے اس کے برخلاف خشک پیشاب جس میں یہ کیفیت نہیں ہوتی، (انوار السنیہ ص ۷۷)

اور اگر نجاست عینیہ ہو تو اس صورت میں دو غسل [یعنی دو بار دھونا] واجب ہے

شیخین کے نزدیک بلا کسی اختلاف کے، ایک غسل جرم وغیرہ ان اوصاف کو ختم کرنے کے لئے اور دوسرا غسل جنابت دور کرنے کے لئے، لیکن لون یا ریح کو ختم کرنا دشوار ہو تو معاف ہے، یہی وجہ ہے کہ صاحب کفایہ وغیرہ نے غسل کے فرائض تین بتلائیں ہیں ان میں سے

ایک یہ ہے: اگر بدن پر نجاست ہو تو اس کو دور کرنا، (ص ۳۴ ج ۱ مہذب مع المجموع ص

۱۹۷ ج ۲) (وَلَوْ كَانَ عَلَيْهَا غُسْلٌ جَنَابَةً وَغُسْلٌ حَيْضٍ فَاعْتَسَلَتْ لِاحِدِهِمَا كَفَى

عَنْهُمَا، اور اگر کسی عورت پر جنابت اور حیض دونوں کا غسل جمع ہو پھر وہ ان دونوں کے

لئے ایک غسل کرے تو یہ غسل دونوں کی طرف سے کافی ہوگا) اگرچہ ایک ہی غسل کی نیت کرے کیونکہ جب دو امر ہم جنس جمع ہوں اور ان کا مقصد ایک ہو تو ایک امر دوسرے میں داخل ہوتا ہے مذکورہ مسئلہ میں دو امر ہم جنس جمع ہیں اور دونوں کا مقصد [یعنی پاکی حاصل کرنا] بھی ایک ہی ہے لہذا ایک غسل کے تحت دوسرا بھی ادا ہوگا، اسی طرح جب حدث اصغر یعنی وضو اور اکبر یعنی غسل جمع ہو جائیں تو وضو غسل کے تحت ادا ہوگا۔ مَنِ اجتمع علیہ حدثان، اصغر و اکبر فیہ او جه الصحيح یکفیه غسل جمیع البدن بنیة الغسل و حدہ و لا ترتیب علیہ (روضہ ص ۵۴ ج ۱) جس شخص پر حدث اصغر اور اکبر جمع ہو جائیں تو اس کیلئے صحیح وجہ کے اعتبار سے صرف غسل کی نیت سے پورے بدن کا دھونا کافی ہے اور اس صورت میں اس پر ترتیب واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وضو غسل کے تحت ادا ہوا اور غسل وضو کی طرف سے بھی کافی ہوگا اس لئے کہ دونوں کا مقصد ایک ہے۔ جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے اذا جمع أمران من جنس واحد ولم یختلف مقصودهما دخل احدهما فی الآخر، فمن فروعات ذلك اذا اجتمع حدث وجنابة کفی الغسل علی المذهب کما لو اجتمع جنابة و حیض (الاشباه ص ۱۲۶) جب دو امر ہم جنس جمع ہوں اور ان کا مقصود علیحدہ نہ ہو تو ایک دوسرے میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی فروعات میں سے ایک فرع یہ ہے کہ جب حدث اور جنابت جمع ہوں تو صرف غسل کرنا کافی ہے جیسے کہ اگر جنابت و حیض جمع ہوں، اور ان میں سے کسی ایک کی نیت سے غسل کرے تو اس کے تحت دوسرا بھی غسل ادا ہوگا۔

فتح الوہاب میں ہے: وَمَنْ اَحْدَثَ وَاَجْنَبَ كَفَاهُ غَسْلٌ وَاِنْ لَمْ يَنْوِ مَعَهُ الْوَضُوءَ لَا نَدْرَاجَ الْوَضُوءَ فِيهِ (ص ۱۹ ج ۱) جس شخص کو حدث و جنابت لاحق ہو تو اس کے لئے غسل کافی ہے اگرچہ اس کے ساتھ وضو کی نیت نہ کی ہو وضو کے غسل میں داخل ہو جانے کی وجہ سے۔ معنی المحتاج میں ہے وَلَوْ اَحْدَثَ ثُمَّ اَجْنَبَ او عكسه ای اجنب ثم احدث کفی الغسل سواء نوى الوضوء معه أم لا۔ علی المذهب لا ندرج الوضوء فی الغسل

لأنه صلى الله عليه وسلم قال اما انا فاحشى على راسى ثلاث حثيات فاذا انا قد طهرت -  
وَلَمْ يَفْصَلْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ انِ الْغَالِبِ انِ الْجَنَابَةَ لَا تَتَجَرَّدُ عَنِ الْحَدَثِ فَتَدُخُلُ  
اِخْلَانًا كَالْجَنَابَةِ وَالْحَيْضِ (ص ۷۶ ج ۱) کسی کو حدث لاحق ہونے کے بعد جنابت لاحق  
ہو یا برعکس ہو تو غسل کافی ہے اگرچہ وضو کی نیت نہ کی ہو۔ وضو کے غسل میں داخل ہو  
جانے کی وجہ سے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میں اپنے سر پر تین چلو پانی بہاتا ہوں تو  
پاک ہو جاتا ہوں۔ اور آپ ﷺ نے تفصیل نہیں کی۔ حالانکہ علت جنابت حدث سے  
خالی نہیں ہوتی۔ یعنی جنابت کے ساتھ حدث اصغر یعنی وضو بھی ٹوٹتا ہے۔ لہذا وضو غسل  
کے تحت داخل ہو گیا۔ جنابت و حیض کی طرح۔ کفایہ میں ہے اذا اجتمع علی الشخص  
حدث اضعف وهو الوضوء وحدث اکبر وهو الغسل۔ الصحيح المفتی بہ یکفیه  
غسل جمیع بدنہ بنیۃ الغسل ولا یجب علیہ الجمع بین الوضوء والغسل ولا ترتیب  
فی ذلک (ص ۲۰ ج ۱) کسی شخص پر حدث اصغر یعنی وضو اور اکبر یعنی غسل جمع ہو جائیں  
تو صحیح اور مفتی بہ قول کے اعتبار سے اس کو صرف غسل کی نیت سے اپنے پورے بدن کا  
دھونا کافی ہے۔ اور اس صورت میں اس پر غسل کے ساتھ وضو کی نیت اور ترتیب واجب  
نہیں ہے۔

اور مجموع میں ہے ان یحدث ثم یجنب کما هو الغالب۔ الصحيح عند الا  
صحاب وهو المنصوص فی الام انه یکفیه افاضة الماء علی البدن ویصلی بہ بلا وضوء  
(ص ۱۲ ج ۲) کوئی شخص محدث ہو کر پھر جنبی ہو جائے جیسا کہ عامہ ہوتا ہے تو حضرات  
شوافع کے نزدیک صحیح قول کے اعتبار سے اور کتاب الام میں اسی طرح صراحت ہے کہ  
پورے بدن پر پانی بہانا وضو کے لئے کافی ہے اور اس غسل سے بلا وضو نماز پڑھ سکتا ہے۔

(وَمَنْ اغْتَسَلَ مَرَّةً وَاحِدَةً بِنِيَّةِ جَنَابَةٍ وَجُمُعَةٍ حَصَلًا أَوْ نِيَّةِ أَحَدِهِمَا حَصَلَ ذُوْنَ الْآخِرِ، اور جو شخص ایک بار غسل کرے جنابت اور جمعہ دونوں کی نیت سے تو یہ دونوں غسل حاصل ہوں گے) نیت پر نظر کرتے ہوئے، (یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی نیت سے غسل کرے تو صرف وہی غسل حاصل ہو گا جس کی نیت کی) نیت پر نظر کرتے ہوئے اور اس لئے کہ نفل فرض میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ جنابت اور جمعہ ان دونوں میں ایک فرض ہے اور دوسرا نفل لہذا یہ دونوں امر نہ ہم جنس ہے اور نہ دونوں کا مقصد ایک ہے، بلکہ الگ الگ ہے اس لئے ایک دوسرے میں داخل نہیں ہوں گے۔

### (فصل)

#### (سنت غسل کے بیان میں)

(يَسَنُّ غُسْلُ الْجُمُعَةِ، غسل جمعہ سنت ہے) اس پر جو جمعہ میں حضور کا ارادہ رکھتا ہو، غسل جمعہ کو مقدم کیا آگے اور اس کے وجوب میں اختلاف کی بناء پر، اور اس کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے (وَالْعِيدَيْنِ وَالْكَسُوفَيْنِ وَالْإِسْتِسْقَاءِ، اور عید النضر اور اضحی کیلئے) غسل کرنا سنت ہے اگرچہ نماز کے لئے جاننا ہو اس لئے کہ غسل زینت کا دن ہونے کی وجہ سے کرنا ہے (اقناع ص ۶۵ ج ۱) ویدخل وقت غسلہما بنصف الليل وان كان المستحب فعله بعد الفجر (ایضاً ص ۶۵ ج ۱) عیدین کے غسل کا وقت نصف رات سے شروع ہوتا ہے اگرچہ فجر کے بعد کرنا مستحب ہے (اور سورج گہن اور چاند گہن کے لئے) غسل سنت ہے، (اور بارش مانگنے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے، استسقاء کی نماز بارش کے منقطع یا کم ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے، مصنف علیہ الرحمہ نے کسوفین تغلیباً ذکر فرمایا ہے (وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ، اور میت کو غسل دینے کے بعد) غسل کرنا سنت ہے فرمان رسول ﷺ کی بناء پر کہ جو شخص میت کو غسل دے اس کو چاہیے کہ غسل کرے الخ میت کو چھونے والے کے لئے وضو کرنا سنت ہے (وَالْمَجْنُونِ وَالْمُعْمَى عَلَيْهِ إِذَا آفَاقًا

وَلَا حَرَامَ، اور پاگل اور بے ہوش کے لئے) غسل کرنا مطلوب ہے (جب افاقہ ہو اور احرام باندھنے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے چاہے احرام صرف حج کا ہو یا عمرہ کا یا دونوں کا ہو یا مطلق ہو، روایت ترمذی کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے غسل فرمایا احرام کے لئے، اور اس غسل کا وقت احرام باندھنے کے ارادہ کے وقت ہے، اس غسل کے بارے میں بالغ و نابالغ، طاہر و غیر طاہر اور مذکور و مؤنث کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اگر پانی نہ پائے تو غسل کے بدلہ تیمم کرے احرام سے پہلے زیر ناف اور بغل کے بال صاف کرنا، مونچھ اور ناخن تراشنا مستحب ہے (شرح محلی فی ہاشینان ص ۹۸ ج ۲) (وَلِدُخُولِ مَكَّةَ الْمُشْرَرِ فَوَّوْ لِلْوُقُوفِ بِعَوْفَةٍ، اور مکہ شریف میں داخل ہونے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے، چاہے محرم ہو یا غیر محرم (اور عرفہ میں ٹھہرنے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے اور افضل ہے کہ یہ غسل نمرہ کے پاس کرے، اس کے علاوہ میں کرے تو بھی سنت حاصل ہوگی، اس کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر زوال کے پہلے تک رہتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ زوال کے قریب کرے (اقناع ص ۶۵ ج ۱) نمرہ عرفات کے قریب ایک پہاڑ ہے، عرفات میں داخل نہیں (شرح مسلم) (وَلِلطَّوَّافِ وَالسَّعِي، اور طواف کے لئے) غسل کرنا سنت ہے چاہے طواف قدوم ہو یا طواف افاضہ یا طواف وداع ہو (اور سعی کے لئے) غسل کرنا سنت ہے لیکن شارح فرماتے ہیں کہ سعی طواف کے تابع ہے لہذا اس کے لئے مستقل غسل سنت نہیں ہے (والسعی) هو تابع للطواف فليس له غسل مستقل (فيض الاله المالک ص ۵۶ ج ۱) سعی تابع ہے طواف کے لہذا سعی کے لئے مستقل غسل سنت نہیں ہے۔

### تعارض اور تطبیق

شارح کی عبارت: (والسعی) هو تابع للطواف فليس له غسل مستقل (فيض ص ۵۶ ج ۱) اور مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت: یسن غسل للطواف والسعی، (عمدة السالک) ان دونوں عبارتوں میں تعارض ہوا، لہذا تطبیق اس طرح ہوگی کہ غسل طواف کر کے طواف کے بعد وقت زیادہ نہ گزرا ہو تو سعی کے لئے مستقل غسل سنت نہیں ہے اور اگر زیادہ گزرا ہو تو مستقل غسل کرنا سنت ہے، (تحقیق علی عمدة ص ۴۳)۔

(وَلِدُ حَوْلِ مَدِينَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ میں داخل ہونے والے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے (اور مشعر حرام میں ٹھہرنے کے لئے) غسل کرنا سنت ہے تاکہ میل کچیل وغیرہ سے صاف ہو کر اس میں لوگوں کے ساتھ جمع ہو جائے، (وَتَلَاثَةَ لُؤْمِي الْجِمَارِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ، اور تین ایام تشریق کی رمی کیلئے تین غسل) سنت ہے، ان میں لوگوں کے جمع ہونے کی بناء پر، ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخ کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر دن میں رمی جمار کے لئے غسل کرنا، الغسل (لرمی الجمار الثلاث) فی کل یوم من ایام التشریق (الفاظ ابی شجاع مع اقناع ص ۶۵ ج ۱) [غسل کرنا تین رمی جمار کے لئے] یعنی ایام تشریق میں سے ہر دن میں، مذکورہ اعتسالاتِ مسنونات میں سے کوئی سنت غسل کرنا ہو تو اس سنت کا نام لیکر نیت کرے وہ اس طرح: میں نیت کرتا (یا کرتی) ہوں (مثلاً) احرام کے لئے سنت غسل کی مگر پاگل یا بے ہوش افاقہ ہونے پر جنابت کی نیت کرے وہ اس طرح:- میں نیت کرتا (یا کرتی) ہوں غسل کی جنابت دور کرنے کے لئے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ پاگل اور بے ہوش بالغ ہو اور اگر افاقہ ہونے تک نابالغ ہی ہو تو یہ پاگل یا بے ہوشی سے افاقہ ہونے پر سنت غسل کی نیت اس طرح کرے: میں نیت کرتا (یا کرتی) ہوں جنون (یا بے ہوشی) سے افاقہ ہونے کے سنت غسل کی (اقناع ص ۶۶ ج ۱) مذکورہ اعتسالاتِ مسنونات کے علاوہ دوسرے مسنون غسل مطولات میں ملاحظہ فرمائیں۔

### اصطلاحاتِ فقہاء

اصطلاحاتِ فقہاء میں مطولات سے مراد شروح ہیں اور مختصرات سے مراد متون ہیں تفصیل کیلئے احقر کی کتاب: "مبادیاتِ فقہ" ملاحظہ فرمائیں۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ التَّيْمَمِ)

(تیمم کا بیان)

تیمم غسل کا بدل اور قائم مقام ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو باب الغسل کے بعد ذکر فرمایا۔

تیمم کو وضو اور غسل کے قائم مقام ٹھہرانے کی وجہ

خدا تعالیٰ کی عادت یوں جاری ہے کہ بندوں پر جو چیز دشوار ہوتی ہے وہ ان پر آسان و سہل کر دیتا ہے اور آسانی کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں وقت ہو اس کو معاف کر کے اس کا بدل کر دیا جاوے تاکہ اس بدل سے ان کے دل ٹھکا نہ رہیں اور جس چیز کا وہ انتہائی درجہ میں اپنے اوپر لازم اور ضروری کر رہے تھے دفعۃً اس کے ترک کر دینے سے جبکہ بدل نہ ہو تا ان کے دل شک والے اور پریشان نہ ہوں اور طہات چھوڑنے کے عادی نہ ہو جائیں لہذا خدا تعالیٰ نے بموقع ضرورت تیمم کو وضو اور غسل کے قائم مقام ٹھہرایا اور مجملہ طہارت کے تیمم بھی پانی کی پاکی کی مشابہت کی وجہ سے ایک قسم کی طہارت ٹھہر گیا، (احکام الاسلام)

وضو و غسل کے تیمم میں فرق نہ ہونے کی وجہ

علامہ ابن قیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جنبی اور بے وضو کا تیمم یکساں ہونے میں یہ حکمت ہے کہ جب بے وضو آدمی کے لئے تیمم میں ہاتھ اور منہ پر مسح کرنے کے بعد سر اور پاؤں کا مسح ساقط ہو گیا تو ان ہی اعضاء یعنی ہاتھ اور منہ پر مسح کرنے کے بعد جنبی کے لئے سارے بدن کا مسح بدرجہ اولیٰ ساقط ہو جانا چاہئے کیونکہ سارے بدن کے مسح کرنے میں تکلیف اور حرج ہے جو رخصت تیمم کے لئے منافی و مناقض ہے اور سارے بدن پر جنبی کو مٹی ملنے میں خدا تعالیٰ کی افضل مخلوقات یعنی انسان کو خاک میں لوٹنے میں

جانوروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے پس جو کچھ شریعتِ حقہ نے مقرر کیا ہے حسن اور خوبی اور عدل میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

لغة: قصد و ارادہ کو تیمم کہتے ہیں، اور شرعاً: شرائط کے ساتھ چہرہ اور ہاتھوں پر طہور مٹی پہنچانے کو تیمم کہتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (سورہ مائدہ آیت نمبر ۶) پھر تم کو پانی (کے استعمال کا موقع) نہ ملے (خواہ بوجہ ضرر کے یا پانی نہ ملنے کے) تو (ان سب حالتوں میں) تم پاک زمینوں سے تیمم کر لیا کرو (معارف القرآن ص ۶۵ ج ۳) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے زمین مسجد بنائی گئی اور اس کی مٹی طہور (مسلم شریف، تحقیق علی عمدہ ص ۴۴)

تیمم کے لئے شرائط، اسباب، مبطلات، ارکان اور سنن ہیں، مصنف علیہ الرحمہ نے ان تمام کو ذکر فرمایا ہے لیکن اس باب کی ابتداء شرائط سے کی فرماتے ہیں (وَشُرُوطُ التَّيْمَمِ ثَلَاثَةٌ أَحَدُهَا: أَنْ يَقَعَ بَعْدَ دُخُولِ الْوَقْتِ إِنْ كَانَ الْفَرْضُ أَوْ لِنَقْلِ مَوْقَتٍ، اور تیمم کی شرطیں تین ہیں ان میں سے) ایک (یہ ہے کہ تیمم نماز کا وقت داخل ہونیکے بعد کرے اگرچہ فرض نماز کے لئے ہو یا نفل موقت کیلئے ہو) جیسے سنن رواتب، نماز چاشت وغیرہ کیونکہ تیمم طہارت ضروری ہے اور اس کا وقت سے پہلے کرنا درست نہیں، نفل مطلق کے لئے وقت مقرر نہیں ہوتا لہذا اس کو اوقات مکروہہ کے علاوہ میں پڑھنے کا ارادہ کرنے کے وقت تیمم کرنا جائز ہے، (بَلْ يَجِبُ نَقْلُ الشَّرَابِ فِي الْوَقْتِ، بلکہ واجب ہے مٹی کو منتقل کرنا وقت میں) یعنی جیسے وقت نماز کا داخل ہونا، تیمم کے لئے شرط ہے اسی طرح نفل تراب کے لئے بھی وقت نماز کا داخل ہونا شرط ہے (فَلَوْ تَيَمَّمْ شَاكًا فِي الْوَقْتِ لَمْ يَصِحَّ وَإِنْ صَادَفَهُ، اگر کسی نے تیمم کیا درحالیکہ وقت نماز کے دخول میں اس کو شک ہو تو صحیح نہ ہوگا اگرچہ تیمم دخول وقت کے بعد واقع ہو) کیونکہ اُس نے حالت شک میں تیمم کیا

لہذا دخول وقت کی جو شرط ہے چاہے گمانِ غالب سے ہو یا یقین سے وہ فوت ہوگئی۔  
(وَلَوْ تَيْمَّمْ لِفَائِتَةٍ ضَحْوَةً فَلَمْ يَصَلِّهَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَلَهُ أَنْ يَصَلِّيَهَا بِهِ أَوْ فَأْتَتْهُ  
خُرَيْ، اور اگر کسی شخص نے تیمم کیا فوت شدہ نماز کے لئے چاشت کے وقت اور فوت شدہ  
نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا تو تیمم کرنے والے شخص کے لئے جائز  
ہے کہ اس تیمم سے ظہر کی نماز پڑھے یا دوسری فوت شدہ) جس نماز کا ارادہ ہو اُس کے  
وقت کا داخل ہونا شرط ہے پھر اگر وہ نماز نہیں پڑھی تب بھی تیمم درست ہے اور اُس کے  
لئے اُس کی جگہ دوسری نماز درست ہے (الثانی: أَنْ يَكُونَ بَثْرًا طَاهِرًا خَالِصًا مُطْلَقًا لَهُ  
غَبَارٌ وَوَلَوْ بِغُبَارِ رَمْلِ) شروطِ تیمم میں سے (دوسری شرط یہ ہے کہ تیمم: پاک) اور (پاک  
کرنے والی) اور (خالص مٹی سے ہو) ایسی مٹی (جس کو غبار ہو اگرچہ مٹی ریت کے غبار سے  
ملی ہو) یعنی تب بھی تیمم صحیح ہوگا، فرمانِ ربّانی ہے: فَتَيْمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (سورہ مائدہ  
آیت نمبر ۶) تو تم پاک زمینوں سے تیمم کر لیا کرو، (معارف القرآن ص ۶۵ ج ۳) مصنف  
علیہ الرحمہ نے "لہ غبار" اس لفظ سے مٹی کا وصف بیان کیا کہ وہ غبار آلود ہو جو چہرہ اور  
ہاتھوں کو چمٹ جائے (لَا رَمْلٌ مُتَمَسِّحٌ، صرف ریت کافی نہ ہوگا) کیونکہ صرف ریت  
ہونے کی وجہ سے اُس پر مٹی کا حکم صادق نہیں آتا، مٹی کا حکم اُس وقت صادق آتا ہے جبکہ وہ  
غبار آلود ہو جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے "لہ غبار" ذکر فرما کر مٹی کا وصف بیان کیا کہ وہ  
غبار آلود ہو یہی وجہ ہے کہ مٹی ریت کے غبار کے ساتھ ہو تب بھی اس سے تیمم صحیح ہوتا  
ہے کیونکہ مٹی کا وصف موجود ہے (وَلَا يَبْثُرُ بِمُخْتَلِطٍ بِدَقِيقٍ وَنَحْوِهِ، اور تیمم صحیح نہ ہوگا  
ایسی مٹی سے جو ملی ہوئی ہو آئے یا اس کے مانند چیز کے ساتھ) اس لئے کہ اس صورت میں  
یہ خالص مٹی نہیں ہے خالص مٹی ہونا تیمم صحیح ہونے کے لئے شرط ہے جیسا کہ مصنف علیہ  
الرحمہ نے شروطِ تیمم کے شرط دوم میں ذکر فرمایا ہے کہ: الثانی: ان يَكُونَ بَثْرًا طَاهِرًا  
خالص الخ (عمدة السالك).

(وَلَا بِحِصِّ وَسِحَاقَةِ خَزْفٍ وَمَسْتَعْمَلٍ وَهُوَ مَا عَلَى الْعُضْوِ أَوْ مَا تَنَازَرَتْ عَنْهُ،  
اور تیمم چونے، سحاقہ سے) سحاقہ خزف یعنی ٹھیکروں کو کوٹنے سے حاصل ہونے والا  
غبار (اور مستعمل مٹی سے صحیح نہیں اور مستعمل مٹی کہتے ہیں جو عضو پر ہو یا عضو سے گری  
ہوئی ہو) جیسا کہ وضوء کے وقت عضو سے پانی ٹپکتا ہے اور مستعمل ہوتا ہے۔

مٹی کب مستعمل ہوگی؟

وَلَا بَدْفِي كونه مستعملاً من مسه للعضو والا فلا يصيّر مستعملاً صرّح به  
في التحقيق والمجموع (فيض الا له المالک ص ۵۸ ج ۱) اور مٹی مستعمل ہونے کے  
لئے ضروری ہے کہ اس سے عضو کو مس کرے (لگائے) ورنہ مستعمل نہ ہوگی اس کی  
صراحت کی ہے تحقیق اور مجموع میں۔

(الثَّالِثُ: أَلْعَجْزُ عَنْ اسْتِعْمَالِ الْمَاءِ فَيَتَيَمَّمُ الْعَاجِزُ عَنْ اسْتِعْمَالِهِ وَيَكُونُ  
عَنِ الْأَخْدَاثِ كُلِّهَا) شروط تیمم میں سے (تیسری شرط ہے پانی کے استعمال سے عاجز ہونا،  
لہذا پانی کے استعمال سے عاجز شخص تیمم کرے گا) عاجز خواہ بوجہ ضرر کے ہو یا پانی نہ ملنے  
کے (اور) تیمم حدث اصغر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ (تمام احداث سے تیمم کرنا جائز  
ہے) جیسے حدث حیض اور حدث جنابت وغیرہ، حدث اصغر کی وجہ سے تیمم کرنے والے  
کے لئے وہ تمام چیزیں مباح ہوتی ہیں جو وضو کرنے کی وجہ سے مباح ہوتی ہیں جیسے نماز  
وغیرہ مگر ایک تیمم سے فرض نماز ایک ہی پڑھ سکتا ہے اس کے برخلاف وضو کہ اس سے  
بہت سی نمازیں پڑھنا جائز ہے (وَيَسْتَبِيحُ بِهِ الْجَنْبُ وَالْحَائِضُ مَا يَسْتَبِيحَانِ بِالْغُسْلِ  
فَإِنْ أَخَذَا بَعْدَهُ حَرَمَ عَلَيْهِمَا مَا يَحْرُمُ بِالْحَدَثِ، اور تیمم کی وجہ سے جنبی اور حائضہ کے  
لئے وہ تمام چیزیں مباح ہوتی ہیں جو جنبی اور حائضہ کے لئے غسل کی وجہ سے مباح ہوتی  
ہیں) جیسے نماز اور قرآن پڑھنا وغیرہ (اور اگر جنبی اور حائضہ کو تیمم کے بعد حدث لاحق ہوا  
تو ان دونوں کے لئے وہ چیزیں حرام ہیں جو حدث اصغر کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں)

جیسے نماز پڑھنا، طواف کرنا، قرآن کو چھونا اور اٹھانا، طہارت باطل ہونے کی بناء پر، جنابت اور حیض کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزیں جیسے مسجد میں ٹھہرنا اور قرآن شریف پڑھنا حرام نہ ہوگا، طہارت باقی رہنے کی بناء پر۔

### اسبابِ عجز

(وَاللَّعْجُزُ أَسْبَابٌ: أَحَدَهَا: فَقَدْ الْمَاءُ، اور عاجز ہونے کے) تین (اسباب ہیں

ان میں سے پہلا سبب پانی کا نہ ملنا ہے) آیت: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (سورہ ماندہ) کی بنا پر

(فَإِنْ تَيَمَّمْتُمْ بِلَا طَلَبٍ، اگر پانی کے نہ ملنے کا یقین ہو تو تیمم کرے پانی کو تلاش کئے بغیر) اس لئے کہ اب تلاش کرنے میں فائدہ نہیں ہے (وَإِنْ تَوَهَّمُوا وَجُودَهُ اور اگر پانی کے ملنے کا وہم ہو) یعنی تردد ہو، خواہ ظن ہو، شک ہو یا وہم۔

### ظن، شک اور وہم کی تعریف

ظن: طرفِ راجح کے ادراک کو کہتے ہیں، جیسے پانی کے وجود کا گمان راجح ہو،

شک: کہتے ہیں: وجود اور عدم دونوں کا ادراک برابر ہو، جیسے پانی کا ملنا اور نہ ملنا دونوں اُس کے گمان و خیال میں یکساں ہوں،

وہم: کہتے ہیں: مرجوح پہلو کے ادراک کو، جیسے پانی کے وجود کا خیال و گمان ضعیف ہو،

(وَجَبَّ طَلْبُهُ تَوَهُّمًا) مرید تیمم پر (پانی کا تلاش کرنا واجب ہے) وقت نماز کے داخل ہونے کے

بعد، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا (سورہ ماندہ، آیت نمبر ۶) پانی

نہ پاؤ تو تیمم کرو، اس میں ہم کو حکم فرمایا پانی نہ پانے پر تیمم کا ظاہر ہے پانی کے نہ ہونے کا علم

اسی وقت ہو گا جبکہ ہم تلاش کریں (مِنْ رَحْلِهِ وَرَفَقْتِهِ حَتَّى يَسْتَوِيَ عَلَيْهِمْ، أَوْ لَا يَنْقِي مِنَ الْوُ

فْتِ إِلَّا مَا يَسْغُ الصَّلَاةَ، اپنے مسکن میں اور اپنے تمام ساتھیوں سے پانی تلاش کرتا رہے

یہاں تک کہ وقت باقی نہ رہے مگر اتنا کہ جس میں نماز ادا کر سکے) اور وقت نکلنے کا

اندیشہ ہو تو پانی کو تلاش نہ کرے بلکہ تیمم کر کے نماز ادا کرے (وَلَا يَجِبُ الطَّلَبُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ بَعَيْنِهِ لَوْلَا تَدَايُ مِنْ مَعَهُ مَاءٌ وَلَوْ بِالْثَمَنِ، اور واجب نہیں ہے ہر ایک ساتھی سے الگ الگ پانی کو طلب کرنا بلکہ ان میں آواز لگائی جائے کہ:- ایسا کوئی شخص ہے جس کے پاس پانی ہو اگرچہ قیمت سے) یعنی قیمت لیکر فروخت کرے اگر پانی مفت نہ ملے تو قیمت دیکر لینا ضروری ہے اگر قیمت کی ادائیگی پر قادر ہو تو (ثُمَّ يَنْظُرُ حَوْلَ الْيَهُانِ كَأَن فِي أَرْضٍ مُسْتَوِيَةٍ وَالْأَنْزَادُ إِلَى حَدِّ الْغُوثِ وَهُوَ بِحَيْثُ لَوْ اسْتَعَاثَ بِزَفَّتِهِ مَعَ اسْتِعَا لَهُمْ بِأَقْوَامِهِمْ وَأَفْعَالِهِمْ لِأَعَاثُوا إِنْ لَمْ يَخْفَ صَرَرَ نَفْسٍ أَوْ مَالٍ پھر) یعنی اگر پانی تلاش کرنے کے باوجود نہ پائے تو (اپنے چاروں طرف دیکھے) یعنی دائیں بائیں، سامنے اور پیچھے (اگر زمین ہموار ہو تو، ورنہ) یعنی وہ زمین ہموار نہ ہو بلکہ اونچ نیچ ہو یا وہاں پہاڑ ہو تو، (حد غوث تک جائے اور حد غوث یہ ہے کہ اگر وہ مدد چاہے اپنے ساتھیوں سے تو وہ اپنی گفتگو اور کام کاج میں مشغول ہونے کے باوجود اُس کی مدد کریں اگر جان یا مال کے نقصان کا خوف نہ ہو) اپنی یا اپنے علاوہ کے جان یا مال کا خوف نہ ہو، یہ شرط ہے حد غوث کی طرف جانے کی یعنی اگر خوف ہو تو نہ جائے، اور مال سے مراد وہ مال ہے جسکا طہارت کے ثمن میں صرف کرنا واجب نہ ہو یا اجرت میں صرف کرنا واجب نہ ہو، ثمن مثل تک اجرت میں صرف کرنا واجب ہے اگر ثمن یا اجرت میں صرف کرنا واجب ہو تو خوف کے باوجود طلب ماء واجب ہے (أَوْ صَعَدَ جَبَلًا صَغِيرًا قَرِيبًا، یا قَرِيبًا جَهْلًا پھاڑ پر چڑھ جائے) ساتھیوں میں سے کوئی اگر ایک سے زائد ساتھی ہو، اور حد غوث کی طرف دیکھے چاروں جہت سے، مصنف علیہ الرحمہ نے لفظ "أَوْ" ذکر فرمایا ہے "أَوْ" دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر جھکنے اور مائل ہونے کے لئے آتا ہے لہذا حد غوث کی طرف چلا جائے یا ساتھیوں میں سے کوئی قریبی چھوٹے پہاڑ پر چڑھے اور اگر "أَوْ" "وَأَوْ" کے معنی میں ہو تو تردد اور صعود کو جمع کرے یعنی حد غوث کی طرف جائے اور پہاڑ پر بھی

چڑھے (وَيَجِبُ أَنْ يَقَعَ الطَّلَبُ بَعْدَ دُخُولِ الْوَقْتِ، اور واجب ہے کہ پانی کو طلب کرنا واقع ہو وقت نماز داخل ہونے کے بعد) جس طرح وقت نماز داخل ہونے کے بعد تیمم کا ہونا شرط ہے اسی طرح طلب ماء کے لئے وقت نماز کا داخل ہونا شرط ہے۔ (فَإِنْ طَلَبَ فَلَمْ يَجِدْهُ وَتَيَمَّمْ وَمَكَثَ مَوْضِعَهُ وَارَادَ فَرَضًا آخَرَ، اگر پانی تلاش کیا پھر نہیں پایا اور تیمم کیا اور اسی جگہ ٹھہرے رہا اور ارادہ کیا کہ دوسری فرض نماز پڑھے) تو اس صورت میں تفصیل ہے جو مصنف علیہ الرحمہ نے ذکر فرمائی ہے وہ یہ: (فَإِنْ لَمْ يَحْدُثْ مَا يُؤْتِيهِمْ مَاءً وَكَانَ يَتَّقَنُ الْعَدَمَ بِالطَّلَبِ الْأَوَّلِ تَيَمَّمْ بِالطَّلَبِ وَإِنْ لَمْ يَتَيَقَّنْهُ أَوْ جَدَّ مَا يُؤْتِيهِمْ كَسَحَابٍ وَرَكْبٍ وَجَبَ الطَّلَبُ الْآخَرَ الْآنَ لِأَمِنْ رَحْلِهِ وَإِنْ تَيَقَّنَ وَجُودَ الْمَاءِ عَلَى مَسَافَةٍ يَتَرَدَّدُ لَيْهَا الْمَسَافِرُ لِلْإِحْتِطَابِ وَالْإِحْتِشَاشِ وَهِيَ فَوْقَ حَدِّ الْغَوْثِ، اگر کوئی ایسی چیز وجود میں نہ ہو جس سے پانی کا وہم ہو اور پہلی مرتبہ کے تلاش کرنے سے پانی نہ ملنے کا یقین ہو گیا ہو تو تیمم کرے دوسری بار پانی تلاش کئے بغیر) اس لئے کہ اب تلاش کرنا بے کار ہے (اور اگر پانی نہ ملنے کا یقین نہ ہو یا اس نے ایسی کوئی چیز پائی جس سے اُس کو پانی کا وہم ہو جائے جیسے بادل اور قافلہ تو اب پانی تلاش کرنا واجب ہے) مرید تیمم پر، کیونکہ ممکن ہے کہ تلاش کرنے سے مل جائے (مگر اپنے مسکن میں تلاش نہیں کریگا) اس لئے کہ اس کے رحل میں پانی کا نہ ہونا فرض کیا گیا ہے (اور اگر پانی ملنے کا یقین ہوا اتنی حد میں کہ جس حد تک مسافر لکڑیاں جمع کرنے اور گھاس چرانے کے لئے آتے ہیں اور یہ حد حد غوث سے دور ہو) جس حد تک مسافر لکڑیاں جمع کرنے اور گھاس چرانے کے لئے جانور لاتے ہیں اس حد کو "حد قرب" کہتے ہیں اور اس سے دوری کو حد بعد کہتے ہیں امام رافعی علیہ الرحمہ نے امام محمد بن یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ "حد قرب" فرسخ سے قریب ہوتی ہے (أَوْ عَلِمَ أَنَّهُ يَصِلُهُ بِحَفَرٍ قَرِيبٍ وَجَبَ قَصْدُهُ إِنْ لَمْ يَخْفَ صَوْرًا، یا وہ) یعنی مرید تیمم (جان لے) اگر چہ عادل و معتبر کی خبر سے (کہ تھوڑا کھودنے سے وہ پانی تک پہنچ جائے گا تو اس پر پانی کا قصد کرنا واجب ہے) اسی طرح

اس پر واجب ہے زمین کھودنا ظہورِ ماء کے لئے پانی کے متیقن ہونے کی بناء پر (اگر نقصان کا خوف نہ ہو) یعنی جانی یا عضو کے نقصان کا یا مال کا یا ساتھیوں سے پگھڑنے کا خوف نہ ہو اور اسی طرح وقتِ نماز کے نکلنے کا خوف نہ ہو [اگر ان میں سے کوئی خوف ہو تو قصدِ ماء اور حُفْرِ اَرْض واجب نہیں ہے] [وَإِنْ كَانَ فَوْقَ ذَلِكَ فَلَهُ التَّيْمُمُ وَلَكِنْ إِنْ تَيَقَّنَ أَنَّهُ لَوْ صَبَرَ إِلَى آخِرِ الْوَقْتِ لَوْ جَدَّهُ فَإِنْتَظَرَهُ أَفْضَلُ وَإِنْ ظَنَّ غَيْرَ ذَلِكَ فَاِلَّا فَضَّلَ التَّيْمُمُ أَوَّلِ الْوَقْتِ، اور اگر پانی ایسی حد میں متیقن ہو کہ وہ حد "حد قرب" سے دور ہو) مطلب یہ ہے کہ "حد بعد" میں پانی متیقن ہو (تو مرید تیمم کے لئے تیمم کرنا جائز ہے) بغیر تلاش کئے چاہے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو یا نہ ہو اس لئے کہ "حد بعد" میں پانی کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے] اور کوشش کرنا زائد مشقت کا باعث ہے [لیکن] یعنی تیمم جائز ہونے کی صورت میں، (اگر یقین ہو کہ وہ اگر انتظار کرے گا آخری وقت تک تو پانی پائے گا تو اس کے لئے پانی کا انتظار کرنا افضل ہے) اسلئے کہ نماز وضو سے پڑھی جائے گی (اور اگر) آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین نہ ہو بلکہ (پانی نہ ملنے کا گمان ہو تو اول وقت میں تیمم کرنا افضل ہے) ذمہ سے بری ہونے اور فرض کو ساقط کرنے کے لئے (وَلَوْ وَهَبَهُ إِنْسَانٌ مَاءً أَوْ أَقْرَضَهُ أَيَاهُ أَوْ أَحَارَهُ ذَلُّوْا الزَّيْمَةَ الْقَبُولُ، اور اگر مرید تیمم شخص کو کوئی انسان پانی ہبہ کرے یا بطور قرض دے یا ڈول عاریتہ دے) اور یہ سب وقت میں واقع ہو اور پانی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو مذکورہ ہبہ یا قرض یا عاریتہ کے بغیر (تو اس کو قبول کرنا لازم ہے) احسانِ خفیف کی بناء پر مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں میں احسان کم ہے اس لئے لینے میں حرج نہیں، بشرطیکہ مالک کو اس کی حاجت نہ ہو اور پانی تلاش کرنے کے اعتبار سے وقت تنگ ہو۔

### ہبہ کی تعریف

ہبہ کہتے ہیں: ہی تملیک تطوع لالا احتیاج ولا لقصد ثواب ولا لاکرام

(انوار المسالک ص ۱۹۴) کسی کی ضرورت کے بغیر اور ثواب و اکرام کی نیت کے بغیر نفل

چیز کا کسی کو مالک بنانے کو ہبہ کہتے ہیں، لہذا مصنفؒ نے جو لفظ "وہب" ذکر فرمایا ہے وہ صدقہ کے معنی میں ہے، کیونکہ انسان پانی کو اس کی حاجت ہونے کی وجہ سے ہبہ کر رہا ہے اور اسی کو صدقہ کہتے ہیں: فان ملک لا احتیاج اولثواب الآخرة فصدقة (فیض شرح عمدة ص ۹۸ ج ۱) اگر کسی کو حاجت یا ثواب آخرت کی بناء پر مالک بنائے تو اس کو صدقہ کہتے ہیں۔

### اعتراض اور جواب

اعتراض: پھر مصنفؒ نے لفظ "وہب" کیوں ذکر فرمایا؟

جواب: اس لئے کہ لفظ صدقہ اور ہدیہ کو ہبہ نامی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، فیض میں ہے: فکل من الصدقة والهدیة ہبة (ص ۹۸ ج ۱) صدقہ اور ہدیہ دونوں کو ہبہ کہتے ہیں۔

عاریت کہتے ہیں: دوسرے کو کوئی چیز دینا کہ وہ عین کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ

اٹھائے اور بعد میں واپس کر دے (الفاظ ابی شجاع مع اقناع ص ۳۰۴ ج ۱)

(وان وَهَبَهُ او أَقْرَضَهُ تَمَنَّهُمَا فَلَا اور اگر ڈول ہبہ کرے یا ڈول اور پانی کا شمن

بطور قرض دے تو قبول کرنا لازم نہیں) اس لئے کہ اس میں احسان عظیم ہے اور احسان عظیم کا قبول کرنا لازم نہیں۔

(وَإِنْ وَجَدَ الْمَاءَ أَوْ الدَّلَّ لَوْ يَبَا عَانَ بِشَمَنِ مِثْلِهِ وَهُوَ تَمَنَّهُ فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ

وَذَلِكَ الْوَقْتِ لَزِمَهُ شِرَاءُ وَإِنْ وَجَدَ تَمَنَّهُ فَاصْبِرْ لَعَنَ دِينَ وَ لَوْ مَوْ جَلَامُونَ سَفَرٍ ذَهَابًا

وَرُجُوعًا، اور اگر مرید تیمم پانی یا ڈول فروخت ہوتے ہوئے پائے شمن مثل سے اس جگہ

میں اور اس وقت میں ان کا جو شمن ہو اس کو شمن مثل کہتے ہیں تو اس پر اس کا خریدنا لازم

ہے) یعنی پانی یا ڈول کو، اگر شمن مثل سے زیادہ قیمت میں پائے تو خریدنا لازم نہیں۔ (اگر

پانی یا ڈول کی قیمت دین سے زائد پائے تو) یعنی مرید تیمم کے ذمہ میں اگر دین ہو چاہے آدمی

کا یا اللہ کا تو اس کی ادائیگی سے زائد اگر اس کے پاس قیمت ہے پانی یا ڈول کی تو خریدنا

لازم ہے (اگرچہ دین کی ادائیگی تاخیر آہو اور اس کے سفر کو جانے اور واپس لوٹنے کے خرچ سے زائد ہو) یعنی جس طرح ذمہ میں دین ہو تو دین کی ادائیگی سے زائد پانی یا ڈول کی قیمت اگر اس کے پاس ہو تو خریدنا لازم ہے اسی طرح سفر کے خرچ سے زائد اس کے پاس پانی یا ڈول کی قیمت ہو تو خریدنا لازم ہے [ور نہ نہیں] اس لئے کہ دین اور خرچ ان کا بدل نہیں ہے اس کے برخلاف پانی کہ اس کا بدل تیمم ہے، (فَإِنْ اِمْتَنَعَ مِنْ بَيْعِهِ وَهُوَ مُسْتَعِينٌ عَنْهُ لَمْ يَأْخُذْهُ غَضَبًا اِلَّا لِعَطَشٍ، اور اگر پانی کا مالک پانی بیچ کر دینے سے انکار کرے) یا ڈول کا مالک ڈول عاریتہ دینے سے انکار کرے (حالانکہ مالک اس پانی سے مستغنی ہو تو پانی کو مالک سے غصب کر کے لینا جائز نہیں مگر پیاس کے لئے) اپنی اور اپنے علاوہ دوسرے اس انسان کی پیاس کی وجہ سے جس کا خرچ اپنے ذمہ ہو پانی کے مالک سے پانی غصب کر کے لینا جائز ہے، یہی حکم ہو گا ڈول عاریتہ دینے سے انکار کی صورت میں (وَلَوْ وَجَدَ بَعْضُ مَاءٍ لَا يَكْفِي طَهَارَتَهُ لِرِمَّةٍ اَسْتَعْمَلَهُ ثُمَّ تَيَمَّمَ لِلْبَاقِيِ اور اگر) فاقد الماء یعنی پانی نہ پانے والا (تھوڑا پانی پائے جو اس کی طہارت کو کافی نہ ہو) چاہے طہارت حدث اصغر سے ہو یا جنابت سے (اس پر لازم ہے تھوڑے پانی کا استعمال پھر باقی حصہ کے لئے تیمم کرے) شیخین کی روایت کی بناء پر کہ آپ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اسے پورا کرو جتنی استطاعت رکھتے ہو، اور اس لئے کہ میسور معسور سے ساقط نہیں ہوتا، میسور سے مراد وہ حصہ جس پر پانی کا استعمال ہو اور معسور سے مراد وہ حصہ جس پر پانی کا استعمال نہیں ہو اور فقہی قاعدہ ہے: المیسور لا یسقط بالمعسور (اقتناع) میسور معسور سے ساقط نہیں ہوتا، لہذا اس صورت میں متیسر متعسر سے ساقط نہیں ہوتا۔

آگے مصنف حدث اصغر یا اکبر لاحق ہونے کے اعتبار سے تھوڑے پانی کو استعمال کرنے کے طریقہ کو بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (فَالْمُحْدِثُ يُطَهِّرُ وَجْهَهُ ثُمَّ يَدِيهِ عَلَيَّ التَّرْتِيبِ، یعنی جس کو حدث اصغر لاحق ہو) سب سے پہلے اپنا چہرہ پھر اپنے دونوں

ہاتھوں کو پاک کرے گا) اسی طرح باقی اعضاء (ترتیب کے مطابق) اس لئے کہ وضو میں ترتیب واجب ہے، تھوڑے پانی سے جن اعضاء کی طہارت حاصل ہوئی ان کے علاوہ باقی ماندہ اعضاء کے لئے تیمم کرے اسی کو مصنف نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ولو وجد بعض ماء لا يكفي طهارته لزمه استعماله ثم تیمم للباقي (عمدة السالك) (وَالْجُنُبُ يَبْدَأُ بِمَا شَاءَ وَيُنْدِبُ تَقْدِيمَ أَعَالِي بَدَنِهِ، اور جنبی) یعنی جس کو حدیث اکبر لاحق ہو غسل کے وقت (ابتداء کر سکتا ہے بدن کے جس حصہ سے چاہے) اس لئے کہ غسل میں ترتیب نہیں ہے (اور مستحب ہے اپنے بدن کے اعلیٰ حصوں کو مقدم کرنا) لیکن تحقیق اور مجموع میں اعضاء وضو سے ابتداء [یعنی ان کو مقدم] کرنے کو راجح قرار دیا ہے۔

(السَّبَبُ الثَّانِي: خَوْفُ عَطَشٍ نَفْسِهِ وَزَفَقْتِهِ وَحَيَوَانٍ مُحْتَرَمٍ مَعَهُ وَلَوْ فِي الْمُسْتَقْبَلِ) اسباب عجز میں سے (دوسرا سبب: خود اپنی پیاس کا اور اپنے ساتھیوں کی اور محترم جانور کی جو اس کے ساتھ ہے پیاس کا خوف ہو اگرچہ مستقبل میں) یعنی آئندہ، شارح فرماتے ہیں کہ مصنف نے جو قول "معہ" ذکر فرمایا ہے یہ قید نہیں ہے: وقوله (معہ) ليس بقيد كما قاله البجيرمي على فتح الوهاب حيث قال وان لم يكن معه والواو في كلام المصنف بمعنى "او" وفي بعض النسخ "او" وهي ظاهرة والمحترم هو الذي يحرم قتله ومنه كلب ينتفع به (فيض ص ۶۱ ج ۱) اور مصنف کا قول "معہ" یہ قید نہیں ہے جیسا کہ اس کو بجيرمي على فتح الوهاب نے کہا ہے اس اعتبار سے کہ اگرچہ اس کے ساتھ نہ ہو اور "او" مصنف کے کلام میں "او" کے معنی میں ہے اور بعض نسخہ میں "او" ہے [لہذا اس اعتبار سے عبارت اس طرح ہوئی:۔ او حیوان محترم معہ] اور یہی ظاہر ہے اور محترم کہتے ہیں جس کا قتل حرام ہے اور اسی میں سے وہ کتاب ہے جس سے فائدہ ہو، غیر محترم جیسے مرد اور باؤلا کتاب، (تحقیق علی عمدتہ ص ۴۷)۔

(وَيَحْزَمُ الْوَضُوءُ حِينَئِذٍ، تو) واجد الماء یعنی پانی پانے والے پر (حرام ہے ایسی صورت میں وضو کرنا) اسی طرح غسل کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے، روح وغیرہ کی حفاظت کے پیش نظر (فَيَتَزَوَّدُ لِرَفْقَتِهِ وَيَتَيَمَّمُ بِلَا عَادَةٍ، لہذا واجد الماء پانی کو اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے جمع کرے اور) نماز وغیرہ کے لئے (تیمم کرے اعادہ کئے بغیر) یعنی اس تیمم سے جو نماز پڑھی گئی اس کا یا اس کے مانند جس کے لئے طہارت ضروری ہے جیسے طواف کیا گیا اس کا اعادہ یعنی وضو کر کے واپس وہی نماز پڑھنا یا طواف کرنا ضروری نہیں، اس لئے کہ مذکورہ سبب مانع ہونے کی وجہ سے پانی کا ہونا نہ ہونے کے حکم میں ہے اور جب پانی نہ ہو تو تیمم جائز ہوتا ہے،

(الثَّالِثُ: مَرَضٌ يَخَافُ مَعَهُ تَلَفَ النَّفْسِ أَوْ عُضْوٍ أَوْ فَوَاتَ مَنْفَعَةَ عُضْوٍ أَوْ حَدُوثٌ مَرَضٍ مُخَوِّفٍ أَوْ زِيَادَةٌ مَرَضٍ أَوْ تَاخِيرُ الْبُرْءِ أَوْ شِدَّةُ أَلَمٍ أَوْ شَيْبًا فَاحْشَا فِي عُضْوٍ ظَاهِرٍ) اسباب عجز میں سے (تیسرا سبب ایسا مرض ہو جس) سے پانی استعمال کرنے کی وجہ (سے خوف ہو جان یا کسی عضو کے فوت ہونے کا یا عضو کے فائدہ کے فوت ہونے کا) جیسے ہاتھ بے فائدہ ہونے کا خوف ہو (یا نقصان دہ مرض لاحق ہونے کا یا مرض کے زیادہ ہونے یا دیر سے اچھا ہونے یا درد کے بڑھنے کا) خوف ہو (یا عضو ظاہر میں سخت عیب ہونے کا) خوف ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ كُنْتُمْ عَلَىٰ صَفْوٍ أَوْ كُنْتُمْ عَلَىٰ صَفْوٍ أَوْ كُنْتُمْ عَلَىٰ صَفْوٍ أَوْ كُنْتُمْ عَلَىٰ صَفْوٍ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۶) اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) (تو تم پاک زمینوں سے تیمم کر لیا کرو) (معارف القرآن ص ۶۴ ج ۳)

عضو ظاہر میں سخت عیب ہو جیسے پانی اگر استعمال کرے گا تو [مثلاً] چہرہ سیاہ ہو گا وغیرہ، کمالوکان الماء یؤثر فی مثل وجہہ سوادا او یبسا او جلد تزیید فانه ینتقل الی التیمم (انوار المسالک ص ۲۷) جیسا کہ اگر پانی استعمال کرے تو چہرہ سیاہ ہو گا یا خشک یا چھڑی زیادہ ہو گی تو وہ منتقل ہو گا تیمم کی طرف، فاحش کی قید سے یسیر نکل گیا اور ظاہر کی قید

سے باطن نکل گیا لہذا قلیل عیب ہو یا اندرونی عضو میں ہو [چاہے سخت ہو] تو خوف کا اعتبار نہ کرتے ہوئے تیمم جائز نہ ہوگا، یہاں عضو سے مراد وہ حصہ جو بدن کو شامل ہے جیسے سینہ۔  
(وَيَعْتَمِدُ فِيهِ مَغْرَفَتُهُ اَوْ طَبِيْبًا يَقْبَلُ فِيهِ خَبْرُهُ، اور خَائِفٌ) یعنی خوف کھانے والا (بھروسہ کرے گا خوف کے بارے میں اپنے علم پر) اگر وہ علم طب کا جانکار ہو اگرچہ تجربہ سے (یا ڈاکٹر کی خبر خوف کے بارے میں قبول کرگا) جو ثقہ ہو چاہے مذکر ہو یا مؤنث۔

(فَإِنْ خَافَ مِنْ جُرْحٍ وَلَا سَاتَرَ عَلَيْهِ غَسَلَ الصَّحِيْحَ بِأَقْصَى الْمُمْكِنِ فَلَا يَشْرُكُ إِلَّا مَا لَوْ غَسَلَهُ تَعَدَّى إِلَى الْجُرْحِ وَتَيَمَّمَ لِلْجُرْحِ فِي الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ فِي وَقْتِ جَوَازِ غَسْلِ الْعَلِيلِ، اگر خوف ہو زخم کی بنا پر) پانی کے استعمال سے (اور زخم پر کوئی ساترنہ ہو) یعنی پٹی یا اس کے علاوہ (تو) صاحب زخم پر واجب ہے کہ (عضو صحیح کو دھوئے) عضو صحیح یعنی جس پر زخم نہ ہو (جتنا ممکن ہو) حدیث کی بناء پر کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اسے پورا کرو جتنی استطاعت رکھتے ہو (کچھ بھی نہ چھوڑے) عضو صحیح میں سے (مگر عضو صحیح کا وہ حصہ) مراد جو زخم سے قریب ہے (اگر اس کو دھوئے تو پانی زخم تک پہنچ جائے) اس صورت میں صاحب زخم پر اس حصہ کو دھونا واجب نہیں ہے بلکہ (تیمم کرے،) زخم سے قریب عضو صحیح کے حصہ کے علاوہ کو دھونے کے بعد (صرف چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر زخم ہونے کی بناء پر اور تیمم زخمی عضو کو دھونے کے وقت جواز میں کرے) وضو کی ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے مثلاً اگر زخم ہاتھ میں ہو تو نہیں کرے گا یہاں تک کہ چہرہ دھولے اور غسل یدین کا جواز آجائے، آگے مصنف جنہی کا حکم بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (فَالْجُنُبُ تَيَمَّمَ مَتَى شَاءَ، جنہی جب چاہے تیمم کرے،) یعنی عضو صحیح کو دھونے سے قبل یا بعد چونکہ غسل میں ترتیب نہیں ہے اس لئے کہ جنہی کا بدن ایک عضو کے مانند ہے جیسا کہ کتب شافعیہ میں ہے کہ : جس آدمی کو فرض

غسل کی حاجت لاحق ہو اس کے لئے اصح قول کے مطابق چاہے پہلے غسل کرے اور پھر تیمم کرے یا پہلے تیمم کرے اور پھر غسل کرے چونکہ غسل میں ترتیب نہیں ہے،

(وَالْمُحْدَثُ لَا يَنْتَقِلُ عَنْ غُضُوِّ حَتَّىٰ يَكْمُلَ غُسْلًا وَتَيْمَمًا مُّقَدَّمًا مَا شَاءَ،

اور محدث) یعنی جس کو وضو کی حاجت لاحق ہو (عضو سے منتقل نہ ہو گا یہاں تک کہ عضو کو مکمل کرے دھونے اور تیمم کرنے کے اعتبار سے) اس وجہ سے کہ پھر ترتیب پر عمل ہو گا (اور ان میں سے جس کو چاہے مقدم کرے) یعنی پہلے عضو صحیح کو دھوئے پھر تیمم کرے یا یہ کہ پہلے تیمم کرے اور پھر عضو صحیح کو دھوئے لیکن دوسری صورت اولیٰ ہے اس وجہ سے کہ پانی عضو سے مٹی کے اثر کو زائل کرے گا، اب عبارت کا مطلب سمجھیں وہ یہ ہے کہ مثلاً چہرہ پر زخم ہونے کی وجہ سے چہرہ کو مکمل کرے دھونے اور تیمم کرنے کے اعتبار سے اور پھر ترتیب کے اعتبار سے دونوں ہاتھ دھوئے یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ زخم ایک ہو اگر اس سے زائد ہو تو آگے مصنف اُس کا حکم بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (فَإِنْ جُرِحَ غُضْوَاهُ تَيْمُمًا وَلَا يَجُوزُ مَسْحُ الْجُرْحِ بِالْمَاءِ وَإِنْ لَمْ يَصْرَهُ، اگر محدث کے دو عضو پر زخم ہو تو دو تیمم کرے گا) یعنی دوزخ کی وجہ سے محدث پر دو تیمم لازم ہوں گے (اور پانی سے زخم کا مسح جائز نہیں ہے اگرچہ مسح سے نقصان نہ ہو) بلکہ نرمی سے عضو صحیح کو دھوئے اگر دھونا دشوار ہو اس وجہ سے کہ پانی زخم کی طرف بڑھ جائے گا تو پانی سے صرف عضو صحیح کو مس کرے [یعنی پانی لگائے] دھوئے نہیں اگرچہ مس کو دھونا نہیں کہا جاتا، یہ بھی دشوار ہو تو فاقد الطہورین کی طرح نماز پڑھے اور اعادہ کرے [یعنی لوٹائے] اس لئے کہ یہ عذر نادر ہے،

فاقد الطہورین: اُس آدمی کو کہتے ہیں جو پانی اور مٹی دونوں نہ پائے اس صورت میں نماز پڑھنا واجب ہے اور پانی یا مٹی کے پانے پر نماز کا لوٹانا بھی واجب ہے (شرح مہذب ص

(فَإِنْ كَانَ الْجُرْحُ عَلَى غَضْوِ التَّيْمُمِ وَجَبَ مَسْحُهُ بِالْمُتْرَابِ، اور اگر زخم اعضاء تيمم میں سے کسی عضو پر ہو) یعنی چہرہ یا ہاتھ پر (تو مٹی سے اُس زخم کا مسح کرنا واجب ہے) جتنا ممکن ہو اسلئے کہ مٹی سے زخم کا مسح کرنا بدل ہے دھونے کا (فَإِنْ احتِجَّ لِعَصَابَةٍ أَوْ لُصُوقٍ أَوْ جَبَيْرَةٍ وَجَبَ وَضْعُهَا عَلَى طَهْرٍ، اگر زخم کو پٹی یا باندھنے یا پلاسٹر کی ضرورت ہو) مطلب یہ ہے کہ جس ساتر کی ضرورت ہو (تو اس کو طہارت پر رکھنا واجب ہے) قیاس کرتے ہوئے موزہ پر کہ وہ مکمل طہارت کے بعد ہی پہنا جاتا ہے۔

### عصابہ، لصوق اور جبیرہ کی تعریف

عصابہ: کہتے ہیں پٹی کو جو بغرض علاج باندھی جائے۔

لصوق: کہتے ہیں اُس چیز کو جو زخم پر باندھی جائے علاج کی غرض سے،

دوسری تعریف یہ ہے کہ: اُس کپڑے کو کہتے ہیں جو عضو پر علاج کے لئے باندھا جائے (مجد الطلاب ص ۶۸۲)

جبیرہ: کہتے ہیں اُس لکڑی کو جس سے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو باندھا جائے [اس کو ہمارے عرف

میں پلاسٹر کہتے ہیں] جو چیز بھی زخم پر رکھی جائے اُس کو ساتر کہتے ہیں، (وَلَا يَسْتَوِي الْأَمَلَاءُ

بَدَنُهُ، اور) ساتر رکھنے والے پر واجب ہے کہ (صحيح سالم جگہ کو نہ چھپائے) مطلب یہ ہے کہ

ساتر یعنی مثلاً پٹی وغیرہ باندھتے وقت صرف زخم کی جگہ کو لے (مگر صحیح میں سے جتنی جگہ

کی ضرورت ہو) مضبوطی کے لئے تو لینا جائز ہے، کفایہ میں ہے: ان لا يحصل تحت

الجبيرة من الصحيح الامالابدمنه للامساک (ص ۵۲ ج ۱) پٹی باندھتے وقت صحیح

سالم جگہ پر پٹی نہ باندھے لیکن مضبوطی کے لئے جتنی جگہ کی ضرورت ہو باندھ سکتے ہیں۔

(فَإِنْ خَافَ مِنْ نَزْعِهَا صَرَرًا وَجَبَ الْمَسْحُ عَلَيْهَا كُلِّهَا بِالْمَاءِ مَعَ غَسَلِ

الصَّحِيحِ وَالتَّيْمُمِ، اگر خوف ہو نقصان کا ساتر کو نکالنے سے تو پورے ساتر پر پانی سے مسح

کرنا واجب ہے) تاکہ یہ مسح بدل ہو اُس عضو صحیح کو دھونے کا جو ساتر کے نیچے ضرور لایا

گیا ہے، باقی (صحیح کے دھونے اور تیمم کے ساتھ) یعنی ساتر کا مسح اور باقی عضو صحیح کا دھونا اور تیمم واجب ہے، ساتر پر خون ہو تب بھی پانی سے مسح کرنا واجب ہے اس لئے کہ اس خون کو طہارت کے پانی سے درگزر کیا گیا ہے، مصنف نے جو قول "کلھا" ذکر فرمایا ہے اس کی دو وجہ ہیں ایک یہ ہے کہ: قول "علیہا" میں ضمیر کے لئے تاکید ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ: قائل کے قول ضعیف [وہ یہ ہے کہ بعض ساتر کا مسح کافی ہے] کی تردید کے لئے، مذکورہ صورت میں عضو صحیح کو نرمی سے دھونا واجب ہے، (کَمَا تَقَدَّمَ، جیسا کہ گذر گیا، فَإِنْ كَانَتْ فِي غَيْرِ عَضْوِ التَّيْمُمِ لَمْ يَجِبْ مَسْحُهَا بِشَرَابٍ، اگر زخم عضو تیمم کے علاوہ میں ہو تو زخم کا مسح کرنا مٹی سے واجب نہیں ہے) اس کے برخلاف کسی عضو تیمم پر ہو اور کوئی ساتر نہ ہو تو مٹی سے زخم کا مسح کرنا واجب ہے جتنا ممکن ہو (فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ فَرَضًا آخَرَ لَمْ يَعِدِ الْجَنْبَ غَسَلًا وَكَذَا الْمُحَدِّثُ، اگر تیمم ارادہ کرے کہ دوسری فرض نماز پڑھے تو جنبی عضو صحیح کے دھونے) اور ساتر کے مسح (کو نہ لوٹائے اور اسی طرح محدث) یعنی جس کو وضو کی حاجت لاحق ہو، یہ صحیح قول کے مطابق ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی نے پہلے تیمم کیا اور نماز پڑھی اس کے بعد پھر ارادہ ہوا کہ اب دوسری فرض نماز پڑھے تو پہلی بار تیمم کرنے کے بعد اگر اس کا غسل اور وضو نہ ٹوٹا ہو تو دوسری بار تیمم کرتے وقت عضو صحیح کے دھونے کو اور ساتر یعنی پٹی یا اس کے علاوہ کے مسح کو نہ لوٹائے اس لئے کہ اس کی پہلی طہارت جو باقی ہے وہ دوسری فرض نماز پڑھنے کے ارادہ سے باطل نہیں ہوگی۔ البتہ پہلا تیمم کمزور ہو فرض اداء کرنے کی وجہ سے لہذا دوسری فرض نماز کے لئے دوسرا تیمم کرنا واجب ہوگا، یہی وجہ ہے کہ ایک تیمم سے فرض نماز ایک ہی اور نفل جتنی چاہے پڑھ سکتے ہیں۔ (وَقِيلَ يَغْسِلُ مَا بَعْدَ عَيْنَيْهِ، اور کہا گیا ہے کہ محدث عضو علیل کے بعد جو عضو ہو اس کو دھوئے گا،) عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تیمم سے قبل دونوں

ہاتھوں پر زخم تھے اب دوسری فرض نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتے وقت پہلے تیمم کرے پھر سر کا مسح کرے اور پیروں کو دھوئے لیکن یہ ضعیف قول کے مطابق ہے لہذا اعتبار اور عمل قولِ صحیح پر ہوگا،

(وَأَنْ وَضِعَ بِلاَ طَهْرٍ وَجِبَ النَّزْعُ فَإِنْ خَافَ فَعَلَ مَا تَقَدَّمَ وَهُوَ أَتَمُّ وَيُعِيدُ الصَّلَاةَ، اور اگر ساتر کو زخم پر بغیر طہارت کے رکھے تو نکالنا واجب ہے) نقصان کا خوف نہ ہو تو (اگر خوف ہو تو وہ کرے جو گذر گیا) یعنی "فان خاف من نزعه حاضر او جب المسح علیہا کلہا بالماء مع غسل الصحیح والتیمم" اس عبارت کی تشریح کے مطابق عمل کرے جو ما قبل میں گذر چکی (اور بغیر طہارت کے ساتر کو رکھنے والا گنہگار ہو گا) اس لئے کہ اس نے بغیر طہارت کے ساتر رکھنے سے تعدی یعنی واجب کی مخالفت کی، آثم یعنی گنہگار: آثم الابداء ہو گا نہ کہ آثم الاستمرار (اور نماز کا اعادہ کرے گا) یہ اعادہ یعنی پڑھی ہوئی نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے چاہے ساتر بغیر طہارت کے اعضاء وضو پر رکھا گیا ہو یا اعضاء تیمم پر،

(وَلَا يُعِيدَانِ وَضِعَ عَلَى طَهْرٍ وَلَمْ يَكُنْ فِي أَعْضَاءِ التَّيْمُمِ، اور اعادہ نہ کرے گا، اگر ساتر کو زخم پر طہارت کی حالت میں رکھا ہو اور ساتر اعضاء تیمم پر نہ ہو) اور اگر اعضاء تیمم پر ہو تو نماز کا اعادہ واجب ہو گا اگرچہ طہارت پر رکھا ہو اور ساتر باندھنے کے وقت مضبوطی کے لئے صحیح سالم جگہ کو لیا گیا ہو یا نہ لیا گیا ہو مبدل اور بدل دونوں کے ناقص رہنے کی بناء پر یعنی عضو کا دھونا مبدل اور تیمم بدل لہذا دھونے میں پٹی وغیرہ کی وجہ سے جو نقص رہ جاتا ہے تیمم کے ذریعہ اس کا بدل کیا جاتا ہے لیکن جب تیمم ہی کی جگہ پر ہو تو مبدل اور بدل دونوں ناقص رہتے ہیں اس طرح کہ نہ اس جگہ پانی پہنچا اور نہ مٹی، (وَلَا مَنْ تَيَمَّمَ لِمَرَضٍ أَوْ جُرْحٍ بِلاَ سَاتِرٍ إِلَّا مَنْ بَجُرْحِهِ دَمٌ كَثِيرٌ يَخَافُ مِنْ غَسَلِهِ فَيُعِيدُ، اور وہ شخص

نماز کا اعادہ نہ کرے گا جس نے بیماری یا ایسی زخم کی بناء پر تیمم کیا جس پر کوئی سائر نہیں ہے) چاہے مسافر ہو یا متیمم، (مگر جس کے زخم میں زیادہ خون ہونے کی وجہ سے خوف ہو اس کے دھونے سے تو نماز کا اعادہ کرے گا) یہ عبارت مصنف کی اس عمومی عبارت: "ولا من تیمم لمرض اور جرح" سے مستثنیٰ ہے، یہ اعادہ واجب ہے نادر عذر کی وجہ سے، زیادہ خون کی قید سے تھوڑا خون نکل گیا لہذا اگر زخم میں تھوڑا خون ہو تو نماز کا اعادہ واجب نہیں تھوڑے خون سے درگزر کرنے کی بناء پر مگر یہ تیمم کی [یعنی چہرہ یا ہاتھ کی] جگہ میں ہو اور خون کثیف یعنی گاڑھا ہو جو اس جگہ مٹی پہنچنے کے لئے مانع ہو تو اعادہ لازم ہو گا بدل اور مبادل کے ناقص رہنے کی بناء پر جیسا کہ ماقبل میں سائر کے بارے میں گذر چکا،

(وَلَوْ خَافَ مِنْ شِدَّةِ الْبُرْدِ مَوْضِعًا مِمَّا تَقَدَّمَ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى تَسْحِيبِ الْمَاءِ وَتَدْفِئَةِ عَضْوِ تَيْمَمِهِ وَاعَادَ، اور اگر سخت سردی کی وجہ سے) پانی کے استعمال سے (خوف ہو مرض کا جو گذر گیا) جیسے دیر سے اچھا ہونا وغیرہ (اور پانی گرم کرنے پر قادر نہ ہو) یعنی پانی گرم کرنے کی چیزیں نہ پائے یا پائے لیکن اس کے پاس ان چیزوں کی قیمت نہ ہو کہ خرید سکے (یا کسی عضو کو گرمی پہنچانے پر قادر نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ ٹھنڈا پانی استعمال کرنے کی وجہ سے نقصان کا جو اندیشہ ہے گرمی پہنچا کر اس کے دفع پر قادر نہ ہو (تو تیمم اور نماز کا اعادہ کرے گا) اظہر قول کے مطابق اس لئے کہ یہ عذر نادر ہے یعنی اس تیمم سے پڑھی ہوئی نماز کو دوبارہ پڑھے گا (وَمَنْ فَقَدَ مَاءَهُ وَثُرَابًا وَجَبَ أَنْ يُصَلِّيَ الْفَرَضَ وَحَدَهُ، اور جو شخص پانی اور مٹی نہ پائے) مثلاً قید خانہ میں ہونے کی وجہ سے تو (اس پر واجب ہے کہ صرف فرض نماز پڑھے) حرمتِ وقت کی بناء پر اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اسے پورا کرو جتنی استطاعت رکھتے ہو، نفل نماز پڑھنا جائز نہیں اس میں سننِ رواہ بھی شامل ہے اسی طرح وہ تمام چیزیں کرنا جائز نہیں جو

جنہی پر حرام ہیں، (وَيُعِيدُ إِذَا وَجَدَ الْمَاءَ أَوْ التُّرَابَ حَيْثُ يَسْقُطُ التَّيْمُمُ الْإِعَادَةَ فَلَا يُعِيدُ إِذَا وَجَدَ تَرَابًا بِأَفِي الْحَضْرَةِ، عَدَمَ طَهْوَرِينَ كِي صَوْرَتِ مِيں پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ کرے جب پانی پائے یا اعادہ کرے جب مٹی پائے اس جگہ جہاں تیمم اعادہ کو ساقط کرتا ہو) یعنی وہ جگہ جہاں پانی کا فقدان غالب ہو (اس کے برخلاف مٹی ایسی جگہ ملے جہاں پانی کا فقدان غالب نہ ہو تو مٹی سے تیمم کر کے اعادہ نہ کرے) اسی کو مصنف نے بیان کیا ہے کہ "نماز کا اعادہ نہ کرے" مثلاً جب مٹی پائے حضر میں اس لئے کہ اس صورت میں تیمم اعادہ کو ساقط نہیں کرتا۔

### وَاجِبَاتِ تَيْمُمٍ

(وَوَاجِبَاتُهُ سَبْعَةٌ، اور تیمم کے واجبات سات ہیں) ان کو ارکان بھی کہتے ہیں، ارکان رکن کی جمع ہے۔

رکن کی تعریف: رکن کہتے ہیں: جس کے وجود پر وجودِ حکم موقوف ہو، (تیسیر الاصول ص ۱۳۵)

رکن اور شرط میں فرق: رکن حقیقت کا جزء ہوتا ہے اور شرط حقیقت سے خارج ہوتی ہے، مثلاً رکوع نماز کا رکن ہے اور اس کی حقیقت کا جزء ہے طہارت نماز کے لئے شرط ہے اور نماز کی حقیقت سے خارج ہے، (ایضاً)

(الَّتِي تَفِيئُ فِي نَوِي اسْتِبَاحَةَ فَرَضِ الصَّلَاةِ أَوْ اسْتِبَاحَةَ مُفْتَقِرٍ إِلَى التَّيْمُمِ) تیمم کے سات واجبات میں سے پہلا واجب (نیت کرنا) اسکی تشریح باب الوضوء میں گذر چکی (تیمم فرض نماز مباح ہونے کی یا ایسے امر کے مباح ہونے کی نیت کرے جس کے مباح ہونے کے لئے تیمم ضروری ہو) جیسے طواف، مسِ مصحف، حملِ مصحف، سجدہ تلاوت و شکر اس لئے کہ مقصود تیمم سے ان امور کی اباحت ہے، یہ نیت اس طرح کرے: میں تیمم کرتا ہوں نماز [یا طواف وغیرہ] مباح ہونے کے لئے (وَلَا يَكْفِي نِيَّةُ رَفْعِ الْحَدَثِ، اور حدث دور کرنے کی نیت کافی نہ ہوگی) وہ اس طرح: میں تیمم کرتا ہوں حدث دور کرنے کے لئے

اس لئے کہ تیمم حدث کو دور نہیں کرتا، اسی طرح طہارت کی نیت کافی نہ ہوگی وہ اس طرح: میں تیمم کرتا ہوں پاکی حاصل کرنے کے لئے،

معنی میں ہے: وَنِيَّةُ اسْتِباحَةِ الصَّلَاةِ وَنَحْوَهَا مِمَّا تَفْتَقِرُ اسْتِباحَتَهُ إِلَى طَهَارَةِ لَانِيَّةَ رَفْعِ الْحَدَثِ اصْغَرُ اَوْ اكْبَرُ اَوْ الطَّهَارَةَ فَلَا يَكْفِي لِأَنَّ التَّيْمُمَ لَا يَرْفَعُهُ (ص ۹۷ ج ۱) تیمم کرنے والا استباحہ صلاۃ یا ایسی چیز کے استباحہ کی نیت کرے جن کے مباح ہونے کے لئے وضو ضروری ہو، رفع حدث چاہے اصغر ہو یا اکبر یا طہارت کی نیت نہ کرے، اگر کرے تو کافی نہ ہوگی اس لئے کہ تیمم حدث کو دور نہیں کرتا۔

(وَلَا فَرَضِ التَّيْمُمِ، فَإِنْ تَيَمَّمَ لِفَرْضٍ وَجَبَ نِيَّةُ الْفَرْضِيَّةِ، اور فرض تیمم کی نیت کافی نہ ہوگی) اس لئے کہ تیمم بالذات مقصود نہیں اس کو کسی ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے (ہاں اگر کسی فرض کے لئے تیمم کرے تو فرضیت کی نیت کرنا واجب ہے) وہ اس طرح: میں تیمم کرتا ہوں فرض نماز مباح ہونے کے لئے، نیت فرضیت کا مطلب یہ ہے۔ نہ کہ یہ "فرض تیمم" کا جملہ کہہ کر نیت کرنا وہ اس طرح: میں فرض تیمم کرتا ہوں نماز مباح ہونے کے لئے اس لئے کہ اس طرح نیت کرنا صحیح نہیں ہے (لَا تَعْيِينُهُ مِنْ ظَهْرِ اَوْ عَصْرِ) جس فرض نماز کے لئے تیمم کیا ہے مثلاً ظہر یا عصر (اس کی تعیین کرنا یعنی نماز ظہر یا عصر واجب نہیں ہے) یعنی نیت میں اس طرح نہ کہے: میں تیمم کرتا ہوں (مثلاً) فرض نماز ظہر مباح ہونے کے لئے بلکہ اس طرح نیت کرے:- میں تیمم کرتا ہوں فرض نماز مباح ہونے کے لئے، لیکن اگر تعیین کی تو کوئی حرج نہیں۔

(بَلْ لَوْ نَوَى فَرَضَ الظُّهْرِ اسْتِباحَ بِهِ الْعَصْرَ، بلکہ اگر نیت کرے فرض ظہر مباح ہونے کی تو اس سے نماز عصر مباح ہوگی) جیسا کہ مطلق لفظ فرض نیت میں کہنے سے کوئی بھی فرض نماز مباح ہو جاتی ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے: تیمم کی نیت کے وقت فرض



(الثَّانِي وَالثَّلَاثُ: قَصْدُ التُّرَابِ وَنَقْلُهُ،) تیمم کے سات واجبات میں سے، (دوسرا اور تیسرا واجب مٹی کا قصد اور اس کو نقل کرنا ہے) دوسرا اور تیسرا دونوں کو ایک ساتھ اس وجہ سے بیان کیا ہے کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جب قرآن نے قصد تراب کو واجب کیا آیت: فَيَتِمُّوا صُعَيْدًا (سورہ مائدہ آیت نمبر ۶) کے ذریعہ اس لئے اس کو ایک رکن بنا دیا اور مقصود چونکہ اس سے نقل ہے اس لئے اس کو بھی رکن بنا دیا (فَلَوْ كَانَ عَلَىٰ وَجْهِهِ تُرَابٌ فَمَسَحَ بِهِ أَوْ الْفُتَّةَ الزَّبِيحَ عَلَيْهِ فَمَسَحَ بِهِ لَمْ يَكْفِ، اگر تیمم کے چہرہ پر مٹی ہو اور اس سے مسح کرے) چہرہ کا یا ہاتھ کا چہرے کا مسح کرنے کے بعد (یا ہوا کے ذریعہ اس کے چہرہ پر مٹی آپڑے اور اس سے مسح کرے تو) ان دونوں صورتوں میں (کافی نہ ہوگا) اگرچہ ہو اچلنے کی جگہ میں کھڑے رہنے سے تیمم کا قصد ہو اس لئے کہ پہلی صورت میں قصد تراب نہیں اور دوسری صورت میں نقل تراب نہیں (وَلَوْ أَمَرَ غَيْرُهُ حَتَّى يَمَمَهُ جَاذِرًا وَإِنْ كَانَ قَادِرًا عَلَى الْأَظْهَرِ، اور اگر دوسرے کو تیمم کروانے کا حکم دے پھر وہ اسے تیمم کروائے تو جائز ہے اظہر قول کے مطابق اگرچہ آمر) یعنی حکم کرنے والا (تیمم کرنے پر قادر ہو) مامور ماذون کے فعل کو آمر کے فعل کے قائم مقام کرتے ہوئے۔

(الرَّابِعُ وَالْخَامِسُ: مَسْحُ وَجْهِهِ وَيَدَيْهِ مَعَ مَرْفَعِيهِ،) تیمم کے ساتھ واجبات میں سے (چوتھا اور پانچواں واجب اپنے چہرہ کا اور اپنے دونوں ہاتھوں کا کہینوں سمیت مسح کرنا ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِّنْهُ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۶)

(السَّادِسُ: التَّرْتِيبُ) تیمم کے سات واجبات میں سے (چھٹا واجب ترتیب ہے) مطلب یہ ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنے کے درمیان ترتیب ہو، اگرچہ تیمم حدث اکبر کی وجہ سے کیا جا رہا ہو۔

(السَّابِعُ: كَوْنُهُ بِضْرَ بَيْنَيْنِ، ضَرْبَةً لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةً لِلْيَدَيْنِ) تيمم کے سات واجبات میں سے (ساتواں واجب تيمم دو ضرب سے ہو) حدیث ابو داؤد وغیرہ کی بناء پر (ایک ضرب چہرہ کے لئے اور دوسری ضرب ہاتھوں کے لئے) حاکم میں ہے: ولفظ الحاکم التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين یعنی: اور حاکم کا لفظ تيمم دو ضرب ہیں ایک ضرب چہرہ کے لئے اور دوسری ضرب کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لئے، (وَقِيلَ اِنْ اَمَكْنَ بِضْرَبَةٍ كَفَى كَحَرْقَةٍ وَنَحْوِهَا، اور کہا گیا ہے کہ اگر ممکن ہو ایک ضرب سے) تيمم کا حصول، (تو کافی ہے، جیسے کپڑا اور اس کے مانند) مسألة خرقه کی صورت یہ ہیکہ کپڑے کو زمین پر مارا اور کپڑے کے ایک طرف سے چہرے کا اور دوسری طرف سے ہاتھوں کا مسح کیا، اس میں ایک نقل ہے، اس کو امام رافعی نے راجح قرار دیا ہے، حدیث عمارؓ کی بناء پر، اس وجہ سے کہ اس حدیث میں آپ کے طریقہ تيمم میں ضرب لگانے کا تذکرہ نہیں ہے وہ حدیث یہ ہے: حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں جبئی ہوا یعنی فرض غسل کی حاجت لاحق ہوئی لہذا میں زمین پر لوٹا اور نبی کریم ﷺ کو اسکی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کرنا تیرے لئے کافی ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارنا چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا یہ بھی کافی ہے۔ (مہذب مع المجموع ص ۲۲۵ ج ۲)

(وَلَا يَجِبُ اِصْلَاحُ بَاطِنِ شَعْرِ خَفِيفٍ، اور واجب نہیں ہے) چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرتے وقت (مٹی کو خفیف بالوں کے نیچے) یعنی اگنے کی جگہ (پہنچانا) اس لئے کہ اس میں مشقت ہے، گھنے بالوں کے نیچے تو بدرجہ اولیٰ پہنچانا واجب نہیں ہے لیکن وضو کے وقت خفیف بالوں کے نیچے پانی پہنچانا واجب ہے۔

## تیمم کی سنتیں

(وَسُنَّه النَّسْمِيَّةُ اور تیمم کی سنتیں) یہ ہیں، (تیمم کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا) تسمیہ پڑھتے وقت جنبی قرآن کا قصد نہ کرے کیونکہ تسمیہ قرآن کی آیت ہے لہذا پڑھنا حرام ہو گا بلکہ ذکر کا قصد کرے یا کوئی قصد ہی نہ ہو تو تسمیہ پڑھنا جائز ہو گا اگر صرف قرآن کا قصد کرے یا اس کے ساتھ ذکر کا قصد کرے تو حرام ہو گا جیسا کہ یہی حکم ہے جنبی کے لئے غسل کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنے کا، اقل مقدار "بسم اللہ" ہے اور اکمل "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے، صرف اقل مقدار پر عمل کرے تب بھی سنت ادا ہوگی اور اس سے پہلے تعویذ بھی پڑھنا سنت ہے، ابتداء تیمم میں بسم اللہ الخ پڑھنا چھوڑ دے عمدا یا سہوا تو درمیان میں یاد آنے پر پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَوْلٰهُ وَاٰخِرُوْهُ، لیکن تیمم سے فارغ ہونے کے بعد یاد آنے پر نہ پڑھے کیونکہ اس کا محل فوت ہو گیا، یہی احکام ہیں وضو کے شروع میں بسم اللہ الخ پڑھنے وغیرہ کے۔ (وَتَقْدِيْمُ يَمِيْنِهِ، اور اپنے دائیں کو مقدم کرے) بائیں پر مطلب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کا مسح بائیں ہاتھ سے پہلے کرے۔

(وَأَعْلَىٰ وَجْهِهِ وَفِي الْيَدِ يَضَعُ أَصَابِعَ الْيُسْرَىٰ سِوَى الْإِبْهَامِ عَلَىٰ ظَهْرِ أَصَابِعِ الْيَمْنَىٰ سِوَى الْإِبْهَامِ وَيُمِرُّهَا إِلَى الْكُوعِ ثُمَّ يَضُمُّ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ إِلَىٰ حَرْفِ الذَّرَاعِ وَيُمِرُّهَا إِلَى الْمِرْفَقِ ثُمَّ يُدِيرُ بَطْنَ كَفِّهِ إِلَى بَطْنِ الذَّرَاعِ وَيُمِرُّهَا وَإِنْهَا مَهْمَةً مَرْفُوعَةً فَإِذَا بَلَغَ الْكُوعَ مَسَحَ بِبَطْنِ الْيُسْرَى ظَهْرَ الْيَمْنَى ثُمَّ يَمْسُحُ الْيُسْرَى بِالْيَمْنَى كَذَلِكَ، اور اپنے چہرہ کے اعلیٰ حصہ کا مسح کرے) اسفل حصہ سے پہلے (اور ہاتھ کا مسح کرنے میں) سنت طریقہ یہ ہے کہ (ماسح اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں سوائے ابہام کے، اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت پر رکھے سوائے ابہام کے، اور یہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں سوائے ابہام کے، دائیں ہاتھ کے پہنچے تک کھینچتا ہوا لے جائے، پھر) بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے کناروں کو دائیں ہاتھ کے کلائی کے کنارے پر (ملائے اور کہنی

تک لے جائے، پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو گھما کر داہنے ہاتھ کے باطن ذراع کی طرف لائے اور پینچے تک لے جائے اس حال میں کہ انگوٹھا مسح کرتے وقت علیحدہ رہے، مٹی کی حفاظت کیلئے پھر جب مسح دائیں ہاتھ کے پینچے تک) پہنچ جائے، (تو بائیں ہاتھ) کے انگوٹھے کے پیٹ (سے مسح کرے، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے پشت کا، پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرے دائیں ہاتھ سے اسی طرح) یعنی جو طریقہ اوپر مذکور ہو ابائیں ہاتھ سے دائیں کا مسح کرنے کا۔

(ثُمَّ يُخَلِّلُ أَصَابِعَهُ وَيَمْسَحُ أَحَدَى الرَّاحَتَيْنِ بِالْأُخْرَى وَيُخَفِّفُ الْعُبَارَ، پھر اپنی انگلیوں کا خلال کرے) اس طرح کہ انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرے (اور دو ہتھیلیوں میں سے ہر ایک کا دوسری ہتھیلی سے مسح کرے اور مٹی کو کم کرے) اگر زیادہ لگ گئی ہو تو اس طرح کے دونوں ہاتھوں کو آپس میں ٹکرائے یا پھونکے،

(وَيُفَزِّقُ أَصَابِعَهُ عِنْدَ الصَّرْبِ عَلَى التَّرَابِ فِيهِمَا، اور مٹی پر) دونوں (ضرب مارتے وقت اپنی انگلیاں کھلی رکھے دونوں ضربوں میں) اس لئے کہ یہ طریقہ مٹی لگنے کے اعتبار سے بلغ ہے (وَيَجِبُ نَزْعُ الْخَاتَمِ فِي الثَّانِيَةِ، اور واجب ہے دوسرے ضرب کے وقت انگوٹھی نکالنا) تاکہ اس جگہ مٹی لگ جائے، ہاتھوں کا مسح کرتے وقت انگوٹھی نکالنا واجب ہے نہ کہ نقل یعنی دوسرے ضرب کے وقت، شارح فرماتے ہیں: فايجب نزعها انما هو عند المسح لا عند النقل واما في الضربة الاولى فانها يسن (فيض ص ۶۶ ج ۱) [ہاتھوں کا] مسح کرتے وقت انگوٹھی نکالنا واجب ہے نہ کہ نقل کے وقت البتہ پہلے ضرب کے وقت نکالنا سنت ہے، حرکت دینا کافی نہ ہو گا اس لئے کہ مٹی انگوٹھی کے نچلے حصہ میں داخل نہیں ہوتی۔

(وَلَوْ أَخَذْتَ بَيْنَ النَّقْلِ وَمَسْحِ الْوَجْهِ بَطْلًا وَوَجِبَ أَخْذُ ثَانِي، اور اگر نقل اور مسح چہرہ کے درمیان تیمم کو حدث لاحق ہو جائے تو یہ نقل باطل ہو گا اور اس پر واجب ہو گا دوسری مٹی لینا) یعنی اس باطل شدہ نقل کے وقت جو مٹی ہاتھ میں آئی اسے صاف کرے اور پھر دوسری بار نقل سے مٹی حاصل کرے اور تیمم کی ابتداء کرے۔

## مبطلاتِ تیمم

(وَيَبْطُلُ التَّيْمُمُ عَنِ الْوَضُوءِ بِنِوَاقِضِ الْوَضُوءِ، اور وضو کے بدلے کیا ہوا تیمم نواقض وضو سے باطل ہوگا) یعنی جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، (وَيَبْتَوُهُمْ قُدْرَتِهِ عَلَى مَاءٍ يَجِبُ اسْتِعْمَالُهُ، اور) تیمم باطل ہوگا (واجب الاستعمال پانی پر قدرت کے توہم سے) یعنی پانی ملنے کی صورت میں وضو کرنا واجب ہو ایسی حالت میں پانی پر قدرت کے وہم سے تیمم باطل ہوگا، اور اگر پانی کے استعمال کے لئے کوئی شرعی عذر مانع ہو جیسے پیاس تو پانی کا استعمال وضو کے لئے واجب نہ ہوگا اس صورت میں پانی پر قدرت کے وہم سے تیمم باطل نہ ہوگا، پانی کے وجود کا وہم جن چیزوں سے ہو سکتا ہے وہ یہ (كَرْوِيَّةٍ سَرَابٍ أَوْ رَكْبٍ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَوْ فِيهَا وَكَانَتْ وَمَا تَعَادَى، جیسے سراب) چمکنے والی ریت جس پر پانی کا وہم ہوتا ہے، (اور قافلہ کو دیکھنا) جن کے ساتھ پانی ہونے کا امکان ہو تو باطل ہوگا اگر پانی کا نہ ہونا یقینی ہو تو تیمم باطل نہ ہوگا، (نماز سے پہلے) چاہے دوران تیمم ہو یا تیمم سے فراغت کے بعد (یا نماز میں اور وہ نماز ان نمازوں میں سے ہو جس کا اعادہ کیا جاتا ہو) مطلب یہ ہے کہ نماز اس جگہ پڑھی جا رہی ہو جہاں پانی کا وجود غالب ہو لیکن عین وقت پر کسی وجہ سے نہ مل سکا اور تیمم کر کے نماز پڑھی تو اس نماز کا پانی ملنے پر اعادہ کیا جائے گا (كَتَيْمُمٍ حَاضِرٍ لَفَقْدِ الْمَاءِ جیسے مقيم کا تیمم فقد ان ماء کی وجہ سے حضر میں) اگر دوران نماز پانی کے ملنے کا وہم ہو جائے تو بھی تیمم باطل ہو کر نماز فاسد ہوگی مصنف کی عبارت سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے لہذا اسے ختم کر کے وضو کرے اور نماز شروع کرے لیکن منقول ہے کہ جب نماز میں داخل ہو جائے تو نماز باطل نہ ہوگی مگر یہ کہ پانی کے ملنے کا یقین ہو۔

(فَإِنْ لَمْ تَعُدْ كَتَيْمُمٍ مُسَافِرٍ فَلَا وَبَيْتْمَهَا وَتَجَزِيءُ لَكِنْ يَنْدَبُ قَطْعُهَا لَيْسَتْ أَنْفَهَا

بِوَضُوءٍ، اگر اعادہ نہ کیا جاتا ہو جیسے مسافر نے سفر میں تیمم کیا،) ایسی جگہ میں

جس جگہ پانی کے نہ ملنے کا گمان غالب ہو (تویہ نماز باطل نہ ہوگی) سراب اور قافلہ کو دیکھنے سے (لہذا سے مکمل کرے اور مکمل کرنا اس کے لئے کافی ہے) یعنی اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن نماز کو توڑنا مستحب ہے تاکہ وضو سے از سر نو نماز پڑھے اس لئے کہ وضو سے نماز پڑھنا افضل ہے۔

(وَإِنْ رَأَى فِي نَفْلٍ وَنَوَى عَدَدًا اتَّمَّهُ وَالْأَفْرَ كَعَتَيْنِ، اور اگر تيمم نفل نماز میں پانی دیکھے اور اس نے متعین عدد کی نیت کی ہو تو وہ تعداد پوری کرے) اس لئے کہ متعین کرنے کی صورت میں نفل فرض کی طرح ہے (ورنہ) یعنی اگر متعین عدد کی نیت نہ کی ہو تو، (صرف دو رکعت پڑھے) اس لئے کہ نفل نماز میں دو رکعت متعارف ہیں لہذا یہ دو رکعت متعین کی طرح ہوگی (وَلَا يَجُوزُ بِتَيْمُمٍ أَكْثَرُ مِنْ فَرِيضَةٍ وَاحِدَةٍ مَكْتُوبَةٍ أَوْ مِنْدُورَةٍ وَمَا شَاءَ مِنَ النَّوَافِلِ وَالْجَنَائِزِ، اور جائز نہیں ہے کہ ایک تیمم سے ایک فرض سے زیادہ نماز میں پڑھے چاہے نماز مکتوبہ ہو یا نذرمانی ہوئی) کیونکہ نماز مندورہ کا حکم بھی فرض کی طرح ہے (اور) ایک تیمم سے (نوافل اور جنازے میں سے جتنی نمازیں چاہے پڑھے) جائز ہے، جنازہ کا حکم نوافل کی طرح ہے صحیح قول کے مطابق۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

## (باب الحيض)

## (حيض کا بیان)

مصنف نے اس باب کو باب الغسل کے بعد ذکر فرمایا حالانکہ یہ اسباب غسل میں سے ہے لہذا اس کو موجبات غسل کے وقت اگر ذکر فرماتے تو مناسب ہوتا لیکن اس باب کا کلام طویل اور عورتوں کے ساتھ متعلق ہونے کی بناء پر اس باب کو مستقل نام سے باب الغسل کے بعد ذکر فرمانا درجہ اور مرتبہ میں مؤخر ہونے کی وجہ سے ہے۔

حيض کی تعريف: حيض لغت میں: سيلان [بہنے] کو کہتے ہیں۔

شرع میں کہتے ہیں: اس خون کو جو عورت کی شرمگاہ سے تندرستی کی حالت میں [سبب ولادت کے بغیر] مخصوص اوقات میں نو سال پورے ہونے کے بعد خارج ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَيَسْتَلُوْا نَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذٰى (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲) اور لوگ آپ سے حيض کا حکم پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ وہ گندی چیز ہے، اور حدیث میں ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم پر لکھدی ہے (بخاری و مسلم) (تحقیق علی عمدۃ ص ۵۱)

عورتوں کو حيض آنے کی وجہ: عورتوں کو حيض آنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت حوا علیہا الصلاۃ والسلام کو منع کیا تھا درخت کے پاس جانے سے لیکن حضرت حوا علیہا الصلاۃ والسلام درخت کے پاس گئی اور توڑا اور درخت سے پانی بہا تو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ حيض کو خاص کر دیا، اور بعض نے کہا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں سے یہ چیز جاری ہوئی اس کو محمول کیا جائیگا بناتِ آدم میں اول ظہور اور انتشار پر یعنی ظاہر اور انتشار پہلے ان میں ہوا۔ (اَقْلَ سِنَّ تَحِيْضُ فِيْهِ الْمَرْاَةُ اسْتَكْمَالُ تَسَعِ سِنِيْنَ تَقْرِيبًا) حيض آنے کی (کم سے کم مدت جس میں عورت کو حيض آتا ہے وہ مدت تقریباً نو سال مکمل ہونا ہے) قمری اعتبار سے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَسْتَلُوْا نَكَ عَنِ الْاَهْلَةِ قُلْ هٰى

مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۹) آپ سے چاندوں کے حالات کی تحقیقات کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ وہ (چاند) آلہ شناختِ اوقات ہیں لوگوں کے لئے، نو سال مکمل ہونے کا اعتبار "تقریبی" اعتبار سے کیا جائے گا نہ کہ تحدیدی اعتبار سے۔

### تحدید اور تقریب کی تعریف

تحدید کہتے ہیں: کسی چیز کی حد ظاہر اور متعین کرنے کو، مثلاً نو،

تقریب کہتے ہیں: ظاہری اور متعینہ حد سے قریبی حد کو لہذا نو سال مکمل ہونے سے مثلاً دس روز قبل اس مدت کو حیض آنے کی مدت کہا جاسکتا ہے کیونکہ نو سال مکمل ہونا تقریبی اعتبار سے ہے نہ کہ تحدیدی اعتبار سے لہذا باقاعدہ مکمل طور پر نو سال ہونا ضروری نہیں۔ (فَلَوْ رَأَتْهُ قَبْلَ تَسْعِ سِنِينَ لَزَمَنَ لَا يَسْعُ طَهْرًا وَ حَيْضًا وَ هُوَ حَيْضٌ وَ لَا أَقْلًا، اگر کوئی عورت نو سال مکمل ہونے سے پہلے خون دیکھے اس مدت میں جس میں طہر و حیض کے آنے کی گنجائش نہ ہو تو وہ خون حیض ہو گا ورنہ) یعنی اس مدت میں خون دیکھے جس میں طہر و حیض کے آنے کی گنجائش ہو تو وہ خون حیض نہ ہو گا) بلکہ فاسد خون شمار ہو گا اس وقت تک جس میں طہر و حیض کے آنے کی گنجائش ہو اور جب گنجائش نہ ہوگی تو وہ خون حیض ہو گا اور اس کے احکام جاری ہوں گے۔ (وَ لَا حَدًّا لِأَخْرِ وَ فَيَمُوتُ إِلَى الْمَوْتِ، اور حیض کے آنے کی آخری حد نہیں ہے ممکن ہے کہ موت تک حیض نہ آئے) مطلب یہ ہے کہ ابتداء باب میں جس طرح حیض آنے کی کم سے کم مدت مصنف نے بیان فرمائی اسی طرح یہاں یہ بتلاتے ہیں کہ اگر حیض کم سے کم مدت میں نہ آئے تو اس کے آنے کی آخری کوئی حد نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ موت تک نہ آئے۔

(وَ أَقْلُ الْحَيْضِ يَوْمٌ وَ لَيْلَةٌ، اور حیض) باقی رہنے (کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے) اگر اس مدت سے کم خون آئے اس طرح کہ اگر شرمگاہ کی جگہ کپڑا رکھے اور وہ ملوث یعنی گیلیا نہ ہو تو یہ خون حیض نہ ہو گا بلکہ فاسد خون ہو گا جیسا کہ شارح فرماتے

ہیں: فلوراته اقل من ذلك بان لو وضعت قطنه لاتتلوث فهو دم فساد (انوار المسالك ص ۳۰) اگر عورت اس مدت سے کم خون دیکھے اس طرح کہ اگر روئی [یا کپڑا وغیرہ] رکھے اور وہ ملوث نہ ہو تو وہ خون فاسد ہوگا، صاحب فیض فرماتے ہیں: (یوم و لیلة) ای قدرهما متصلًا وهو اربع وعشرون ساعة (ص ۶۸ ج ۱) ایک دن رات سے مراد چوبیس گھنٹے ہیں، یہ مراد نہیں کہ منگل کا دن اور اس کی رات بلکہ منگل کے بارہ بجے سے شروع ہوا تو بدھ کے بارہ بجے تک چوبیس گھنٹے یارات میں نو بجے شروع ہو اتو دوسری رات کے نو بجے تک۔ (وَغَا لِبْنُهُ سِتُّ او سَبْعُ اَكْثَرُ هُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَاَقْلُ الطُّهْرِ بَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَاَقْلُ لِحَدِّ لَا كَثْرَهُ، اور حیض) باقی رہنے کی (غالب مدت چھ دن) چھ راتیں (یاسات دن) سات راتیں (اور اس کی) یعنی حیض باقی رہنے کی (اکثر مدت پندرہ دن) پندرہ راتیں (اور طہر کی مدت دو حیض کے درمیان کا فاصلہ کم سے کم پندرہ دن ہیں) راتوں کے ساتھ، اس لئے کہ مہینہ جب غالباً حیض اور طہر سے خالی نہیں جاتا اور حیض کی اکثر مدت پندرہ دن و راتیں ہیں تو لازم ہے کہ طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن و راتیں ہوں (اور اس کی اکثر مدت کے لئے کوئی حد نہیں ہے) جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے۔

### ادلہ اصلیہ

متفق علیہ دلائل چار ہیں جن کو ادلہ اصلیہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ یہ ہیں: قرآن، حدیث، اجماع، قیاس، (تیسیرا لاصول ص ۳۸) [اب تعریفات ادلہ کو ملاحظہ فرمائیں] قرآن: محمد ﷺ پر نازل شدہ الفاظ جو اپنی ہر سورت کے اعتبار سے معجز ہیں اور اس کی تلاوت سے ثواب حاصل ہوتا ہے اسے قرآن کہتے ہیں (لب الاصول مع غایة الاصول ص ۳۳)

حدیث: نبی کریم ﷺ کے اقوال اور افعال کو سنت (حدیث) کہتے ہیں۔ (لب الاصول)

اجماع: وفات محمد ﷺ کے بعد کسی زمانہ میں تمام مجتہدین کسی واقعہ کے متعلق حکم شرعی پر اتفاق کرے اسے اجماع کہتے ہیں۔

اب ثبوت اجماع کی دلیل کے مطالعہ سے ذہن کو تازہ اور ضمیر کو روشن کیجئے،  
دلیل: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (الآية) والا  
مر باطاعة الله واطاعة الرسول امر باتباع القرآن والسنة والا مر باطاعة اولی الامر  
امر باتباع اجماع المجتہدین (لانهم اولو الامر التشريعی)۔

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور اولی الامر کا جو تم میں  
سے ہو۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دینا قرآن و سنت کی اتباع کا حکم دینا ہے اور  
اولی الامر کی اطاعت کا حکم دینا اجماع مجتہدین کی اتباع کا حکم دینا ہے۔ (کیونکہ یہ اولی الامر  
تشریحی ہیں) (تیسیر ص ۷۳)

قیاس: نص سے ثابت شدہ واقعہ کے ساتھ غیر ثابت شدہ واقعہ کو ملانا دونوں  
حکموں میں علت متساوی ہونے کی وجہ سے، اب ثبوت قیاس کی دلیل کے مطالعہ سے بھی  
ذہن کو تازہ اور ضمیر کو روشن کیجئے:

دلیل: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَا  
تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ  
خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (الآية) والا مر باطاعة الله واطاعة الرسول امر باتباع القرآن  
والسنة والا مر باطاعة اولی الامر امر باتباع اجماع المجتہدین (لانهم اولو الامر  
التشريعی) والا مر برد المتنازع فيه الى الله ورسوله امر باتباع القياس حيث لانص  
والاجماع لان القياس هو رد المتنازع فيه الى الله والرسول لانه الحاق واقعة لم يرد  
نص بحكمها با واقعة ورد النص بحكمها لتساوي الواقعة في علة الحكم۔

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور اولی الامر کا جو تم  
میں سے ہو پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو پھیر دو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین

رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ اچھی بات ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دینا قرآن و سنت کی اتباع کا حکم دینا ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دینا اجماع مجتہدین کی اتباع کا حکم دینا ہے [چونکہ یہ الو الامر تشریحی ہیں] اور متنازعہ فیہ مسئلہ کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کا حکم دینا اس قیاس کی اتباع کا حکم دینا ہے جس میں نہ نص ہو اور نہ اجماع چونکہ قیاس کہتے ہی ہیں متنازعہ فیہ مسئلہ کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کو اس وجہ سے کہ قیاس میں نص سے ثابت شدہ واقعہ پر غیر ثابت بالنص واقعہ کر ملانا ہوتا ہے واقعہ کے علت حکم میں مساوی ہونے کی بنا پر (تیسرے الاصول ص ۷۳)

طہر کی غالب مدت حیض کی غالب مدت کے بعد مہینہ کے باقی دن و راتیں ہیں مثلاً یکم رجب کو حیض آیا اور غالب سات دن ہے تو باقی ۲۲ یا ۲۳ دن طہر ہو گا۔ (فَمَتَى رَأَتْ مَا فِي سِنِّ الْحَيْضِ وَلَوْ حَامِلًا وَجَبَ تَرْكُ مَا تَتْرُكُ الْحَائِضُ فَإِنْ انْقَطَعَ لِدُونَ أَقْلِهِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ غَيْرُ حَيْضٍ فَتَقْضَى الصَّلَاةُ فَإِنْ انْقَطَعَ لِأَقْلِهِ أَوْ أَكْثَرِهِ أَوْ مَا بَيْنَهُمَا فَهُوَ حَيْضٌ وَإِنْ جَاوَزَ أَكْثَرَهُ فَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ وَلَهَا أَحْكَامُ طَوِيلَةٍ مُدَّ كُورَةٌ فِي كُتُبِ الْفِقْهِ، جب عورت حیض کے زمانہ میں خون دیکھے اگرچہ وہ حاملہ ہو اس پر واجب ہے چھوڑنا) وہ چیزیں (جو حائضہ چھوڑتی ہے) حیض کی حالت میں، جیسے نماز پڑھنا، طواف کرنا وغیرہ (لیکن اگر) یہ (خون حیض کی اقل مدت) یعنی ایک دن، رات (سے کم میں بند ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ یہ خون حیض نہیں ہے تو) شرمگاہ اور کپڑے کے اس حصہ کو دھو کر وضو کر کے (اس نماز کی قضاء کرے گی) جو اس نے چھوڑی ہے حیض کا خون سمجھ کر (اور اگر حیض کی اقل یا اکثر یا اقل و اکثر کے درمیان کی) یعنی غالب (مدت تک خون آکر بند ہو جائے تو یہ خون) مذکورہ تمام صورتوں میں (حیض ہو گا اور اگر خون حیض کی اکثر مدت) یعنی پندرہ دن و رات (سے تجاوز کر جائے تو یہ) خون دیکھنے والی (عورت مستحاضہ ہو گی) اور یہ استحاضہ کا خون ہو گا۔

## استحاضہ کی تعریف

استحاضہ لغت میں کہتے ہیں: فاسد خون کو،

شرعاً کہتے ہیں: بیماری کا خون جو عورت کے رحم کے نچلے حصہ سے ایک رگ سے نکلتا ہے جس رگ کو عاذل کہتے ہیں (تحقیق علی عمدۃ ص ۵۱) (اور مستحاضہ کے لئے طویل احکام ذکر کئے گئے ہیں فقہ کی کتابوں میں) یعنی مطولات میں، اگرچہ مصنفؒ کی یہ پیش نظر کتاب [عمدۃ السالک و عدۃ الناسک] بھی کتب فقہ ہی میں شامل ہے لیکن مختصر ہونے کی وجہ سے آپ نے بالتفصیل مستحاضہ کے احکام ذکر نہیں فرمائیں،  
(وَالصُّفْرُ وَوَالْكَدْرَةُ حَيْضٌ، اور خون صفرہ اور کدرہ ہو تو حیض ہو گا۔)

شارحؒ فرماتے ہیں: صفرۃ: یعنی پیپ کے مانند چیز جس کے اوپر زردی ہوتی ہے۔

الکدرہ: یعنی گدل چیز۔

(وَإِنْ رَأَتْ وَفْتًا دَمًا وَوَفْتًا نَقَاءً وَوَفْتًا دَمًا وَهَكَذَا وَلَمْ يُجَاوِزِ الْخُمْسَةَ عَشَرَ وَلَمْ تَنْقُصْ مَجْمُوعَ الدَّمَاءِ عَنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَالِدَّمَايُ وَالنَّقَاءُ الْمُتَخَلِّلُ كُلُّهَا حَيْضٌ، اور اگر عورت کسی وقت خون دیکھے اور کسی وقت پاکی (یعنی خون نہ آئے) اور کسی وقت خون) دیکھے (اور اسی طرح) ہو تا رہا کہ کسی وقت خون کسی وقت پاکی (اور یہ خون) مجموعی طور پر (پندرہ دن، رات سے تجاوز نہ کرے اور سب خون کا مجموعہ) حیض کی کم سے کم مدت (ایک دن و رات سے کم نہ ہو تو سب خون) جو وقتاً فوقتاً دیکھا گیا (اور خون آنے سے خالی پاک وقت) یعنی وقتاً فوقتاً نقاء (یہ تمام) یعنی وقتاً فوقتاً دونوں خون دیکھنا اور نقاء (حیض) ہو گا) معتمد قول کے مطابق مذکورہ مسئلہ میں پندرہ دن، رات سے تجاوز کر جائے تو استحاضہ کا خون ہو گا۔

## مسائل نفاس

(وَأَقْلُ النَّفَاسِ لِحِظَّةٍ وَغَائِبَةٌ أَرْبَعُونَ يَوْمًا وَكَثْرُهُ سِتُونَ يَوْمًا فَإِنْ جَاوَزَهُ  
فَمَسَّتْ حَاضَةً، اور نفاس کی کم سے کم مدت ایک لحظہ اور اس کی غالب مدت چالیس دن)  
چالیس راتیں ہیں (اور اس کی اکثر مدت ساٹھ دن) ساٹھ راتیں ہیں (اگر خون) اکثر مدت  
سے (تجاوز کر جائے تو یہ عورت مستحاضہ ہوگی) اور یہ خون استحاضہ کا ہوگا۔

نفاس کی تعریف: نفاس لغت میں کہتے ہیں: ولادت کو،

اصطلاح میں کہتے ہیں: اس خون کو جو بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلے،۔

## حالتِ حیض و نفاس میں حرام ہونے والی چیزیں

(وَيَحْزُمُ بِالْحَيْضِ وَالنَّفَاسِ مَا يَحْزُمُ بِالْجَنَابَةِ، اور حرام ہوتی ہیں حیض اور  
نفاس کی وجہ سے) وہ چیزیں، (جو جنابت کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں) جیسے قرآن اور نماز  
پڑھنا وغیرہ تفصیل کے لئے باب الغسل ملاحظہ فرمائیں۔

## جنبی و حائضہ کے لئے قرآن کریم اور نماز پڑھنا ناجائز ہونے کی وجہ

جنابت اور حیض دونوں ایسی حالتیں ہیں جن کو قربِ الہی کے ساتھ مخالفت  
اور جن میں نجاست سے ملاپ ہے اور نماز و قرآن کا پڑھنا خدا سے ہم کلام ہونے کا مرتبہ  
ہے اور خدا کی ہم کلامی کے شرف سے انسان جب ہی مشرف ہو سکتا ہے کہ ہر قسم کی  
نجاستوں سے پاک و مطہر ہو کیونکہ خدا پاک ہے اس کو ناپاکی سے نفرت ہے۔ [نفاس والی  
عورت کے لئے بھی قرآن اور نماز پڑھنا ناجائز ہونے کی یہی مذکورہ وجہ ہوگی] (احکام  
الاسلام) (وَكَذَٰلِكَ الصَّوْمُ، اور اسی طرح روزہ رکھنا) حرام ہے، مصنف نے روزہ کی حرمت  
کو مستقل طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ حالت جنابت میں حرام نہیں ہے بلکہ حالتِ حیض و  
نفاس میں حرام ہے [لیکن بعد میں قضاء واجب ہے]

(وَيَجِبُ قَضَاءُهُ ذُوْنَ الصَّلَاةِ، اور واجب ہے روزہ کی قضاء نہ کہ نماز کی) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ہمیں جب اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں حیض آتا تو آپ ﷺ روزہ کی قضاء کا حکم فرماتے نہ کہ نماز کی قضاء کا (مہذب مع المجموع ص ۲۴۰ ج ۲)

### حائضہ پر روزہ کی قضاء واجب ہونے اور نماز کی قضاء واجب نہ ہونے کی وجہ

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حائضہ پر روزہ کی قضاء کے وجوب کا اور نماز کی قضاء کے عدم وجوب کا سبب شریعت حقہ کی خوبیوں اور اس کی حکمت اور رعایت مصالح مکلفین سے ہے کیونکہ جب حیض عبادت کی ضد ہے تو اس میں عبادت کا فعل مشروع نہیں ہو اور ایام طہر میں اس کی نماز پڑھنا ایام حیض میں نماز پڑھنے سے کافی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بار بار روزمرہ آتی ہے یعنی پاکی کے دنوں میں وقتی نماز ایک دن میں کئی بار ہوتی ہے تو وقتی نماز کی مصلحتیں اور فائدے برابر ملتے رہتے ہیں حیض کی رہی ہوئی نماز کے فائدوں سے یہ کافی ہو جاتے ہیں، (حاشیہ احکام الاسلام) مگر روزہ روزمرہ نہیں آتا بلکہ سال میں صرف ایک مہینہ روزوں کا ہے اگر ایام حیض کے روزے بھی اس سے ساقط کر دئے جائیں تو پھر ان کی نظیر کا تدارک نہیں ہو سکتا اور روزے کی مصلحت اس سے فوت ہو جاتی ہے اس لئے اس پر واجب ہو کہ ایام طہر میں روزے رکھ لے تاکہ اس کو روزہ کی مصلحت اور تمام فائدے بھی حاصل ہو جائے جو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر محض اپنی رحمت اور احسان سے ان کے فائدے کے لئے مشروع فرمائے ہیں (احکام الاسلام ص ۱۱۴ ج ۱)

(وَيَحْرُمُ غُبُورُ الْمَسْجِدِ اِنْ خَافَتْ تَلْوِيْنَئَهُ، اور حرام ہے) حائضہ اور نفاس والی عورت پر (مسجد میں گذرنا اگر مسجد کی آلودگی کا خوف ہو) یہ حکم حرمت مسجد کی حفاظت کے پیش نظر ہے، اگر آلودگی کا خوف نہ ہو تو گذرنا جائز ہے جیسا کہ جنبی کے لئے حاجت کی

بناء پر گذرنا جائز ہے، ٹھہرنا حرام ہے، جنبی کے لئے حاجت کے بغیر مسجد میں گذرنا مکروہ ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے مساجد کو راستہ بنانے سے منع فرمایا ہے اور گذرنے میں مساجد کی اہانت بھی ہے لہذا حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے بھی حاجت کے بغیر گذرنا مکروہ ہوگا (وَالْوُطْءُ، اور ہمبستری کرنا) حرام ہے حیض و نفاس کی حالت میں۔

### حیض میں عورت سے حرمت جماع کی وجہ

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أذى فَاغْتَبُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوا حَتَّى يَطْهُرْنَ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲) یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے حکم حیض کا تو کہو وہ ناپاکی ہے سو تم حیض میں عورتوں سے کنارہ کرو اور صحبت نہ کرو ان سے بلکہ ناف سے گھٹنہ تک کے درمیانی حصہ سے فائدہ نہ اٹھاؤ، جب تک وہ پاک نہ ہو لیں جبکہ خدا تعالیٰ حیض کو ناپاکی و اذی فرماتا ہے تو ایسی حالت میں صحبت کرنے سے شدید ضرر پہنچنے کا قوی مظنہ ہے لہذا خدا تعالیٰ نے حیض میں جماع سے منع فرمایا، طب کی رو سے جو شخص حالت حیض میں عورت سے جماع کرے اس کو مندرجہ ذیل امراض لاحق ہونے کا احتمال ہے، جو ب: یعنی خارش، نامردی، شوزش یعنی جلن جریان، جذام اولاد یعنی جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو جذام ہو جاتا ہے [جذام: یعنی کوڑھ: ایسی بیماری جس میں اعضائے جسم گل سڑ کر الگ ہونے لگتے ہیں] (القاموس الوحید) (حاشیہ احکام الاسلام)

اور عورت کو مندرجہ ذیل بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اس کو اکثر ہمیشہ کے لئے خون جاری ہو جاتا ہے اور بچہ دان یعنی رحم باہر کو لٹک آتا ہے بعض عورت کے لئے اکثر اوقات کچا حمل گر جانے کا باعث مجملہ دیگر امور کے بڑا سبب یہ بھی ہوتا ہے چونکہ حالت حیض میں جماع کرنے سے مذکورہ بالا امراض اور دیگر عوارض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کر کے حالت حیض میں جماع کرنے سے منع فرمایا۔

### حائضہ سے حرمتِ جماع کی وجہ اور مستحاضہ سے اباحتِ جماع کی حکمت

حائضہ سے جماع حرام ہونا اور مستحاضہ سے جائز ہونا باوجود یہ کہ دونوں نجاست کی قسم سے ہیں اس میں وجہ یہ ہے کہ یہ امر شارع کی کمال حکمت میں سے ہے کہ اس نے دونوں خونوں میں فرق ظاہر کر دیا کیونکہ حیض کی نجاست بہ نسبت استحاضہ کے زیادہ تر قوی ہے استحاضہ کا خون شرمگاہ کی ایک رگ سے جاری ہوتا ہے پس شرمگاہ سے خون استحاضہ کا بہنا ایسا ہے جیسا کہ ناک سے نکسیر جاری ہوتی ہے اس خون کا نکلنا مضر ہے اور اس کا بند ہونا دلیل صحت ہے بخلاف حیض کے اگر حیض کا خون بند ہو جاوے تو وہ بیماری کا سبب ہے اور اس کا جاری ہونا موجب صحت ہے پس خون حیض و استحاضہ دونوں از روئے حقیقت و حکم و سبب برابر نہیں پس یہ امر شریعت اسلامیہ کی خوبیوں و محاسن میں سے ہے کہ دونوں خونوں میں فرق ظاہر کر دیا جیسا کہ وہ حقیقت میں بھی الگ الگ ہی ہیں۔ (احکام الاسلام عقل کی نظر میں ص ۲۳۲ ج ۲) مستحاضہ کے متعلق نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا استحاضہ کے زمانہ میں نماز چھوڑ دے فرمایا نہیں یہ رگ ہے حیض نہیں پھر حضور ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ اس خون کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ رگ کا خون ہے حیض کا نہیں، (حاشیہ احکام الاسلام عقل کی نظر میں ص ۲۳۳ ج ۲)

(وَالْاِسْتِمْتَاعُ فِيمَا بَيْنَ السَّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ، اور فائدہ اٹھانا) حیض و نفاس کی حالت میں (اس حصہ سے جو ناف اور گھٹنہ کے درمیان ہے) حرام ہے اگرچہ ہمستری کے علاوہ سے ہو، امتاع میں ہے: (ویحرم بالحيض - الاستمتاع) بالمباشرة بوطء او غیرہ (بما بین السرة والركبة) ولولبلا شهوة لقوله تعالى: فاعتز لوالنساء فی المحيض (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲) ولان الاستمتاع بما تحت الازار يدعوالی الجماع فحرم (ص ۹۳ ج ۱) اور حرام ہے حیض (ونفاس) کی وجہ سے۔ فائدہ اٹھانا ناف

اور گھٹنے کے درمیانی حصہ سے مباشرت سے یعنی ہمبستری کے ذریعہ یا اس کے علاوہ سے اگر چہ بغیر شہوت کے ہو اللہ تعالیٰ کے فرمان کی بناء پر کہ: تم حیض میں عورتوں سے کنارہ کرو، اور اس لئے بھی حرام ہے کہ ازار کے نیچے والے حصہ سے فائدہ اٹھانا موجب و سبب ہو گا جماع کا، ناف او گھٹنے کے درمیانی حصہ کے علاوہ یعنی: ناف، گھٹنے اور بدن کے باقی حصہ سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں جائز ہے اور شوہر کی طرح بیوی کے لئے بھی حرام ہے شوہر کی شرمگاہ چھونایا اس کے مانند ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ سے فائدہ اٹھانا، اور شوہر کے لئے یہ بھی حرام ہے کہ اپنے ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ سے بیوی کو فائدہ اٹھانے دے (اقتناع ص ۹۳ ج ۱)

(وَالطَّلَاقُ وَالطَّهَارَةُ بِنَيْتَةِ رَفْعِ الْحَدَثِ، اور طلاق دینا) حرام ہے حیض و نفاس کی حالت میں (اور پاکی حاصل کرنا) حرام ہے حیض و نفاس کی حالت میں (حدث دور کرنے کی نیت سے) یا عبادت کی نیت سے مثلاً جمعہ کی نیت سے غسل کرنا حرام ہے، اس لئے کہ حالت حیض و نفاس میں رہنے کی وجہ سے پاکی ممکن ہی نہیں لہذا اس نیت سے غسل کرنا تلاعب ہے [یعنی کھیل و مزاح ہے] ہاں مگر حج کا غسل یعنی احرام کا اور اس کے مانند جیسے عیدین اور سورج گہن کا غسل کرنا حرام نہیں جائز ہے، اسی طرح عادت کے طور پر بھی غسل کرنا حرام نہیں جائز ہے۔ (فَإِنْ انْقَطَعَ الدَّمُ از تَفْعَعِ تَحْرِيمِ الصَّوْمِ وَالطَّلَاقِ وَالطَّهَارَةِ وَرَفْعِ غُبُورِ الْمَسْجِدِ، پھر اگر خون بند ہو جائے تو روزہ رکھنے اور طلاق دینے اور پاکی حاصل کرنے اور مسجد میں گزرنے کی حرمت اٹھ جائے گی) مطلب یہ ہے کہ حیض یا نفاس کا خون بند ہونے کے بعد غسل سے پہلے حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے روزہ رکھنا، پاکی حاصل کرنا، مسجد میں گزرنے اور شوہر کیلئے طلاق دینا جائز ہو گا، حرمت کی علت (خون) منتفی ہونے کی بناء پر کیونکہ حرمت کی علت جو خون کا پایا جانا ہے وہ بند ہو گیا لہذا حرمت جو از میں تبدیل ہو گئی (وَيَبْقَى الْبَاقِي حَتَّى تَغْتَسِلَ، اور بقیہ حرام چیزوں کی حرمت باقی رہے گی

یہاں تک کہ غسل کر لے) یعنی روزہ رکھنا، پاکی حاصل کرنا، مسجد میں گذرنا اور شوہر کے لئے طلاق دینا یہ سب چیزیں غسل سے پہلے جائز ہیں ان کے علاوہ بقیہ حالت حیض و نفاس میں حرام کردہ چیزیں حرام ہی رہیں گی یہاں تک کہ غسل کر لے۔

**طہارت حیض کے بعد غسل واجب ہونے کی وجہ**

حیض کے خون کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اذی یعنی گندگی فرمایا ہے پس جس گندگی سے بار بار جسم آلودہ ہو اس سے نفس انسانی ناپاک ہو جاتا ہے دوسرے جریان خون سے لطیف پٹھوں کو ضعف پہنچتا ہے اور جب غسل کیا جاوے تو ظاہری اور باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور پٹھے تروتازہ ہو جاتے ہیں اور ان میں وہی پہلی قوت عود کر آتی ہے۔

اسی گندگی کے سبب خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورت کے حالت حیض کے متعلق ارشاد فرمایا ہے، **فَاعْتَزِلُو النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ** یعنی حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کرو اور ان کے نزدیک مت جاؤ یعنی اس سے صحبت نہ کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہو لیں۔ (احکام الاسلام ص ۵۶ ج ۱) [طہارتِ نفاس کے بعد بھی غسل واجب ہونے کی وجہ یہی مذکورہ ہوگی] **(وَلَوْ اِدَّعَتْ الْحَيْضُ وَ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِهِ صِدْقُهَا حَلَّ لَهَا وَ طَوْهَهَا،** اور اگر زوجہ حیض) یا نفاس (کا دعویٰ کرے) شوہر کے ارادہ ہمبستری کے وقت (لیکن شوہر کے دل میں اس کے دعوے کی سچائی واقع نہ ہو) مثلاً شوہر کو قرینہ سے پتہ چل جائے کہ حیض یا نفاس کا دعویٰ اس وجہ سے کر رہی ہے کہ اس کا مقصد مجھے ہمبستری سے روکنا ہے (تو اس کے لئے زوجہ سے ہمبستری جائز ہوگی) اس لئے کہ اصل حلت ہے اور اس کے خلاف ثبوت نہیں ہے ہاں اگر ثبوت ہو تو ہمبستری حرام ہوگی جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: **الاصول في الاشياء الا با حجة،** حتی یدل

الدليل على التحريم، (الاشباه وانظائر ص ۶۰) چیزوں میں اصل اباحت (حلت) ہے یہاں تک کہ حرمت پر دلیل دال ہو۔

### نماز کا وقت ہونے کے بعد مستحاضہ کا ضروری عمل

(وَتَغْسِلُ الْمُسْتَحَاضَةَ فَرْجَهَا وَتَشُدُّهُ وَتَعَصِبُهُ ثُمَّ تَتَوَضَّأُ وَلَا تُؤَخِّرُهُ بَعْدَ الطَّهَارَةِ إِلَّا لِلِاشْتِغَالِ بِأَسْبَابِ الصَّلَاةِ كَسْتِرِ عَزْرَةٍ وَآذَانٍ وَانْتِظَارِ جَمَاعَةٍ، اور مستحاضہ اپنی شرمگاہ دھوئے اور شرمگاہ کی جگہ کپڑا رکھے اور اس کو باندھے پھر وضو کرے) اگر اس سے عاجز ہو تو تیمم کرے، اس عمل اور اعضاء وضو دھونے میں یا اعضاء تیمم کا مسح کرنے میں مولاة کا یعنی پے درپے ہونا شرط ہے، (الفقه على مذاهب الاربعة ص ۱۰۴ ج ۱)

(اور فرض کی ادائیگی میں تاخیر نہ کرے) اس (طہارت) یعنی وضو (کے بعد مگر نماز کے اسباب میں سے کسی سبب میں مشغول ہونے کی بناء پر جیسے ستر چھپانا) قبلہ کے بارے میں اجتہاد کرنا (اور اذان دینا) اس کا جواب دینا، اقامت پڑھنا (اور جماعت کا انتظار کرنا) مطلب یہ ہیکہ اگر ان چیزوں کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو جائز ہے اس لئے کہ یہ اسباب نماز ہیں ان کی وجہ سے تاخیر معاف ہے۔

### اعتراض اور جواب

اعتراض اسباب نماز میں سنت بھی داخل ہے جیسے اذان دینا وغیرہ تو سنت کی وجہ سے فرض میں تاخیر کیوں جائز؟

جواب اس لئے کہ سنت اسباب نماز میں داخل ہے اور فرض کے تابع ہے،

(فَإِنْ أَخَّرَتْ لِغَيْرِ ذَلِكَ اسْتَأْنَفَتِ الطَّهَارَةَ، اور اگر تاخیر کرے) بغیر عذر

کے فرض کی ادائیگی میں (اس کے) یعنی سبب نماز کے (علاوہ کی بناء پر تو از سر نو طہارت کرے) یعنی وضو کرے کیونکہ اس کا کیا ہو او وضوء ٹوٹ گیا بغیر عذر کے تاخیر کرنے کی بناء پر

اس لئے اب دوبارہ از سر نو وضو کرنا لازم ہوگا،

(وَيَجِبُ غَسْلُ الْفَرْجِ وَتَعْصِيبُهُ وَالْوُضُوءُ لِكُلِّ فَرْيَصَةٍ، اور مستحاضہ پر شرمگاہ دھونا اور اس جگہ کپڑا باندھنا اور وضو کرنا) اگر اس سے عاجز ہو تو تیمم کرنا (ہر فرض نماز کے لئے واجب ہے) مطلب یہ ہے کہ استحاضہ کے خون سے معذور عورت ایک وضو سے فرض نماز چاہے ادا ہو یا قضاء ایک سے زائد نہیں پڑھ سکتی اور نفل نمازیں چاہے جتنی ہوں پڑھ سکتی ہے اس لئے کہ نوافل کی کثرت ہے، لہذا یہ عمل ہر فرض نماز کے لئے کرنا ضروری ہے۔

### مستحاضہ کا تفصیلی عمل

نماز کا وقت ہونے کے بعد مستحاضہ اپنی شرمگاہ دھوئے اور اس جگہ کپڑا رکھ کر وضو کرے، اس عمل کا پے درپے ہونا اور وضو کرنے کے وقت اعضاء کو پے درپے دھونا اور اگر اس سے عاجز ہو تو تیمم کرتے وقت اعضاء کا پے درپے مسح کرنا ضروری ہے: وضو کے بعد فوراً نماز پڑھے البتہ نماز کے اسباب جیسے ستر چھپانے کی وجہ سے دیر ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن نماز کے اسباب کے علاوہ کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو وضو ٹوٹے گا مستحاضہ عورت کے لئے ذکر کی ہوئی تمام ضروری چیزیں ہر فرض نماز کے وقت چاہے ادا ہو یا قضا دوبارہ کرنا ضروری ہے ہاں نفل ایک سے زیادہ پڑھنا ہو تو ہر نفل کے وقت دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وضو کرتے وقت مستحاضہ عورت کے لئے اس طرح نیت کرنا ضروری ہے: میں وضو کرتی ہوں نماز مباح ہونے کے لئے۔

شرمگاہ کی جگہ کپڑا رکھنے کو جو ضروری قرار دیا گیا ہے وہ اس طور پر رکھے کہ خون نکلنے نہ پائے اگر اس کے باوجود نکل جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن کپڑا رکھنے میں سستی کی جس کی بنا پر خون اگر نماز سے پہلے نکل جائے تو وضو ٹوٹے گا اور اگر نماز کے دوران نکل جائے تو نماز اور وضو دونوں ٹوٹیں گے۔ (الفقه على مذاهب الاربعه)

(وَمَنْ بِهِ سَلْسُ الْبُولِ كَمَا لَمْ يَسْتَحْضِ فِي مَا تَقَدَّمَ، اور جس شخص کو سلس البول) یعنی مسلسل پیشاب کے قطرے نکلنے کی بیماری (ہو وہ مستحاضہ کی طرح ہے ان احکام میں جو گزرے) مطلب یہ ہے کہ جو احکام مستحاضہ کے ہیں وہی احکام سلس البول والے کے لئے ہوں گے۔

### سلس البول کے احکام

جس کو پیشاب (وغیرہ) کے قطرے مسلسل نکلنے کی بیماری ہو ایسے شخص کو ہر فرض نماز کے لئے یہ عمل کرنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے استنجاء کرے اور شرمگاہ دھو کر اس طرح پیٹی باندھے کہ پیشاب کے قطرے نکلنے نہ پائے (اگر اس کے باوجود نکل جائے تو طہارت اور نماز باطل نہ ہوگی۔ لیکن پیٹی باندھنے میں کوتاہی کی جس کی بناء پر پیشاب کے قطرے اگر نماز سے قبل نکل جائیں تو طہارت یعنی وضو باطل ہوگا۔ اور اگر دوران نماز نکل جائیں تو وضو اور نماز دونوں باطل ہوں گے) اس کے بعد وضو کر کے فوراً نماز پڑھے۔ البتہ اسباب نماز مثلاً گھر سے مسجد کی طرف جانے یا جماعت کا انتظار کرنے میں تاخیر ہو جائے تو وضو باطل نہ ہوگا۔ لیکن اسباب نماز کے علاوہ کسی سبب سے تاخیر ہو جائے تو وضو باطل ہوگا۔ مذکورہ عمل وقت نماز کے داخل ہونے کے بعد کرنا شرط ہے۔ ان یاتی بہذہ الا عمال جميعها بعد دخول وقت الصلوة فان فعلها قبل دخول الوقت فانها تبطل۔ ذکر کر رہ عمل وقت نماز کے داخل ہونے کے بعد کرنا شرط ہے اگر پہلے کرے تو باطل ہوگا۔ (الفقه على المذاهب الاربعة ص ۱۰۴ ج ۱)

نیز مذکورہ عمل اور وضو کے اعضاء دھونے میں موالاتہ کا یعنی پے درپے ہونا شرط ہے (ص ۱۰۴ ج ۱) مذکورہ معذور شخص کے لئے اس طرح نیت کرنا ضروری ہے: میں وضو کرتا ہوں نماز مباح ہونے کے لئے۔ ان المعذور يجب عليه ان ينوي بوضوئه استباحة الصلوة۔ وذلك لانه في الواقع ليس وضوءه حقيقياً بل هو منقوض بما ينزل من

بول ونحوہ (ص ۱۰۴ ج ۱) معذور شخص کے لئے ضروری ہے کہ وضو میں استباحات صلوٰۃ یعنی نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے اس وجہ سے کہ یہ حقیقی وضو نہیں ہے بلکہ پیشاب وغیرہ کے قطروں کی وجہ سے وضو ٹوٹ چکا اور معذور سمجھتے ہوئے رخصت دی گئی ہے۔

مذکورہ معذور شخص ایک وضو سے ایک ہی فرض نماز پڑھ سکتا ہے اور نفل جتنی چاہے۔ لا تصلى بطهارة واحدة اكثر من فریضة مؤداة كانت او مقضية ويجوز ان تصلى ماشاءت من النوافل تكثير (مہذب مع شرح مہذب ص ۵۴۰ ج ۲) معذور شخص ایک وضو سے فرض نماز چاہے ادا ہو یا قضا ایک سے زائد نہیں پڑھ سکتا، اور نفل نماز میں چاہے جتنی ہوں پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ نوافل کی کثرت ہے۔

جس شخص کو ریح خارج ہونے کی شکایت ہو اس کے لئے یہ عمل کرنا ضروری ہے۔ نماز کا وقت ہونے کے بعد استنجاء سے فارغ ہو کر وضو کرے اور نماز پڑھے اور اسکے لئے بقیہ وہی احکام ہیں جو سلس البول والے کیلئے ذکر کئے گئے ہیں (الفقه على المذاهب الاربعہ ص ۱۰۱ ج ۱)

جس عورت کو سلس البول کی اور ریح خارج ہونے کی شکایت ہو اس کے لئے بھی یہی مذکورہ بالا احکام ہوں گے، تفصیل ماقبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

### سلس المذی والودی کی تعریف اور احکام

جس کو مذی کے قطرے مسلسل نکلنے کی بیماری ہو اس کو سلس المذی کہتے ہیں۔  
جس کو ودی کے قطرے مسلسل نکلنے کی بیماری ہو اس کو سلس الودی کہتے ہیں۔  
ان کے لئے وہی احکام ہوں گے جو سلس البول کے احکام ہیں۔

والله تعالى اعلم

تم بعون الله تعالى

## (بَابُ النَّجَاسَاتِ)

## (نجاستوں کا بیان)

نجاست کو پانی سے دور کرنا امت محمدیہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیتوں میں سے ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِضْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلٰی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۶) اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے، حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہوئیں (ترجمہ و تفسیر اختصار شدہ بیان القرآن) لوگوں سے مراد بنی اسرائیل ہے کہ ان پر زکاة میں ربع مال نکالنا، دن رات میں پچاس نمازیں پڑھنا اور نجاست کی جگہ کو کاٹنا لازم تھا (تعلیقات مفیدہ فی فیض شرح عمدۃ ص ۱ ج ۱) (وَ النَّجَاسَةُ هِيَ الْبَوْلُ وَالْعَائِطُ، اور نجس) چیزیں (یہ ہیں پیشاب اور پاخانہ) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بولِ رَضِیْع کے بارے میں فرمایا کہ دودھ پیتی لڑکی کے پیشاب کو دھو ڈالے اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکے، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہم کو منع کیا تین پتھر سے کم میں استنجاء کرنے سے تفصیل کے لئے باب قضاء الحاجة ملاحظہ فرمائیں۔

## نجاست کی تعریف

نجاست لغت میں کہتے ہیں: ما یستقذر یعنی جس سے گھن آوے۔ شرعاً کہتے ہیں: وہ مستقذر جو صحت نماز سے مانع ہو مگر خص نہ ہونے کی صورت میں۔ (تحقیق علی عمدہ ص ۵۳)

(وَالدَّمُ، اور خون) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مستحاضہ سے فرمایا کہ جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دے اور بند ہو جائے تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے (مہذب مع المجموع ص ۵۶۳ ج ۱) خون ناپاک ہے لہذا بیمار آدمی کے جسم میں غیر کا خون داخل کرنا جائز نہیں لیکن معتبر ڈاکٹر نے ضروری قرار دیا

ہو تو جائز ہے رخصت کے پیش نظر و اعلمہ ان اسباب التخفيف في العبادات و غیرها  
 سبعة۔ الاول: السفر، الثاني: المرض، و رخصه كثيرة۔ و التداوى بالنجاسة۔  
 (الاشباه) عبادات و غیرہ میں تخفیف کے اسباب سات ہیں جن میں پہلا سبب سفر ہے۔  
 دوسرا بیماری اور اس کی رخصتیں کثیر ہیں۔ ان میں سے ناپاک چیزوں سے علاج کرنا بھی  
 ہے، جن جانوروں میں دم سائل (بننے والا خون) نہیں ہوتا جیسے چھرا ان کا خون معاف ہے  
 چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ (شرح مہذب ص ۱۴۱ ج ۳) اور جن میں دم سائل ہوتا ہے ان کا  
 خون اگر تھوڑا ہو تو معاف ہے، زیادہ نہیں لہذا مچھلی بازار میں اڑنے والے خون کے چھینٹے  
 اگر کم ہوں تو معاف ہیں۔

امادم ماله نفس سائلة من ادم و سائر الحيوانات ففيه الاقوال الثلاثة۔  
 اصحها۔ انه يعفى عن قليله و لم يكلفوا ازالته للمشفقة في التحفظ منه (المجموع ص  
 ۱۴۲ ج ۳) جن جانوروں میں دم سائل (بننے والا خون) ہے اس کے متعلق تین اقوال ہیں۔  
 جن میں اصح قول یہ ہے کہ تھوڑا خون معاف ہے اور اس کو زائل کرنے کا مکلف نہیں بنایا گیا  
 اس سے حفاظت میں دشواری ہونے کی وجہ سے، لیکن اگر زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ ما يعفى  
 عن قليله دون كثيرة، وهو دم الاجنبى (الاشباه ص ۴۳۲) اجنبی کا تھوڑا خون معاف ہے  
 زیادہ نہیں، قلیل خون سے مراد وہ مقدار ہے جسے لوگ درگزر کریں و هو القدر الذى  
 يتعافاه الناس في العادة خون کی قلیل وہ مقدار ہے عام طور پر لوگ جسے درگزر کریں۔  
 (شرح مہذب ص ۱۴۲ ج ۳) جسم کی پھنسیوں سے نکلنے والا خون معاف ہے چاہے کم ہو یا  
 زیادہ لیکن اگر دبانے کی وجہ سے نکل جائے تو تھوڑا خون معاف ہے (زیادہ نہیں) اور پھوڑے  
 سے نکلا ہوا تھوڑا خون معاف ہے، زیادہ نہیں (المجموع ص ۱۴۲ ج ۳) (اشباه ص ۴۳۲)  
 (والقبيح، اور پيپ) کیونکہ یہ ایسا خون ہے جس میں بو پیدا ہو جاتی ہے، (حاشیہ شروانی  
 علی تحفة ص ۲۹۴ ج ۱) زخم کے پانی کو بو آتی ہو تو ناپاک ورنہ نہیں، و اما ماء القروح

فان كان له رائحة فهو نجس وان لم يكن رائحة فهو طاهر (مہذب) اگر زخم کے پانی سے بو آتی ہو تو ناپاک (چونکہ ناپاکی کی علت بو کا آنا ہے) ورنہ پاک۔ (وَالْقَيْءُ، اور قی، قی: کہتے ہیں کسی چیز کا معدہ تک پہنچ کر واپس آنا چاہے پانی ہو اور تغیر بھی نہ ہو اہو حاشیہ شروانی علی تحفة ص ۲۹۴ ج ۱) واما القيء فهو نجس ولا نه طعام استحال في الجوف الى النتن والفساد فكان نجسا كالغائط (مہذب فی المجموع ص ۵۵۸ ج ۲) قی ناپاک ہے چونکہ یہ طعام ہے جو پیٹ میں جا کر فاسد و بدبودار ہو جاتا ہے لہذا پاخانہ کی طرح نجس ہے (وَالْحَمْزُ وَاللَّيْنُذُ، اور شراب اور نبیذ) خمر کہتے ہیں: انگور کے نچوڑے ہوئے پانی سے بنائی ہوئی شراب کو، (حاشیہ عمدة السالك ص ۹)

نبیذ کہتے ہیں: انگور کے علاوہ چیز سے نچوڑے ہوئے پانی سے بنائی ہوئی نشہ آور چیز کو، یہ بھی شراب کی ایک قسم ہے، (ایضا) شراب اور ہر نشہ آور چیز بالاتفاق حرام ہے۔

### حرمت شراب کی وجہ

چونکہ لوگوں کی معاش اور خانگی تدابیر اور شہروں کا انتظام بغیر عقل و تمیز کے مکمل نہیں ہو سکتے۔ اور شراب نوشی کی عادت سے تمام انسانی انتظامات میں ہلچل پڑ جاتی ہے۔ اس سے جھگڑے اور ذاتی رنجشیں پیدا ہوتی ہیں اور طبائع انسان میں جو بے ہودہ خواہشیں ہیں وہ بھی عقلموں کو مغلوب کر لیتیں ہیں پھر ان سے ایسے ایسے رذائل کا میلان ہو جاتا ہے۔ اور تمام تدابیر کو وہ تلف کر دیتے ہیں۔ اگر ایسی حرکات کی روک ٹوک نہ کی جائے تو لوگ ہلاک ہو جائیں اسی روک ٹوک کے لئے شراب کو حرام کیا گیا۔

شراب میں بہت سی خرابیوں کا اندیشہ ہے جن سے خداوند کریم کی ناخوشی ہوتی ہے۔ شراب کی وجہ سے خدا کی جانب خالص توجہ نہیں ہو سکتی۔ تمدن اور خانہ داری کے انتظامات سب درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے شارع نے شراب کو نجاسات میں داخل

کیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے شراب ناپاک اور شیطان کا فعل ہے رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اس لئے خدا نے اس کو بہت تاکید کے ساتھ حرام کیا ہے (احکام الاسلام عقل کی نظر میں ص ۳۰۸ ج ۳)

### جنت میں حلت شراب کی وجہ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہشتی شراب کو اس دنیا کی فساد انگیز شرابوں سے کچھ مناسبت نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم میں بہشتی شراب کی صفت یوں فرمائی ہے وَسَقُّهُمْ رِزْقَهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (سورہ دھر آیت نمبر ۲۱) یعنی جو لوگ بہشت میں داخل ہوں گے خدا ان کو شراب طہور پلائے گا جو خود بھی پاک ہوگی اور دل کو کامل طور پر پاک کر دے گی۔

اور بہشتی شراب کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ لَا يَصُدُّ عَنَّا عَنْهَا وَلَا يَنْزِفُونَ اَلِی قَوْلِهِ تَعَالَى لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْتِيْمًا اَلَا قِيْلًا سَلَامًا سَلَامًا (سورہ واقعہ آیت نمبر ۱۸ تا ۲۶) ترجمہ: کا حاصل یہ ہے کہ وہ شراب صافی کے پیالے جو آب زلال (یعنی صاف شیریں پانی) کی طرح مصفی (یعنی صاف شاف) ہوں گے بہشتیوں کو دیئے جائیں گے۔ وہ شراب ان سب عیبوں سے پاک ہوگی۔ کہ درد سر پیدا کرے یا بیہوشی اور بد مستی اس سے طاری ہو اور بہشت میں کوئی لغو اور بے ہووہ بات سننے میں نہیں آئے گی اور نہ کوئی گناہ کی بات سنی جائے گی بلکہ ہر طرف سلام سلام جو رحمت اور محبت کی نشانی ہے سننے میں آئے گا۔ شرح اس کی یہ ہے کہ شراب میں دو باتیں ہوتی ہیں ایک نشہ اور دوسرا سرور اور ان دونوں میں باہم تضاد ہے یعنی سخت اختلاف نشہ و بیہوشی کا نام ہے اور بیہوشی میں نہ رنج ہوتا ہے نہ راحت، نہ غم نہ خوشی، اس صورت میں ان دونوں کا اجتماع ایسا ہو گا جیسا کہ تمام مرکبات عنصریات میں گرمی و سردی کا اجتماع ہوتا ہے مگر جیسے بایں وجہ کہ گرمی و سردی باہم متضاد ہیں ایک شئی کی تاثیر یہ دونوں نہیں ہو سکتیں اور

اس وجہ سے پانی اور آگ کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی بوجہ مذکور نشہ اور سرور شئی واحد کا اثر تو ہو ہی نہیں سکتے۔ خوہ مخواہ یہی کہنا پڑے گا کہ نشہ کسی اور چیز کی خاصیت ہے اور سرور کسی اور چیز کی خاصیت۔ اگر شراب میں وہ چیز نہ رہے جس کی خاصیت نشہ ہے بلکہ قدرت الہی کی چھلنی سے چھان کر اس کو جدا کر دیں تو پھر اس صورت میں شراب فقط لذت اور سرور ہی رہ جائے گی۔ اور بیشک ہر عاقل کے نزدیک وہ شراب حلال ہوگی۔

غرض یہ ہے کہ علت حرمت شراب کی تمام عقلاء اور قائلین حرمت کے نزدیک یہی نشہ ہے اور اہل اسلام اس کی حرمت کے جہی قائل ہیں جب تک اس میں نشہ ہو۔ اگر شراب سرکہ بن جائے اور نشہ نہ رہے تو پھر اس کے پینے میں تا مل نہیں کرتے ادھر قرآن و حدیث و فقہ میں بھی یہی وجہ مذکور ہے حاصل یہ ہے کہ وجہ حرمت وہ نشہ ہے اور چونکہ وہ ایک الگ چیز کیساتھ قائم ہے اور اس وجہ سے اس کا جدا ہونا ممکن تو در صورت جدائی فقط مادہ سرور ہی شراب میں باقی رہ جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ شراب کو جو کوئی پیتا ہے وہ بوجہ سرور پیتا ہے۔ بوجہ بیہوشی نہیں پیتا۔ سو کلام اللہ میں لذت کا ثبوت ہے جو مایہ سرور ہے اور نشہ کی نفی ہے جو وجہ ممانعت تھی چنانچہ لفظ لا لَعُوْ فِيْهَا وَ لَا تَأْتِيْم اس پر شاہد ہے پھر دنیا میں نشہ کی چیزوں کی اسی وجہ سے ممانعت تھی کہ نشہ کے وقت احکام خداوندی ادا نہیں ہو سکتے سو یہ اندیشہ زندگانی دنیا تک ہی ہے بعد مرگ تمام احکام ساقط ہو جاتے ہیں بہشت میں ہر کوئی فرانس و واجبات وغیرہ سے فارغ البال ہو گا وہاں اگر شراب حلال ہو جائے تو کیا حرج ہے (ایضاً ص ۲۹۸ ج ۳)

(وَكُلُّ مُسْكِرٍ مَّائِعٍ، اور ہر نشہ آور بننے والی چیز) اس میں مائع کی قید ہے لہذا [جس طرح خمر اور نبید مائع ہونے کی وجہ سے ناپاک ہے اسی طرح] مائع کے علاوہ نشہ آور چیز ناپاک نہ ہوگی لیکن وہ حرام ہوگی اس لئے کہ وہ عقل کو زائل کرتی ہے۔ (وَ الْكَلْبُ

وَالْخَنْزِيرُ، اور کتا) اگرچہ معلم ہو (اور خنزیر) آپ ﷺ نے فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو پاک ہونے کی شکل یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے جن میں پہلی بار مٹی سے، لہذا اگر کتے کا ترعضویا تر حصہ کپڑے وغیرہ کو لگے تو اس کے پاک ہونے کی شکل وہی ہے جو برتن کے پاک ہونے کی ہے (المجموع ص ۵۸۶ ج ۲) [خنزیر یا اس کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور برتن میں منہ ڈالے یا اس کا کوئی تر حصہ کپڑے وغیرہ کو لگے تو پاک ہونے کی شکل وہی ہوگی جو کتے کے بارے میں مذکور ہے اس لئے کہ یہ تمام نجاست مغالطہ میں داخل ہے]

### خنزیر کے بال سے بنے ہوئے برش کی شرعی حیثیت

و حکمی الربیع الجیزی عن الشافعی ان الشعر تابع للجلد يطهر بطهاته  
وینجس بنجاسته و هذا اقوی (الحاوی للفتاوی ص ۱۸ ج ۱) ربیع جیزی امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بال تابع ہے کھال کے لہذا بال پاک ہو گا کھال کے پاک ہونے سے اور ناپاک ہو گا اس کے ناپاک ہونے سے یہ بات زیادہ قوی ہے۔

و جلود المیتة تطهر بالدباغ الا جلد الکلب و الخنزیر و ماتو لد منهما او من احدهما (متن الغایہ فی کفایہ ص ۸ ج ۱) مردہ کی کھال پاک ہو جاتی ہے دباغت سے کتے خنزیر اور ان دونوں یا کسی ایک سے پیدا ہونے والے کی کھال کے سوا: ارشاد خداوندی ہے۔ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (پ ۶ رکو ع ۵۰) اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے، بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے اور فقہی قاعدہ ہے: ما حرم استعماله حرم اتخاذه، (الاشباہ والنظائر ص ۱۵۰) جس چیز کا استعمال حرام اس کا بنانا بھی حرام ہے، خنزیر کی کھال کو دباغت دی جاتی ہو تب بھی کھال ناپاک ہی ہے لہذا مذکورہ تفصیل کی روشنی میں خنزیر کے بال سے برش بنانا اور اس کے لئے ملازمت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ و جلود الحیوانات المیتة کلها تطهر بالدباغ الا

جلد الکلب والخنزیر و ماتو لد منهما او من احدهما (الفاظ ابی شجاع مع الاقناع ص ۲۳/ج ۱) تمام مردہ جانوروں کی کھالیں پاک ہو جاتی ہیں دباغت سے۔ کتے خنزیر اور ان دونوں یا کسی ایک سے پیدا ہونے والے کی کھال کے سوا۔ لہذا کارخانے میں اگر بھینس، گائے اور گھوڑے کی کھال کو دباغت دینے کے بعد کھال اور دم کے بال سے برش بنائیں جاتے ہوں اور اس میں کتے، خنزیر اور ان دونوں یا کسی ایک سے جو پیدا ہوا اسکے بال کی ملاوٹ نہ ہو تو اس طرح برش بنانا اور اس کے لئے ملازمت کرنا جائز ہوگی۔ اگر ملاوٹ ہو اگرچہ تھوڑے بال سے تب بھی بنانا اور ملازمت کرنا جائز اور حرام ہوگی۔ انہ یعنی عن یسیر من شعر نجس من غیر مغلط اما هو فلا یعنی عنہ منہ (فتح المعین مع اعانتہ ص ۸۸/ج ۱) تھوڑے سے ناپاک بال کو معاف کیا گیا ہے لیکن نجاست مغلطہ کے تھوڑے بال کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ کتے خنزیر کی نجاست مغلطہ میں داخل ہے اور ان دونوں سے یا کسی ایک سے جو پیدا ہوا اس کی۔ (انوار ص ۷۷) اور اشباہ میں ہے: اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام (ص ۱۰۵) جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب آتا ہے۔

برش سے مراد چاہے ٹوتھ پیسٹ برش ہو یا وہ جو کسی چیز کی صفائی وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہو اس میں اور وہ چیز جس میں نجاست مغلطہ کا استعمال ہو یہی مذکورہ احکام جاری ہوں گے۔ (وَفَزَعٌ أَحَدُهُمَا، اور ان دونوں میں سے کسی ایک سے پیدا شدہ جانور) کتا اور خنزیر کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور اصل کے تابع قرار دیتے ہوئے ناپاک ہو گا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پاک جانور کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور تغلیباً ناپاک ہو گا جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام (اشباہ ص ۱۰۵) جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو غلبہ ہو گا۔ (وَالْوُدَى وَالْمَذَى، اور ودی اور مذی) ان کی مزید تشریح کے لئے باب الغسل ملاحظہ فرمائیں (وَمَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ

إِذَا ذُبِحَ وَالْمَيْتَةُ، اور وہ جانور) ناپاک ہے (جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا باوجود ذبح کے) [مثلاً نحر] (اور مردار) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ** الخ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳) اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو۔ الخ

### وجہ حرمت مُردار

مردار کا حرام ٹھہرانا عین حکمتِ الہی ہے کیونکہ جانور کے بدن کو پاک کرنے والا روح ہے جب روح اس سے جدا ہو جائے تو اس کی عفوئیت کو دور کرنے والا نہیں رہتا لہذا وہ عفوئیت اس کے سارے بدن کو خراب کر دیتی ہے اور بہت بد مزہ اور بد بو اور بد تاثیر ہو جاتا ہے چنانچہ جو لوگ بچپن سے مردار خوار ہوتے ہیں ان کی صورت و شکل و اخلاق ایسے فنیج ہوتے ہیں کہ گویا ان کا مزاج ہی انسانیت سے خارج ہوتا ہے، طبیعت کا کمینہ پن اور دل کی سختی ان کی فطرت ہو جاتی ہے۔ (احکام الاسلام عقل کی نظر میں ص ۲۸۱ ج ۳)

(إِلَّا السَّمَكَ وَالْجَرَادَ، مگر مچھلی اور ٹڈی) آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے حلال کئے گئے دو میتہ مچھلی اور ٹڈی اور دو خون جگر اور تلی (مغنی المحتاج)

### وجہ حلت مچھلی و ٹڈی بغیر ذبح

مچھلی اس وجہ سے ذبح نہیں کی جاتی کہ اس کے بدن کا اصلی مادہ پانی ہے اور پانی بالطبع پاک اور پاک کرنے والا ہے پس جیسے کہ نجاست پانی میں اثر نہیں کرتی ایسا ہی آبی جا نور کی روح جدا ہونے سے اس میں نجاست اثر نہ کرے گی اور حاجت ذبح کی نہ رہی اور ٹڈی اس سبب سے ذبح نہیں کی جاتی کہ وہ خون جاری نہیں رکھتی اور تعلق اس کی روح کا بدن سے بلا واسطہ خون کے مثل تعلق روح پہاڑ اور درخت اور دیگر جمادات ہے اور اس طرح تعلق کا جدا ہونا موجب نجاست نہیں ہوتا کیونکہ اس جدائی سے خون جذب نہیں ہوا اور اس علت میں اگرچہ تمام دریائی جانور اور تمام حشرات الارض [زمین میں رہنے والے

جانور کیڑے مکوڑے] مشترک ہیں مگر وہ بسبب ذاتی خباثت اور غذائے نجس و مضر ہونے کے حرام ہیں بخلاف مچھلی و ٹڈی کے کہ وہ ذاتی و عارضی خباثت سے پاک و سالم ہیں اسی واسطے ان دونوں کے لئے خاص استثناء ہوا چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: احلت لنا میتتان و دمان اما المیتتان الحوت و الجراد و الدمان الكبد و الطحال (مسند احمد وابن ماجہ) یعنی ہمارے لئے دو میتہ اور دو خون حلال کئے گئے ہیں بہر حال دو میتہ سے مراد تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون سے مراد جگر اور تلی ہیں۔ اور جگر اور تلی دو عضو ہیں مگر یہ دونوں خون کے مشابہ ہوتے ہیں لہذا آنحضرت ﷺ نے اس شبہ کو رفع کر دیا جو ان سے پیدا ہوا تھا نیز مچھلی میں مثل ٹڈی کے دم مسفوح یعنی خون رواں نہیں ہوتا لہذا اس لئے بھی ذبح کرنا مشروع نہیں ہوا۔ (احکام الاسلام ص ۲۹۶/ج ۳)

(وَالْأَدَمِيَّةُ، اور آدمی) اس میں کافر بھی داخل ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۰) ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو، اور تکریم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ موت کی وجہ سے ناپاک نہ قرار دیا جائے (معنی المتحاج ص ۷۸ ج ۱)

(وَلَبِنٌ مَّا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ غَيْرَ الْآدَمِيَّةِ، اور اس جانور کا دودھ) ناپاک ہے، (جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا سوائے آدمی کے) اس لئے کہ ان جانوروں کا دودھ باطن میں مستحیل ہو کر خون کے مانند ہوتا ہے، ماکول [کھائے جانے والے] جانوروں کا دودھ پاک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَإِنْ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ لِّعِبْرَةِ لَسْفِينِكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لَبْنَا خَالِصًا سَائِعًا لِلشَّرِبَيْنِ (سورہ نحل آیت نمبر ۶۶) اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور (گلے میں) آسانی سے اترنے والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں، مردہ بکری کے تھن کا دودھ ناپاک ہے واما اللبن في ضرع الشاة الميتة فهو نجس لانه كا

لبن فی اثناء نجس (مہذب فی المجموع ص ۳۰۴ ج ۱) مردہ بکری کے تھن کا دودھ ناپاک ہے چونکہ یہ اس دودھ کے حکم میں ہو جو کسی ناپاک برتن میں ہو۔

(وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ، اور مردہ کا بال) ناپاک ہے [مردہ کی اتباع میں] (وَشَعْرُ غَيْرِ الْمَأْكُولِ إِذَا انْفَصَلَ فِي حَيَاتِهِ إِلَّا لَدَمِيٍّ، اور غیر ماکول جانور کا بال) ناپاک ہے (جبکہ بال اس کی حیاتی میں جدا ہو سوائے آدمی کے) اگر جدا نہ ہو تو ناپاک نہ ہو گا جیسے خچر، گدھا اور بلی کا بال، تھوڑے سے ناپاک بال کو معاف کیا گیا ہے اسی طرح کثیر کو معاف کیا گیا ہے سوار و قصاص کے حق میں احتراز کی دشواری کی وجہ سے اور نجاستِ مغلظہ کے تھوڑے بال کو بھی معاف نہیں کیا گیا ہے [آدمی کے بال کا استثناء اس کے مکرم اور محترم ہونے کی وجہ سے ہے]

(وَمَنْعِي الْكَلْبِ وَالْخَنْزِيرِ، اور کتا اور خنزیر کی منی) اسی طرح ان سے پیدا شدہ جانور کی منی بھی ناپاک ہے، اصل کی اتباع میں، ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پاک جانور کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور کی منی بھی ناپاک ہوگی، اصل کو غلبہ دیتے ہوئے (وَالْأَنْفَحَةُ طَاهِرَةٌ إِنْ أُحْدِثَتْ مِنْ سَخْلَةٍ مَذَكَّاةٍ لَمْ تَأْكُلْ غَيْرَ اللَّبَنِ، انفحة) بکری کے بچے کے شکم کا دودھ، (پاک ہے اگر لیا گیا ہو بکری کے ایسے بچے کو ذبح کر کے جو دودھ کے سوا کچھ نہ کھاتا ہو) اور جب یہ شرط فوت ہو تو ناپاک ہوگا،

(وَمَا يَسِيلُ مِنْ فَمِ النَّائِمِ إِنْ كَانَ مِنَ الْمَعْدَةِ بَلَّانَ كَانَ لَا يَنْقَطِعُ إِذَا طَالَ نَوْمُهُ نَجِسٌ وَإِنْ كَانَ مِنَ اللَّهْوَاتِ بَلَّانَ كَانَ يَنْقَطِعُ فَطَاهِرٌ، اور وہ چیز جو سونے والے کے منہ سے بہتی ہے اگر معدہ سے نکلتی ہو، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ بند نہ ہو) یعنی نکلتی رہے (نیند کے لمبی ہونے کی صورت میں) یہ نکلنے والی چیز (ناپاک ہے) کیونکہ اس صورت میں نکلنے سے بُو ہوتی ہے (اور اگر وہ لہوات سے نکلے) یعنی معدہ سے نکلنا متحقق نہ ہو (اس کی

علامت یہ ہے کہ بند ہو) یعنی نکلتی نہ رہے (تو) یہ نکلنے والی چیز (پاک ہے) اسی طرح معدہ سے نکلنے کے متعلق شک ہو تو اس صورت میں بھی ناپاک نہ ہوگی [کیونکہ ناپاک ہونے کی علت معدہ سے نکلنا یقینی نہیں] [حاشیہ شروانی علی تحفة ص ۱۹۴ ج ۲] لہوات جمع ہے لہاۃ کی، اس کا معنی ہے: سقف الاسنان: دانتوں کی چھت: یعنی دانتوں کا بالائی حصہ، بلغم پاک ہے، والمذہب طہارتہ، (المجموع ص ۵۵۸ ج ۲) (وَ الْعَضُو الْمُنْفَصِلُ مِنَ الْحَيِّ حُكْمُهُ حُكْمُ مَيْتَةٍ ذَلِكَ الْخَيَوَانُ، زندہ جانور کے علیحدہ عضو کا حکم وہی ہے جو اس جانور کے میتہ کا حکم ہے، اِنْ كَانَتْ طَاهِرَةً كَالسَّمَكِ فَطَاهِرٌ وَالْأَسْكَا لِحِمَارٍ فَتَنْجِسُ، اگر مردہ ہونے کی صورت میں پاک ہو جیسے مچھلی) ٹڈی اور آدمی (تو اس جانور سے جدا شدہ عضو پاک ہو گا ورنہ) یعنی اگر اس جانور کا مردہ پاک نہ ہو (جیسے گدھا) یعنی اس سے اس کی حیات میں علیحدہ ہونے والا عضو (ناپاک ہو گا) جیسے گدھا اور گدھے کے علاوہ خچر وغیرہ کا بھی یہی حکم ہو گا کیونکہ ان کا میتہ ناپاک ہے اس کے برخلاف مچھلی، ٹڈی اور آدمی ان کا میتہ پاک ہے۔

### پاک چیزیں

(وَ الْعَلَقَةُ، اور علقہ) یعنی خون کا لو تھڑا، یہ غلیظ خون ہے جو منی سے متحیل ہوتا ہے اس خون کو علقہ کہتے ہیں (وَ الْمَضْغَةُ، اور مضغہ) یعنی گوشت کا ٹکڑا، یہ علقہ سے بدل کر مضغہ ہوتا ہے (وَ زَطْوِيَّةُ فَرْجِ الْمَرْأَةِ، اور عورت کی شرمگاہ کی رطوبت) پاک ہے لیکن تفصیل ہے وہ یہ: رطوبت [سفید پانی کو کہتے ہیں جو نہ مذی ہوتی ہے اور نہ پسینہ بلکہ دونوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اعانہ] اگلی شرمگاہ کے اس حصہ سے خارج ہو جس کا استنجا میں دھونا واجب نہیں ہوتا اور اس حصہ تک ہمبستری کرینا لے کی شرمگاہ پہنچتی ہو تو پاک ہے، اصح قول کے اعتبار سے چونکہ جس حصہ کا استنجا میں دھونا واجب نہیں وہ حصہ اندرونی

ہے اور جس حصہ تک ہمبستری کرنے والے کی شرمگاہ پہنچتی ہے وہ حصہ اندرونی نہیں لہذا معاملہ مشکوک ہو جس کی بناء پر پاک قرار دی گئی۔ اور اگر شرمگاہ کے اس اندرونی حصہ سے خارج ہو جس حصہ تک ہمبستری کرنیوالے کی شرمگاہ نہ پہنچتی ہو تو ناپاک ہے اس وجہ سے کہ یہ متولد ہے ناپاک جگہ میں اور اگر اس حصہ سے خارج ہو جس کا استنجاء میں دھونا واجب ہوتا ہے [وہ ہے عورت کی شرمگاہ کا وہ حصہ جو استنجاء کو بیٹھتے وقت ظاہر ہوتا ہے] تو پاک ہے اس لئے کہ اس کو بدن سے نکلے ہوئے پسینہ کا حکم دیا گیا ہے۔ (فتح المعین مع اعانة) (مہذب مع المجموع ص ۵۷۶ ج ۲)

(وَبَيْضُ الْمَاكُولِ وَغَيْرِهِ، اور ماکول جانور کا اور اس کے علاوہ) یعنی غیر ماکول جانور (کا انڈا) اور تحقیق علی عمدہ میں ہے: سائر البیوض طاهرة ولو من غیر ماکول لکن یحرم اکل ماضراً منها کبیض الحیات، (ص ۵۴) تمام انڈے پاک ہیں اگرچہ غیر ماکول جانور کے ہوں لیکن نقصان دہ انڈا کھانا حرام ہے جیسے سانپ کا انڈا، مردہ مرغی کے انڈے سے متعلق تفصیل ہے وہ یہ: **وَإِمَّا الْبَيْضُ فِي جَوْفِ الدَّجَا حَتَّى الْمَيْتَةِ فَإِنْ لَمْ يَتَصَلَّبْ قَشْرُهُ فَهُوَ نَجِسَةٌ وَالْأَفْطَاهِرَةُ** (مہذب مع المجموع ص ۳۰۴ ج ۱) مردہ مرغی کے انڈے کا چھلکا سخت نہ ہو تو ناپاک ورنہ پاک (ایضاً)

(وَلَبَنُهُ، اور ماکول جانور کا دودھ) تشریح ما قبل میں مذکور ہے، (وَشَعْرُهُ وَصُوفُهُ وَوَبْرُهُ وَرَيْشُهُ إِذَا انْفَصَلَ فِي حَيَاتِهِ أَوْ بَعْدَ ذِكَايَتِهِ، اور اس کا بال اور اُون اور وبر اور پر جبکہ یہ چیزیں جدا ہوں ان کی حیات میں یا زخ کرنے کے بعد) تو پاک ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَمِنْ أَسْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَتَانَا وَمَتَاعًا إِلَى حِينٍ** (سورہ نحل آیت نمبر ۸۰) (تحقیق علی عمدہ ص ۵۴) اور ان کی (یعنی جانوروں کی) اُون اور ان کے روؤں اور انکے بالوں سے گھر کا سامان اور فائدہ کی چیزیں ایک مدت تک کے لئے بنائیں (ترجمہ و تفسیر اختصار شدہ بیان القرآن) مینڈھے کے بالوں کو اُون اور اونٹ کے بالوں کو وبر کہتے ہیں،

(وَعَرَفَ الْحَيَوَانَ الطَّاهِرَ طَاهِرِ حَتَّى الْفَأْرَةَ، اور پاک جانور کا پسینہ) اگرچہ غیر ماکول جانور کا ہو اس کی حیات میں (پاک ہے) [مصنفؒ کی عبارت :-  
والعلقة والمضغة سے لے کر یہاں تک کی تمام چیزیں پاک ہیں] [یہاں تک کہ چوہے کا) پسینہ بھی پاک ہے، اس سے مراد جنگلی چوہا ہے مصنف نے طاہر کی قید ذکر فرمائی ہے لہذا ناپاک جانور کا پسینہ اس کی حیات میں بھی ناپاک ہو گا جیسے کتا اور خنزیر ان میں سے ہر ایک کا پسینہ ناپاک ہے۔

آگے مصنفؒ پاک جانور کے فضلات کے حکم کو بیان فرماتے ہیں وہ یہ: (وَرِيقُهُ  
وَدَمْعُهُ وَلَبَنُ الْآدَمِيِّ وَمَنِيَةُ غَيْرِ نَجَسٍ وَكَذَلِكَ أَمْنِيُّ غَيْرِهِ، اور لعاب اور آنسو اور آدمی کا  
دودھ اور اس کی منی) مصنفؒ کی عبارت: وریقہ سے لیکر یہاں تک کی تمام چیزیں (ناپاک  
نہیں ہے) یعنی پاک ہے، جبکہ اس کی حیات میں جدا ہو، (تحقیق علی عمدہ ص ۵۴)  
(اور اسی طرح آدمی کے علاوہ اور جانوروں کی منی) پاک ہے، آدمی کی منی اس وجہ سے  
پاک ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے کپڑے کی منی کھر چتی  
اور آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز پڑھتے تھے (مہذب مع المجموع ص ۶۰ ج ۲) لہذا  
منی لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھ سکتے ہیں مگر دھو کر پڑھنا مستحب ہے (الاشباہ) اور آدمی  
کے علاوہ کی منی اس وجہ سے پاک ہے کہ: منی پاک جانور کی اصل ہے۔ آگے مصنفؒ آدمی  
کے علاوہ کی منی کا استثناء ذکر فرما رہے ہیں وہ یہ: (غَيْرِ الْكَلْبِ وَالْخَنزِيرِ وَقَيْلِ نَجَسٍ،  
سوائے کتا اور خنزیر کے) ان دونوں کی منی ناپاک ہے (اور کہا گیا ہے کہ) کتا اور خنزیر کے  
علاوہ کی منی بھی سوائے آدمی کی منی کے (ناپاک ہے) اس لئے کہ باطن میں مستحیل ہو کر  
خون کی طرح ہو جاتی ہے [لیکن یہ ضعیف قول کے مطابق ہے اور اعتبار صحیح قول کا ہوتا  
ہے]



مصنفؒ کا قول: ونجسایصیر حیواناً یعنی کیڑے [پاک ہیں] جو پیدا ہونا پاک چیز سے جیسے مردار سڑنے کی وجہ سے اس لئے کہ نجاست ختم ہو کر زندگی کا اثر ظاہر ہوا۔

(فَإِذَا تَخَلَّلَتِ الْخُمُرُ بِغَيْرِ الْقَاءِ شَيْءٍ فِيهَا أَمَا يَنْفُسُهَا أَوْ يَنْقَلِبُهَا مِنَ الشَّمْسِ إِلَى الظِّلِّ وَعَكْسِهِ، أَوْ يَفْتَحُ رَأْسَهَا طَهَّرَتْ مَعَ أَجْزَاءِ الدِّينِ الْمَلَاقِيهِ لَهَا وَ مَا فَوْقَهَا مِمَّا أَصَابَتْهُ عِنْدَ الْعَلْيَانِ، جب شراب سرکہ بن جائے اس میں کوئی چیز ڈالے بغیر یا تو خود بخود یا اس کو دھوپ سے سایہ کی طرف منتقل کرنے سے اور اس کے برعکس) یعنی سایہ دھوپ کی طرف منتقل کرنے سے (یا اس کے ڈھکن کو کھولنے سے تو) چاہے منتقل کرنے اور ڈھکن کھولنے سے سرکہ کا قصد ہو یا نہ ہو (پاک ہوگی شراب اور برتن کا وہ حصہ جو شراب سے ملا ہوا ہے اور برتن کا وہ حصہ بھی جہاں شراب لگی جوش کے وقت) مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں شراب ہے جب وہ سرکہ بن جائے تو اس چیز کا ہر ہر جزء بھی پاک ہوگا [اس لئے کہ مذکورہ تمام صورتوں میں شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا ہے اور جب خود بخود سرکہ بن جائے تو پاک ہوتی ہے] اس لئے کہ نجاست اور حرمت کی علت جو نشہ تھی وہ زائل ہوگئی، (افتناع ص ۸۶ ج ۱)

(وَإِنْ أُلْقِيَ فِيهَا شَيْءٌ فَلَا، اور اگر شراب میں کوئی چیز ڈالی جائے) اگرچہ وہ چیز سرکہ بننے میں موثر نہ ہو جیسے کنکر (تو پاک نہ ہوگی) سرکہ بننے کے بعد [وان خلعت بطرح شىء فيها لم تطهر] لتنجس المطروح فيها فينجسها بعد انقلابها خلا، (الفاظ ابی شجاع مع افتناع ص ۸۶ ج ۱) اور اگر شراب میں کوئی چیز ڈالنے کی وجہ سے شراب سرکہ بن جائے تو پاک نہ ہوگی شراب میں ڈالی ہوئی چیز ناپاک ہونے کی بناء پر اس کی وجہ سے سرکہ بن جانے کے بعد وہ ناپاک ہی رہے گی۔

دباغت کی تعریف: (وَالدَّبْغُ هُوَ نَزْعُ الْفَضَلَاتِ بِكُلِّ حَزْنِيْفٍ وَلَوْ نَجَسًا، اور دباغت کہتے ہیں فضلات کو دور کرنا ہر تیز چیز سے اگرچہ وہ ناپاک ہو) جیسے پرندہ کی بیٹ [اس لئے

کہ اصل علت کھال میں سڑان اور بدبو پیدا کرنے والی چیزوں کو دور کرنا ہے اگرچہ ناپاک چیز سے ہو [فضلات کہتے ہیں: وہ چیزیں جن سے کھال میں سڑان اور بدبو پیدا ہوتی ہے جیسے کھال سے لگا ہوا خون اور گوشت وغیرہ، مجموع میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو [یعنی کھال کو] پانی اور قرظ پاک کرتا ہے، قرظ یعنی سلم کے درخت کا پتہ جو تہامہ کے علاقہ میں اگتا ہے (ص ۲۸۱ ج ۱) اس حدیث کو استحباب یا مطلق طہارت پر محمول کیا گیا ہے،

(وَلَا يَكْفِي مِلْحٌ وَتَوَابٌ وَشَمْسٌ وَلَا يَجِبُ اسْتِعْمَالُ مَائٍ فِي اثْنَائِهِ لِكُنْهَ بَعْدَ الدَّبْعِ كَثُوبٍ مُتَنَجِّسٍ فَيَجِبُ غَسْلُهُ بِمَائٍ طَهُورٍ، اور کافی نہ ہو گا) دباغت کے لئے (نمک، مٹی اور سورج کی تپش) کہ اس کے ذریعہ فضلات دور ہو جائیں (اور واجب نہیں ہے) دباغت دینے والے پر (پانی استعمال کرنا دورانِ دباغت لیکن مدبوغ) یعنی وہ چیز جس کو دباغت دی جائے (دباغت کے بعد ناپاک کپڑے کی طرح ہے لہذا مدبوغ کو ماءِ طہور سے دھونا واجب ہے) ماءِ طہور کہتے ہیں وہ پانی جو خود پاک ہو اور پاک کرنے والا ہو، مدبوغ کو ناپاک کپڑے کی طرح ناپاک اس وجہ سے قرار دیا کہ کھال کے فضلات کو دور کرتے وقت دباغت کو جلد پر رکھنے سے ناپاک سے مل کر ناپاک ہو گیا اب دباغت کے وقت جلد سے ملنے کی وجہ سے کھال ناپاک ہو گئی، تحقیق علی عمدہ میں ہے: لملاقاتہ للادویۃ الٰتی تنجس بہ قبل طہر عینہ فیجب غسلہ (ص ۵۵) کھال ناپاک ہوئی ان ادویہ کے ملنے کی وجہ سے جو ناپاک ہو گئیں تھیں جلد سے پاک ہونے سے پہلے اس لئے دھونا واجب ہے۔

(وَلَا يَطْهَرُ بِهِ جِلْدٌ كَلْبٍ وَخِنْزِيرٍ، اور دباغت سے کتے اور خنزیر کی کھال پاک نہ ہوگی) نجاستِ مغالظہ ہونے کی بناء پر [یہی حکم ہے کھال کے بال کا] (وَلَوْ كَانَ عَلَيَّ الْجِلْدُ شَعْرٌ لَمْ يُطْهَرِ الشَّعْرُ بِالْذَّبِغِ وَيُعْفَى عَنْ قَلِيلِهِ، اور اگر) کتے اور خنزیر کی کھال کے

علاوہ (کھال پر بال ہوں تو پاک نہ ہونگے دباغت سے) اس لئے کہ دباغت بال میں موثر نہیں ہوتی لہذا بال کی ناپاکی باقی رہتی ہے (اور کم بالوں سے درگزر کیا گیا ہے) چچناد شوار ہونے کی بناء پر، لیکن صاحب الحاوی للفتاوی فرماتے ہیں میرے نزدیک "باعبار دلائل قوی بات یہ ہے کہ دباغت سے بال بھی پاک ہوں گے" [چاہے کم ہوں یا زیادہ] جسے بعض مجتہدین نے اس حدیث [جب کھال کو دباغت دیجائے تو پاک ہوتی ہے] سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ کھال اس کو کہتے ہیں کہ جس پر بال ہوتے ہیں کیونکہ اس طرح کہا جاتا ہے کہ یہ اہاب المیتہ ہے اس طرح کہ یہ جانور کی کھال ہے اور یہ جانور کی کھال کے بال ہیں کہنا لازم نہیں آتا۔ اس کو صحیح قرار دیا ہے متاخرین میں سے ابن ابی عسرون نے مرشد میں عموم بلوی کی بناء پر اور شیخ تفتی الدین سبکی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے مذکورہ حدیث کی وجہ سے صاحب خادم فرماتے ہیں۔ بعض لوگوں نے مراد بلقینی نے فرمایا کہ خصوصاً یہی بات مختار ہے مذکورہ دلیل کے اعتبار سے (ص ۲۵ ج ۱)

(وَمَا تَنْجَسُ بِمَلَأَقَةِ شَيْءٍ مِنَ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ لَمْ يَطْهُرْ إِلَّا بِغَسَلِهِ سَبْعًا  
اِخْتِذَا هُنَّ بَنُو أَبِ طَاهِرٍ لَيْسَتْ وَجِبِ الْمَحَلِّ، اَوْ جَوْجِزِ نَاطِقٍ هُوَ جَاءَ كِتَابًا وَخَزِيرٍ كَيْسِي) تر (چیز کے ملنے سے) چاہے ان دونوں کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور کی تر چیز ہو یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ پاک جانور کے ملاپ سے پیدا شدہ جانور کی تر چیز ہو (تو وہ چیز پاک نہ ہوگی مگر اس کو سات مرتبہ دھونے سے ان میں ایک بار پاک مٹی سے تاکہ مٹی) مذکورہ (نجاست لگی ہوئی جگہ کو محیط ہو) یعنی پھر وہ چیز پاک ہوگی، تراب طاہر سے مراد تراب طہور ہے، یعنی: سات مرتبہ میں ایک بار جو مٹی سے دھونا ہے اس سے مراد وہ مٹی ہے جو پاک ہو اور پاک کرنے والی ہو، آپ ﷺ نے فرمایا جب کتابرتن میں منہ ڈالے تو پاک ہونے کی شکل یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے جن میں پہلی بار مٹی سے،

(المجموع ص ۵۸۶ ج ۲) چاہے دھوناسات مرتبہ پانی بہانے سے ہو یا قلتین کی مقدار یا اس سے زیادہ پانی میں سات مرتبہ حرکت دینے سے ہو۔ ناپاک یا مستعمل مٹی دھونے کے لئے کافی نہ ہوگی، اور شرط ہے کہ مٹی ایسی ہو جو پانی کو گدل اور میلا کر دے۔

برتن میں کتے کے منہ ڈالنے یا اس سے پانی وغیرہ پینے سے اس برتن کو سات بار دھونے سے اس کے پاک ہو سکی حکمت

ان رسول الله ﷺ قال طهور اناء احدكم اذا ولغ فيه الكلب ان يغسل سبعا واولاهن بالتراب (المجموع ص ۵۸۶ ج ۲) (آپ ﷺ نے فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو پاک ہونے کی شکل یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے جن میں پہلی بار مٹی سے، کتے کے لعاب کی رطوبت کا اثر بہت قوی اور زہریلا ہوتا ہے (یہاں تک بتایا جاتا ہے کہ جس کو کاٹ لیتا ہے تو جب کبھی برسوں بعد کتا پاگل ہو گا یہ آدمی بھی پاگل ہو جاتا ہے) (حاشیہ احکام الاسلام ص ۷۰ ج ۱) اور وہ برتن وغیرہ ہر ایک چیز میں یکساں ہوتا ہے جو شخص کتے کا پس خوردہ یا کتے کے متاثر برتن وغیرہ میں کھانا کھائے یا پانی وغیرہ پئے بالضرور اس میں اس کی درندگی و بد اخلاقی کا اثر سرایت کر جاتا ہے لہذا آں حضرت ﷺ نے اس برتن کو جس میں کتے نے پانی پی یا کھایا ہو اس کو بکثرت دھونے کا حکم فرمایا اور سات بار کی تعداد کثرت کی تاکید پر دال ہے اور سات بار تک دھونے کی تعیین اس امر پر دال ہے کہ آں حضرت ﷺ کو نور نبوی سے اس حد تک دھونے سے پلیدی کا اثر رفع ہونے کا علم ہو چکا تھا لہذا یہ حد مقرر فرمادی اور اس میں پہلی بار مٹی سے دھونا اس لئے فرمایا کہ زہریلے مادہ کی رطوبت کا اثر جو برتن وغیرہ میں سرایت کر جائے اس کو مٹی کا مادہ نمک رفع کرتا ہے (احکام الاسلام ص ۷۰ ج ۱)

(وَيَجِبُ مَرَّجُهُ بِمَاءِ طَهْوَرٍ، اور واجب ہے مٹی کو ماء طہور کے ساتھ ملانا) چاہے

ملانا محل نجاست پر رکھنے سے پہلے ہو، یہ صورت اولی ہے، یا بعد اس کی صورت یہ ہے کہ

محل نجاست پر پہلے مٹی ڈالے اور پھر پانی یا پہلے پانی اور پھر مٹی ڈالے، اور چاہے رکھتے وقت عین نجاست باقی ہو یا نہ ہو (وَيُنَدَّبُ جَفَلُهُ فِي غَيْرِ الْأَخْيَرَةِ، اور مستحب ہے) سات مرتبہ میں (اخیر کے علاوہ میں مٹی سے دھونا) مطلب یہ ہے کہ یہ ایک بار مٹی سے پہلے مٹی سے دھوئے نہ کہ اخیر میں تاکہ مٹی مکمل طور پر صاف ہو جائے اور پہلی بار مٹی سے دھونا اولیٰ ہے، ساتھ مرتبہ دھونا اور ان میں ایک بار مٹی سے یہ حکم تعبیری ہے۔ (وَلَا يَقُومُ غَيْرُ النَّزَابِ مَقَامَهُ كَصَابُونٍ وَأَشْنَانٍ، مٹی کے علاوہ کوئی چیز مٹی کے قائم مقام نہ ہوگی) صحیح قول کے مطابق (جیسے صابن اور اشنان) اس لئے کہ ان کو مٹی نہیں کہا جاتا۔

### صابون اور اشنان کی تعریف

صابون: زیت و قلی سے بنتا ہے، اس کا معنی ہے جس کے ذریعہ دھویا جائے، یہ فارسی کلمہ ہے، اس کا عربی ہے: الغاسول، (منجد الطلاب ص ۳۹۴)

اشنان: ایک گھاس ہے کہ پتا اس میں نہیں ہوتا، اسے غاسول بھی کہتے ہیں کیونکہ بطور صابون کے کپڑا دھونے میں بھی اس کو استعمال کیا جاتا ہے، (بیان اللسان ص ۷۸) اور تحقیق الخ میں ہے: الاشنان مادة منظفة (ص ۵۵) اشنان ایک مادہ ہے جو صفائی کرتا ہے

(وَلَوْ رَأَى هَزَةً نَاكِلٌ نَجَاسَةً ثُمَّ شَرِبَتْ مِنْ مَاءٍ دُونَ قَلْتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَغِيْبَ عَنْهُ نَجِسَتْهُ وَإِنْ غَابَتْ رَمْنَا يُمْكُنُ فِيهِ وَلَوْ غُھَا فِي قَلْتَيْنِ ثُمَّ شَرِبَتْ مِنَ الْقَلِيلِ لَمْ تُنَجِسْهُ، اور اگر کوئی شخص بلی کو نجاست کھاتے ہوئے دیکھے پھر) اس کے بعد، (بلی دو قلم سے کم پانی میں سے پئے اس) دیکھنے والے شخص (سے غائب ہونے سے پہلے تو وہ پانی ناپاک ہوگا) ماء قلیل میں نجس منہ داخل کرنے کی بناء پر اگر چہ پانی متغیر نہ ہو۔ (اور اگر غائب ہو جائے کچھ وقت جس میں اس) بلی (کا منہ ڈالنا ممکن ہو دو قلم) یا اس سے زیادہ (پانی میں پھر وہ) دو قلم سے (کم پانی میں سے پئے تو وہ پانی) یعنی دو قلم سے کم (ناپاک نہ ہوگا)

کیونکہ دو قلعہ پانی میں منہ ڈالنے کی وجہ سے غالب گمان ہے نجاست کے دور ہونے کا، لہذا پھر نجاست کھا کر دو قلعہ سے کم پانی میں منہ ڈالی ہو اس میں احتمال ہے اور نجاست احتمال سے ثابت نہیں ہوتی لہذا ناپاک نہ ہو گا، بلی نجاست کھا کر غائب ہو جائے اور پھر کسی برتن میں منہ ڈالے تو پانی پاک ہو گا اور اگر غائب نہ ہو اور پانی قلتین سے کم ہو تو ناپاک اور اگر قلتین ہو اور وصف نہ بدلا ہو تو پاک ورنہ ناپاک (ص ۲۳ ج ۱ بحوالہ مہذب مع المجموع ص ۲۲۴ ج ۱)

جھوٹا: جانوروں کے کھانے، پینے کے بعد جو بچے اسے جھوٹا کہتے ہیں۔ تمام جانوروں کا جھوٹا پاک ہوتا ہے لیکن کتا، خنزیر اور ان جانوروں کا جھوٹا جو ان سے پیدا ہو قلتین سے کم ہو تو ناپاک (شرح مہذب ص ۲۲۷ ج ۱) [اگر قلتین ہو اور وصف نہ بدلا ہو تو پاک ورنہ ناپاک۔]

### کُتے اور بلی کے جھوٹے میں فرق ہونے کی وجہ

(۱) کُتا ایک ملعون جانور ہے جس سے فرشتے نفرت رکھتے ہیں وجہ یہ ہے کہ کُتا شیطان سے بہت مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اس کی فطرت میں غصہ و لعب اور گندگی سے آلودہ رہنا اور لوگوں کو ایذا دینا اور شیطانی الہام کو قبول کرنا پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ بغیر عذر کُتے سے مخالطت کرنے سے دو قیراط ثواب کم ہو جاتا ہے (موطا و سنن اربعہ، حاشیۃ احکام الاسلام) (احکام الاسلام ص ۶۹ ج ۱) قیراط یعنی چار جو کی مقدار یا اشرفی کا ۱/۲ حصہ مگر ایک حدیث میں ایک قیراط کو ایک پہاڑ کے برابر فرمایا ہے (حاشیۃ احکام الاسلام ص ۶۹ ج ۱)

(۲) کُتا جو چیز کھاتا ہے اُس کے ساتھ اُس کا منہ آلودہ ہو جائے تو منہ کو صاف نہیں کرتا بخلاف بلی کے کہ وہ اپنے منہ کو پونچھ کر چاٹ کر صاف کر لیتی ہے (احکام اسلام ص ۶۹ ج ۱)

(وَدَخَانَ النَّجَاسَةَ نَجَسَ وَيُغْفَى عَنْ يَسِيرِهِ، اور ناپاک چیز کا دھواں ناپاک ہے) اصل کی اتباع میں (لیکن تھوڑے دھوے سے درگزر کیا گیا ہے) لہذا اگر تھوڑا دھواں کسی پاک چیز کو چھو جائے تو معاف ہے، صاف کرنا ضروری نہیں (فَانْ مَسَحَ كَثِيرًا عَنْ تَنْوُرٍ بِخَرْقَةٍ يَابِسَةٍ فَرَّالٍ طَهَّرَ اَوْ رُطْبَةٍ فَلَا، اور اگر تنور سے لگنے والے زیادہ دھوے کو پونچھے خشک کپڑے سے اور زائل کر دے تو پاک ہوگا) یعنی دھواں جس چیز کے ساتھ متصل تھا وہ چیز پاک ہوگی (لیکن ترکپڑے سے) پونچھے تو (وہ تنور پاک نہ ہوگا) اس لئے کہ کپڑے کی تری تنور پر اس دھوے کی نجاست کو لوٹاتی ہے (فَانْ خُبِزَ عَلَيْهِ فَطَاهِرٌ، اور اگر) اس (تنور پر) ترکپڑے سے پونچھنے کے بعد (روٹی پکائی جائے تو پاک ہے) یعنی ظاہری حصہ، جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: [فان خبز عليه فطاهر] ای ظاہر ماخیز طاهر (عمدة مع انوار المسالك ص ۳۴) [اور اگر تنور پر روٹی پکائی جائے تو پاک ہے] یعنی روٹی کا ظاہری حصہ پاک ہے (وَاسْفُلُ الرَّغِيْفِ نَجَسٌ، اور روٹی کا نچلے حصہ جو تنور کے ظاہری حصہ سے متصل ہے ناپاک ہے) کیونکہ روٹی کا نچلے حصہ تنور کے اس ظاہری حصہ سے متصل ہوتا ہے جس حصہ کے ساتھ دھواں منسلک ہے لیکن پھر بھی یہ روٹی کھانا جائز ہے اس لئے کہ یہ نجاست معفو عنہا ہے۔

### تنور کی تعریف

تنور کہتے ہیں: مٹی سے بنائی ہوئی چیز کو جس کے اعلیٰ واسفل میں کھلا حصہ بنایا جاتا ہے اور زمین میں گڑھا بنایا جاتا ہے جس میں تنور ڈال کر اس میں گو برو وغیرہ رکھ کر تنور کو جلایا جاتا ہے۔ (وَيَكْفَى فِي بَوْلِ الصَّبِيِّ الَّذِي لَمْ يَأْكُلْ غَيْرَ اللَّبَنِ الرَّشُّ مَعَ غَلْبَةِ الْمَاءِ، اور کافی ہے اس بچہ کی پیشاب) سے پاکی حاصل کرنے (میں جو سوائے دودھ کے نہ کھاتا ہو) دو سال سے قبل (پانی چھڑکنا غلبہ کے ساتھ) یعنی پیشاب کی جگہ پر پانی اس طور پر چھڑکے کہ

پانی کی کثرت ہو، جس طرح دو سال سے قبل سوائے دودھ کے غذا کے طور پر کسی چیز کے نہ کھانے کی قید ہے اسی طرح دو سال سے قبل غذا کے طور پر کسی چیز کے نہ پینے کی بھی قید ہے (ویکفی فی بول الصبی الذی لم یا کل غیر الین) ای لم یتناول ما کولاولا مشرو با علی جهة التغذی قبل مضی حولین) (الرش مع غلبة الماء) (فیض الاله المالک شرح عمدة ص ۷۶ جلد ۱)

(وَلَا یُسْتَرَطُ سَبَلَانُهُ، اور پانی کے بہنے کی شرط نہیں ہے) فان اکل الصبی الطعام علی جهة التغذی غسل بوله قطعاً او اكله بعد مضی حولین فکذلک و خرج بالبول غیره کالعائط فانه یغسل بلا شرط و اما التحنیک بالتمر ونحوه فلا یمنع من الرش و کذلک تناوله السفوف ونحوه للاصلاح کما فی المجموع (ایضاً ص ۷۶ ج ۱) اگر بچہ کھانے کی چیز غذا کے طور پر کھائے [یا پینے کی چیز پئے] تو اس کی پیشاب دھونا یقینی [یعنی ضروری] ہے دودھ پئے دو سال گزرنے کے بعد تب بھی دھونا واجب ہے اور پیشاب کی قید سے نکل گیا اس کے علاوہ جیسے پاخانہ اس کو دھوئے، بغیر شرط کے [مطلب یہ ہیکہ کھانے، پینے کے اعتبار سے کوئی قید نہیں] اور بہر حال کھجور اور اس کے مانند کوئی چیز چٹانا پانی چھڑکنے کے لئے مانع نہ ہوگا [مطلب یہ ہیکہ اس صورت میں پیشاب کی جگہ زیادہ پانی چھڑکنا ہے اسے دھونا ضروری نہیں] اور اسی طرح بچہ کا کٹی اور چھنی ہوئی خشک دوا اور اس کے مانند کھانا [جیسا کہ آج کل عموماً گولیاں پاؤڈر بنا کے کھلائی جاتی ہیں] اصلاح کے لئے جیسا کہ مجموع میں ہے [مطلب یہ ہیکہ جو حکم کھجور وغیرہ کو چٹانے کا ہے وہی حکم اس کا ہے]

(وَبَوْلِ الصَّبِيِّ وَكَذَا الْخُنْثَى يُغْسَلُ كَالْكَبِيرَةِ، اور بچی کی پیشاب اور اسی طرح خنثی) کی پیشاب (دھوئی جائے گی بڑے کی) پیشاب دھونے کی (طرح) [خنثی کہتے ہیں: جس میں مرد اور عورت دونوں کی علامتیں ہوں یعنی مذکر ہے یا مونث پہنچان واضح نہ ہو] آپ ﷺ نے بول رضیع کے بارے میں فرمایا کہ دودھ پیتی لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے [یہی حکم ہے خنثی کی پیشاب کا] اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے۔

(وَمَا سَوَىٰ ذَٰلِكَ مِنَ النَّجَاسَاتِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ عَيْنٌ كَفَىٰ جُزْئِ الْمَاءِ عَلَيْهِ) اور اس کے (یعنی بچہ کی پیشاب اور نجاست مغلظہ کے (علاوہ نجاستوں میں سے) کوئی نجاست (اگر اس کے لئے عین نہ ہو تو اس پر پانی کا بہانا کافی ہے) اگرچہ ایک مرتبہ، عین یعنی جرم جرم: جسم کو کہتے ہیں مثلاً چڑیا وغیرہ کی بیٹ جو جسم کی شکل میں ابھری ہوئی معلوم ہوتی ہے، اس کے برخلاف خشک پیشاب جس میں یہ کیفیت نہیں ہوتی (انوار السنیہ شرح الدر البہیہ ص ۷۷)

### نجاست کی قسمیں

نجاست کی تین قسمیں ہیں: مخففہ، مغلظہ او متوسطہ۔

دودھ پیتے لڑکے کا پیشاب [جس کی تشریح ماقبل میں مذکور ہے] نجاست مخففہ ہے۔  
کتا، خنزیر کی نجاست اور ان کے ملاپ سے جو پیدا ہوا ان کی نجاست مغلظہ ہے، لہذا ان کا لعاب وغیرہ بھی نجاست مغلظہ میں داخل ہے۔  
آدمی اور جانور کا پیشاب، پاخانہ، خون، پیپ وغیرہ یہ نجاست متوسطہ ہے۔

### نجاست حکمیہ اور عینیہ کی تعریف

جس نجاست کے لئے جرم، طعم (لذت) لون (رنگ) اور ریح (بو) نہ ہو اس کو نجاست حکمیہ کہتے ہیں مثلاً خشک پیشاب اور اگر ہو تو اس کو نجاست عینیہ کہتے ہیں جیسے چڑیا وغیرہ کی بیٹ (انوار السنیہ)

(وَ اِنْ كَانَ لَهُ عَيْنٌ وَ جَبَّ اِذَا لَمْ يَطْعَمْ وَاِنْ سَهَّلَا وَاِنْ عَسَرَ اِذَا لَمْ يَرِيحْ وَ حَدَهُ اَوِ اللُّوْنِ وَ حَدَهُ لَمْ يَصُرْ بَقَاؤُهُ، اور اگر اس) نجاست (کے لئے عین ہو تو طعم کو ختم کرنا واجب ہے اگرچہ دشوار ہو) ختم کرنا اس لئے کہ طعم کا بقاء رہنا دلیل ہے عین نجاست کے بقاء کی (اور) واجب ہے (رنگ اور بو) کو ختم کرنا (اگر دونوں کو) ختم کرنا (آسان ہو اگر) ان دونوں میں سے (صرف بو کو ختم کرنا دشوار ہو یا صرف رنگ کو) ختم کرنا دشوار

ہو (تو اس کا باقی رہنا) یعنی یا تو بویارنگ کا (نقصان دہ نہ ہوگا) یعنی وہ چیز پاک سمجھی جائے گی، مصنف نے اس پہلی عبارت: "ولون ریح" میں لفظ "لون" لفظ "ریح" سے پہلے ذکر فرمایا ہے لہذا اس ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ بعد والی اس عبارت: "فان عسرا الہ الریح وحده او اللون وحده" میں لفظ "لون" کا ذکر پہلے لایا جاتا، جس کو "الف و نشر مرتب" کہتے ہیں لیکن لفظ "ریح" کے بعد لایا گیا ہے، اس کو "الف و نشر غیر مرتب" کہتے ہیں (وَإِنْ اجْتَمَعَا صَوًّا، اور اگر دونوں جمع ہوں) یعنی لون اور ریح دونوں ختم نہ ہوں (تو نقصان دہ ہوں گے) یعنی وہ چیز ناپاک سمجھی جائے گی اس لئے کہ ان دونوں کا باقی رہنا دلالت کرتا ہے عین نجاست کے باقی رہنے پر۔

(وَيُشْتَرَطُ وُزُؤُ ذَا الْمَاءِ عَلَى الْمَحَلِّ لَا الْعَصْرَ، اور شرط ہے پانی کا بہانا مغسول پر نہ کہ نچوڑنا) پانی بہانے کی شرط اس صورت میں ہے جبکہ پانی دو قلعہ سے کم ہو اس لئے کہ مثلاً ناپاک کپڑا اگر اس کو دو قلعہ سے کم پانی میں ڈال دینگے تو پانی کو ناپاک کر دے گا، نچوڑنا شرط نہیں اس لئے کہ پاک ہونے کے لئے اصل اوصاف مشروطہ کو ختم کرنا ہے نہ کہ نچوڑنا، محل مغسول: یعنی مغسول کی وہ جگہ جو دھوئی جائے (وَيُنْدَبُ بَعْدَ طَهَارَتِهِ غَسْلُهُ ثَابِتًا وَثَابِتًا، اور مستحب ہے محل مغسول کی طہارت) ہونے کے بعد اس کو دوسری اور تیسری مرتبہ دھونا) مجموعی طور پر، تین مرتبہ دھونے کے طاق عدد کا استحباب بھی حاصل ہو جائیگا، (وَيُكْفَى فِي أَرْضٍ نَجَسَةً بِدَائِبِ الْمَكَاشِرَةِ بِالْمَاءِ وَلَا يُشْتَرَطُ نُضُوبُهُ، اور کافی ہے سیال) بہنے والی چیز (کی وجہ سے ناپاک شدہ زمین پر زیادہ پانی بہانا) یعنی اس طور پر کہ پانی کی کثرت ہو اور مکمل ناپاک جگہ کو محیط ہو (اور شرط نہیں ہے اس) یعنی ناپاک زمین (کو سکھانا) [جس طرح نچوڑنا شرط نہیں اسی طرح سکھانا بھی شرط نہیں اس لئے کہ پاک ہونے کے لئے اصل اوصاف مشروطہ کو ختم کرنا ہے نہ کہ سکھانا]

(وَلَوْ ذَهَبَ أَثَرُ نَجَاسَةِ الْأَرْضِ بِشَمْسٍ أَوْ نَارٍ أَوْ رِيحٍ لَمْ تَطْهُرْ حَتَّى تُغْسَلَ، اور اگر ناپاک زمین کی نجاست کا اثر چلا جائے سورج) کی تپش سے (یا) اس زمین پر، (آگ) جلانے (یا ہوا سے تو) وہ زمین (پاک نہ ہوگی) [اس لئے کہ پانی بہانے کی شرط نہیں پائی گئی] [یہاں تک کہ دھوئی جائے] یعنی پانی بہائے اس طور پر کہ پانی کی کثرت ہو اور اسے محیط ہو،

(وَكُلُّ مَائِعٍ غَيْرِ الْمَاءِ كَخَلٍّ وَلَبْنٍ إِذَا تَنَجَّسَ لَا يُمَكِّنُ تَطْهِيرَهُ فَإِنْ كَانَ جَامِدًا كَالسَّمَنِ الْجَامِدِ أَلْقَى النِّجَاسَةَ وَمَا حَوْلَهَا وَالْبَاقِي طَاهِرٌ، اور ہر بننے والی چیز پانی کے علاوہ جیسے سرکہ اور دودھ) وغیرہ اگر چہ تیل ہو (جب ناپاک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا ممکن نہیں) معتمد قول کے مطابق (لیکن اگر وہ) یعنی بننے والی چیز (جمی ہوئی ہو، جیسے جما ہو گئی تو نجاست کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دے پھر باقی پاک ہوگا) اس لئے کہ آپ ﷺ سے گھی میں مرنے والے چوہے سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر گھی جامد ہو تو چوہے اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دو [تو بقیہ پاک ہوگا] اور اگر مائع ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ [یعنی مکمل ناپاک ہوگا] (ابوداؤد) (تحقیق عی عمدہ ص ۵۶)

### جامد کی تعریف

جامد کہتے ہیں: اس جمی ہوئی چیز کو کہ جب اس سے کچھ حصہ نکال لیا جائے تو وہ خالی جگہ [گیپ] آس پاس کی چیز سے بھر نہ جائے جیسے خشک آٹا۔ (وَمَا غَسَلَ بِهِ النِّجَاسَةَ إِنْ تَغَيَّرَ أَوْ زَادَ وَزَنُّهُ فَتَنَجَّسَ وَالْأَقْلَابُ فَإِنْ بَلَغَ فَلْتَيْنِ فَمُطَهَّرٌ وَالْأَفْحُكُمُهُ حُكْمُ الْمُحَلِّ بَعْدَ الْغُسْلِ بِهِ وَإِنْ كَانَ قَدْ حُكِمَ بِطَهَارَتِهِ فَطَاهِرٌ وَالْأَفْحُكُمُ، اور وہ پانی جس سے نجاست کو دھوئے) اس کو ماء الغسالہ کہتے ہیں۔ (اگر وہ متغیر ہو) یعنی کوئی وصف بدل گیا ہو، (یا) متغیر نہ ہو لیکن (اس) پانی (کا وزن زیادہ ہو گیا ہو تو ناپاک ہوگا) مطلب یہ ہے کہ کپڑے

نے انداز کتنا پانی جذب کیا ہے اس کو نکال دیا جائے پھر باقی ماندہ پانی کا اعتبار کیا جائے جیسے ۲۰۰ گرام پانی استعمال ہوا، اندازاً ۵۰ گرام کپڑے میں جذب ہو تو باقی ماندہ ۱۵۰ گرام ہو تو مساوی ہے، پاک سمجھا جائے گا اور اگر ۱۶۰ گرام ہو تو زیادہ ہو گا لہذا ناپاک ہو گا۔ (ورنہ) یعنی نہ تغیر ہو اور نہ وزن زیادہ ہو اور ماء الغسالہ نجاست سے منفصل ہو جائے تو (ناپاک نہ ہو گا) یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے پاک رہے گا لیکن دوسرے کو پاک کرنے والا نہ ہو گا، ایسے پانی کو طاہر غیر مطہر کہتے ہیں، یہ اس صورت میں ہے جبکہ دو قلعہ سے کم ہو اگر دو قلعہ ہو تو اس میں تفصیل ہے وہ یہ: (اگر) ماء الغسالہ، (قلتین) کی مقدار (کو پہنچے) یا اس سے زیادہ، (تو مطہر) یعنی دوسرے کو پاک کرنے والا بھی (ہو گا) جو پانی خود پاک ہو، دوسرے کو پاک کرنے والا ہو اور اُس کا استعمال مکروہ نہ ہو اس پانی کو "طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ غَيْرٌ مَكْرُوهُ" کہتے ہیں لیکن صرف استعمال مکروہ ہو تو "طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ مَكْرُوهُ" کہتے ہیں (ورنہ) یعنی اگر پانی مقدار قلتین کو نہ پہنچا ہو تو (اس) پانی (کا وہی حکم ہے جو محل مغسول کا ہے) اُسے (ماءِ قَلِيلٍ سے دھونے کے بعد وہ یہ ہے کہ اگر محل مغسول کی طہارت کا حکم لگایا گیا ہو) وصفِ نجاست ختم ہونے کی بنا پر (تو دو قلعہ سے کم پانی پاک ہو گا ورنہ) یعنی محل مغسول کی طہارت کا حکم نہ لگایا گیا ہو وصفِ نجاست باقی رہنے کی بناء پر تو (ناپاک ہو گا) ناپاک چیز پر وصفِ نجاست کے باقی رہنے سے مثلاً رنگ وغیرہ اور کسی وصف کے نہ رہنے سے اس چیز کے پاک ہونے اور نہ ہونے سے متعلق تشریح ماقبل میں مذکور ہے۔

واللہ اعلم

تَمَّ بِعَوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی

## (کتاب الصلوة)

## (نماز کا بیان)

صلوة لغت میں کہتے ہیں: دُعاء کو۔ شرعاً کہتے ہیں: ان اقوال اور افعال کو جو نیت سے ملی تکبیر تحریمہ سے شروع ہو کر سلام سے ختم ہو جاتے ہیں (شرح علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۰۲ ج ۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۴۳) اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (یعنی مسلمان ہو کر) اور زکوٰۃ دو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ، قال الکر دی شبہت الصلاة بالانسان والزکن کراسه والشرط کحیاته والبعض کا عضائه والهیات کشعره، (ترشیخ المستفیدین ص ۵۳) کر دی فرماتے ہیں: نماز کو تشبیہ دی گئی ہے انسان کے ساتھ اور رکن سر کے مشابہ ہے اور شرط مشابہ حیات ہے اور (سنن) ابعاض مشابہ اعضاء ہے (سنن) بیات مشابہ بال ہے۔

## حقیقت نماز

جب آدمی اپنے پروردگار سے کسی مصیبت کے رفع ہونے یا کسی نعمت کے ملنے کی درخواست کرتا ہے اُس وقت زیادہ مناسب یہی ہوتا ہے کہ تعظیمی افعال اور اقوال میں ڈوب جائے تاکہ اس کی روحانی قوت کا جو کہ اس درخواست کی روح ہے کچھ اثر پڑ سکے چنانچہ استنقاء یعنی بارش مانگنے کی نماز اسی وجہ سے مسنون ہوئی ہے پس نماز میں اصلی امور تین ہیں۔ (۱) خُد تعالیٰ کی بزرگی اور جلال دیکھ کر دل سے عاجزی کرنا (۲) خُد تعالیٰ کی عظمت اور اپنی خاکساری کو بذریعہ زبان خوش بیانی سے ظاہر کرنا (۳) اس خاکساری کی حالت کے موافق اعضاء میں ادب کا استعمال کرنا چنانچہ اس امر میں کسی کا شعر ہے:

یدی ولسانی والصمیمز المحجبا

أفادتکم التعماء منی ثلاثة

یعنی تمہاری نعمتوں نے میرے تین چیزیں تم کو حوالہ کر دیں میرے ہاتھ اور زبان اور پوشیدہ دل، افعال تعظیمی میں سے یہ بھی ہے کہ خدا کے حضور میں کھڑا ہو کر مناجات کرے اور کھڑے ہونے سے بھی زیادہ تعظیم اس میں ہے کہ اپنی خاکساری اور پرو ردگار کی عزت و برتری کا خیال کر کے سرنگوں ہو جائے کیونکہ تمام لوگوں اور بہائم میں فطری امر ہے کہ گردن کشی غرور اور تکبر کی علامت ہے اور سرنگوں ہونا نیاز مندی اور فروتنی کی علامت ہے خُدا تعالیٰ فرماتا ہے: فَظَلَلْتُ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ یعنی اُن کی گردنیں عاجزی سے اس نشانی کے سامنے جھک جائیں اور اس سے بھی زیادہ تعظیم کی بات یہ ہے کہ اس کے حضور میں اپنے سر کو زمین پر رگڑ دے جو تمام اعضاء میں سب سے زیادہ بزرگ اور حواس انسانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور یہی تینوں قسم کی تعظیمیں تمام لوگوں میں رائج ہیں وہ ہمیشہ اپنے سلاطین اور اُمراء کے حضور میں انہی کو استعمال کرتے ہیں۔ اور ان سب صورتوں میں وہ صورت سب میں عمدہ ہے جس میں یہ تینوں امر جمع ہوں۔ اور اُس کے ساتھ ہی ادنیٰ تعظیمی حالات سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوتا کہ دم بدم نیاز مندی اور خاکساری کی حالت زیادہ ہوتی ہوئی معلوم ہو جو فائدہ اس ترقی کی حالت میں ہو سکتا ہے وہ تنہا اعلیٰ درجہ کی تعظیم میں یا اعلیٰ حالت سے ادنیٰ کی طرف منتقل ہونے میں معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور نماز میں یہی عمدہ صورت پائی جاتی ہے اور یہی تقرب کے اعمال اسی ترتیب سے اس میں اصل قرار دیئے گئے ہیں (الحکامہ الاسلام ص ۸۲ ج ۱)۔

مصنف نے کتاب الصلوٰۃ کی ابتداء وجوب نماز سے کی ہے فرماتے ہیں: (اِنَّمَا تَعْبُدُ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ بَا لِيْغٍ عَا قِلٍ طَاهِرٍ، نماز واجب ہوتی ہے ہر مسلمان، بالغ، عاقل، طاہر) یعنی پاک آدمی (پر) اس وجوب میں مؤنث بھی شامل ہے، اور نماز واجب ہوتی ہے وقت کے داخل ہونے سے اور یہ وجوب موسع ہوتا ہے اور جب فروض کے ساتھ

اداء نماز کے بقدر وقت رہ جائے تو وجوب موسع نہیں رہتا بلکہ وجوب مضیق ہو جاتا ہے (فَلَا قَضَاءَ عَلَى مَنْ زَالَ عَقْلُهُ بِجُنُونٍ أَوْ مَرَضٍ) نماز کی (قضاء نہیں ہے اس شخص پر جس کی عقل زائل ہو پاگل پن یا بیماری کے سبب سے) یہی حکم ہے بے ہوش اور نشہ میں چور آدمی کا، اس لئے کہ اس حالت میں یہ مکلف نہیں ہے۔ لیکن کوئی آدمی اپنی زیادتی سے پاگل یا بے ہوش یا نشہ میں چور ہو جائے اور اس حالت میں جو نماز فوت ہو جائے اس کی قضاء ضروری ہے۔

**قضاء کی تعریف:** قضاء کہتے ہیں: وقت عبادت گذرنے کے بعد عبادت ادا کرنا، (تیسیر الاصول ص ۱۲۲)

### اعمال کے لئے قضاء و رخصت مقرر ہو سکی حکمت

انسان کو بعض اوقات کچھ عذر وغیرہ بھی پیش آتے ہیں پس اگر ان کی بالکل رعایت نہ کی جاوے تو حرج عظیم ہے اس لئے رخصت کا مشروع ہونا بھی مناسب ہے کہ اس میں مکلف کی سہولت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵) یعنی خدا تعالیٰ تمہارے لئے آسانی کا قصد کرتا ہے اور تمہارے ساتھ دقت اور دشواری نہیں چاہتا۔

اور اگر ان کی رعایت سے عمل کو ساقط کر دیا جاوے۔ یعنی عذر کے وقت احکام کی تعمیل بالکل ترک کرادی جائے۔ تو اس وقت نفس ان کے ترک کا عادی ہو جاوے گا۔ پس نفس کی مشاقی ایسی ہی کرائی جاتی ہے جیسے نند چار پاپہ کو مشق کراتے ہیں جو لوگ اپنے نفس کی ریاضت کرتے ہیں یا لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں یا چار پاؤں کو مشق کراتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ہیٹنگی میں الفت و مناسبت کیسی پیدا ہوتی ہے اور کام کرنے میں اس سے کیسی آسانی حاصل ہو سکتی ہے اور کام کے چھوڑ دینے سے کیسی الفت جاتی رہتی ہے اور اس کا کام کرنا نفس کو کیسا گراں معلوم ہوتا ہے اور جب قصہ ہوتا ہے کہ دوبارہ ان میں کام کرنے کی تحریک پیدا ہو تو از سر نو ان میں الفت و میلان پیدا کرنا پڑتا ہے اس واسطے ان

وجوہ سے دو امر ضروری ٹھہرے ایک یہ کہ جب کسی کام کے کرنے کا وقت ہاتھ سے نکل جائے تو اس کے لئے قضاء مشروع ہو، دوسرے یہ کہ افعال کے لئے رخصتیں بھی مقرر کی جائیں۔ چنانچہ اسی قاعدہ کے موافق جنگل بیابان میں جہاں معلوم نہ کر سکے ایسی حالت میں اجتہاد سے قبلہ کا رخ مقرر کرنا درست ہے اور جس کو پانی نہ ملے وہ وضو کو ترک کر کے تیمم کر سکتا ہے اور جس کو قیام پر قدرت نہ ہو وہ بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے نماز پڑھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی قاعدہ ہے کہ بدل میں کوئی ایسی شے باقی رکھنی چاہیے جس سے اصل یاد آجائے اور معلوم ہو جائے کہ یہ اس کا نائب اور بدل ہے (احکام الاسلام ص ۱۱۱ ج ۱) (وَكَافِرٍ أَصْلِیٍّ، اور) نماز کی قضاء نہیں ہے (کافر اصلی پر) جب وہ اسلام لے آئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قُلْ لِلذِّیْنِ كُفْرُوۡا اِنَّ یَنْتَهُوۡا" اِیْ عَنِ كُفْرِهِمْ" یَغْفِرُ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (سورہ انفال آیت نمبر ۳۸) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آجائیگے تو ان کے سارے گناہ جو (اسلام سے) پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دئے جائینگے۔

### کافر اصلی اور مرتد کی تعریف

کافر اصلی کہتے ہیں: جو اسلام میں داخل ہی نہ ہوا ہو۔

مرتد کہتے ہیں: اسلام سے پھر جانے والے کو، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) مسلمان تھا اور پھر اسلام سے پھر گیا (۲) کافر تھا اسلام لے آیا اور پھر اسلام سے پھر گیا۔

(وَيَقْضِی الْمَظْتَدُّ، اور مرتد قضاء کرے گا) ان تمام نمازوں کی جو حالت ارتداد

میں فوت ہوئیں یہاں تک کہ حالت ارتداد میں اگر جنون لاحق ہو جائے تو اس حالت کی بھی فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرے گا ہاں لیکن مرتدہ حیض و نفاس کی وجہ سے فوت شدہ نمازوں کی قضاء نہ کرے گی، دونوں میں فرق یہ ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت سے نماز کا ساقط ہو ناعزیمت ہے اور مجنون سے ساقط ہونا رخصت ہے اور مرتد رخصت کا اہل نہیں ہے۔

## عزیمت اور رخصت کی تعریف

(والحکم ان تغیر الی سہولۃ) کان تغیر من حرمة شی الی حلہ (لعذر مع قیام السبب للحکم الاصلی فرخصة الخ والایوان لم يتغیر الحكم الخ (فعریمة) (لب الاصول مع غایة الاصول ص ۱۸) اور حکم اگر متغیر ہو سہولت کی طرف جیسے کہ کسی چیز کی حرمت سے اس کی حلت کی طرف متغیر ہو عذر کی بناء پر باوجود حکم اصلی کا سبب قائم رہنے کے تو اس کو رخصت کہتے ہیں ورنہ یعنی اگر حکم متغیر نہ ہو تو عزیمت کہتے ہیں مثلاً میتہ کی حرمت عزیمت ہے اور حالت اضطرار میں حلت رخصت ہے اس لئے کہ حرمت میں مشقت ہے۔ حرمت کا سبب خبث باقی ہے لیکن عذر اضطرار کی وجہ سے حلال کر دیا گیا اور حلت میں سہولت ہے غرض نفس کی موافقت کی وجہ سے یا سہولت کی جانب ہو لیکن بلا عذر ہو تو اس کو بھی رخصت نہیں کہتے، یا عذر بھی ہو لیکن حکم اصلی کا سبب قائم نہ ہو یہ عزیمت کہلاتے ہیں، کافر مرد یا عورت کفر کی حالت میں کئے ہوئے واجب غسل کے بعد اسلام قبول کرے تو اس غسل کا لوٹنا ضروری ہو گا۔ (شرح المہذب ص ۱۶۵ ج ۲) کیونکہ غسل کرنا عبادت ہے اور عبادت کے لئے نیت ضروری ہے اور کافر نیت کا اہل نہیں جیسے کہ وضو عبادت ہے اور اس کے لئے نیت ضروری ہے اور کافر نیت کا اہل نہیں لہذا کافر کفر کی حالت میں وضو کرنا صحیح نہیں۔ "انوار" میں ہے۔: فَلَا يَصِحُّ الوُضوءُ لِأَنَّهُ كَافِرٌ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ تُحْتَاجُ إِلَى نِيَّةٍ وَهُوَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهَا (ص ۸۵) کافر کا وضو صحیح نہیں اس لئے کہ وضو ایسی عبادت ہے جو محتاج ہوتی ہے نیت کی اور کافر نیت کا اہل نہیں۔ لیکن جس پر حالت کفر میں کبھی غسل واجب نہ ہو یا ایسے شخص کے لئے اسلام لانے کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔ چونکہ قیس بن عاصم نے جب اسلام قبول کیا تو آپ ﷺ نے ان کو غسل کا حکم فرمایا اور یہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ جب بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو غسل کا حکم نہیں دیا۔ (مہذب مع المجموع)

(وَيَوْمَ الصَّبِيِّ الْمُمْتَبِئِ بِهَا لَسْبَعٌ وَيُضْرَبُ عَلَيْهَا لَعَشِيرٌ، اور ممیز بچہ کو نماز کا حکم دیا جائے سات سال کا ہونے پر اور دس سال کا ہونے پر) تادیباً (مارا جائے ترک نماز پر)

آپ ﷺ نے فرمایا: بچہ کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کو پہنچے اور جب دس سال کو پہنچے تو اُسے ترک نماز پر مارو، حکم باپ اور ماں دونوں کو دینا ہے اگر چہ اوپر تک ہو جیسے باپ نہ ہو تو داد اتا آخر اور اسی طرح ماں نہ ہو تو نانی تا آخر لیکن یہ حکم فرض کفایہ کے درجہ میں ہے لہذا کسی ایک کے حکم دینے پر دوسرے سے یہ فرض ساقط ہوگا، اور حکم اس طرح دے کہ اس میں ڈرانا اور دھمکانا ہو۔۔

### میز کی تعریف

وَالْمُمَيِّزُ هُوَ الَّذِي يَقْضِي حَوَائِجَهُ بِنَفْسِهِ مِنْ اَكْلِ وَ شُرْبٍ وَ اسْتِنْجَاءِ (انوار المسالک ص ۳۵) مَمَيِّزٌ وہ بچہ ہے: جو اپنی ضروریات خود پوری کر سکے کھانے اور پینے اور استنجاء کے اعتبار سے (وَمَنْ نَشَأَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَ جَحَدَ وَ جُوبَ الصَّلَاةِ أَوْ الزَّكَاةِ أَوْ الصَّوْمِ أَوْ الْحَجِّ أَوْ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ أَوْ الزَّنَا أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ وَ جُوبَهُ أَوْ تَحْرِيمِهِ وَ كَانَ مَعْلُومًا مِنَ الدِّينِ بِالضَّرْوَرَةِ كَفَرُوا قَتْلَ بِكُفْرِهِ، اور جو شخص مسلمانوں کے درمیان پروان چڑھا) اور اس تک ہمارے نبی محمد ﷺ کی دعوتِ ایمان و اسلام پہنچی ہو (اور وہ انکار کرے وجوب نماز یا وجوب زکاۃ یا وجوب روزه یا وجوب حج کا یا) انکار کرے (حرمت شراب کا یا زنا کا یا ان کے علاوہ اس چیز کا) انکار کرے (جس کے وجوب یا حرمت پر اجماع کیا گیا ہو) مثلاً ناحق کسی کا مال لینا بلا اجماع حرام ہے، وغیرہ (اور جس کا دین میں سے ہو نا معلوم ہو ضروری اور بدیہی طور پر) یعنی اُس کی دلیل دلیل ضروری کے مشابہ ہو جس کا سمجھنا نظر پر موقوف نہیں ہوتا، جب منکر کا انکار ثابت ہو جائے (تو منکر) انکار کی وجہ سے (کافر ہو اب قتل کیا جائے گا اس کے کفر کی وجہ سے) اگر رجوع نہ کرے تو، مقتول کا حکم تجہیز و تکفین کے اعتبار سے یہ ہوگا کہ: نہ اسے غسل دیا جائے گا [نہ کفن پہنایا جائے گا] نہ نماز پڑھی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

اور اگر کسی ایسی چیز کا انکار کرے جس کی وجوہیت یا حرمت پر اجماع نہ ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور جس کو دعوتِ ایمان و اسلام نہ پہنچی ہو تو وہ اپنے حال عدم اسلام پر باقی

رہیگا یہاں تک کہ دعوت پینچے۔ (وَمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ تَهَاوً نَأْمَعَ اعْتِقَادُهُ جُؤِبَهَا حَتَّىٰ خَرَجَ وَقْتُهَا وَصَاقٌ وَقْتُ ضَرْوَرْتِهَا لَمْ يَكْفُرْ بَلْ يُضْرَبُ عُنُقُهُ وَيُعَسَّلُ عَلَيْهِ وَيَذْفَنُ فِي مَقَا بِرِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا يُعْذَرُ أَحَدٌ فِي التَّخْيِيرِ إِلَّا نَائِمًا أَوْ نَاسِيًا أَوْ مَنْ أَخْرَلَ جِلَّ الْجَمْعِ فِي السَّنْفَرِ، اور جو شخص نماز کو چھوڑ دے سستی کی وجہ سے نماز کے وجوب کا اعتقاد رکھنے کے باوجود یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے) وہ وقت جو نماز کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (اور اس کا ضروری وقت تنگ ہو جائے) ضروری وقت سے مراد وقتِ عذر ہے یعنی: ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کرنے کے اعتبار سے نماز کی ادائیگی میں جو تاخیر ہوتی ہے اس کو وقتِ عذر کہتے ہیں اور یہ فجر کے لئے نہیں ہے کیونکہ اسے جمع کرنا نہیں ہے لہذا صبح کی نماز چھوڑے نہ پڑھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے تو پھر تارکِ نماز کو قتل کیا جائے گا۔ ظہر چھوڑے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اس کا وقتِ عذر غروب ہونے تک ہے [یہی حکم ہو گا نمازِ عصر کا] اور مغرب چھوڑے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو تو اسے قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اس کا وقتِ عذر طلوع ہونے تک ہے [یہی حکم ہو گا نمازِ عشاء کا] (تو کافر نہ ہو گا) یعنی اس پر نماز چھوڑنے کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا (بلکہ اس کی گردن اڑادی جائے گی) اس سے قبل اس سے توبہ طلب کرنا معتمد قول کے مطابق مستحب ہے (اور) اس مقتول کا حکم یہ ہو گا کہ اسے (عسل دیا جائے گا) کفن پہنایا جائے گا (اور اس پر نماز پڑھی جائے گی اور دفن کیا جائے گا مسلمانوں کے قبرستان میں) اس لئے کہ وہ مسلم تھا (اور کسی کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا) نماز کو اس کے محدود وقت سے (موخر کرنے میں مگر جو سو یا ہو) یعنی اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے وقت نماز میں یا نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی سو گیا ہو (یا بھول جائے) نماز کو (یا جو شخص موخر کرے) نماز کو اس کے محدود وقت سے (سفر میں جمع کرنے کی بناء پر) الا نائم سے لیکر یہاں تک کی تینوں صورتوں میں عذر قبول کیا جائے گا نماز کو اس کے محدود وقت سے موخر کر کے پڑھنے میں۔

والله تعالى اعلم

تم بعون الله تعالى

## (بَابُ الْمَوَاقِیْتِ)

## (اَوْقَاتِ نَمَازِ كَا بَیَانِ)

مواقیت جمع ہے میقات کی، یہ ماخوذ ہے: وقت اور زمان سے، جب میقات وقت سے ماخوذ ہے تو اس میں مکان کا معنی نہیں لیکن بطور توسع یعنی اس لفظ کے معنی کو وسعت دے کر مکان میں بھی اطلاق کرتے ہیں لیکن نماز میں مکان کا معنی مراد نہیں، حج میں مکان کا معنی مراد ہے، اور باب حج میں زمان و مکان دونوں معنوں میں حقیقت شرعیہ ہے۔

میقات: لغت میں "حد" کو کہتے ہیں، اور اس باب میں مراد میقات سے: صرف عبادت کا وقت ہے، مصنف نے کتاب الصلاة میں سب سے پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا جن پر نماز واجب ہوتی ہے یا واجب نہیں ہوتی اس لئے کہ مواقیت کی معرفت نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کی معرفت کے بعد جن پر واجب ہے یا واجب نہیں۔

## اوقات نماز کے لئے اول و آخر حد مقرر ہونے کا راز

اگر لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ تمام لوگ ایک ہی وقت کے اندر اندر یعنی جس میں نماز پڑھنے سے زیادہ ذرا گنجائش نہ ہوتی نماز پڑھیں اور اس سے آگے پیچھے نہ پڑھ سکیں تو اس میں حرج عظیم تھا (خصوصاً بیماروں، مسافروں مشغولوں کیلئے تو بڑی تنگی تھی اور شرع میں تنگی نہیں ہے) (حاشیہ احکام الاسلام) اس اسطے اوقات کے اندر کسی قدر تو وسیع اور گنجائش بھی کر دی گئی اور اوقات کے لئے شروع و اخیر کی حدیں جو منضبط اور محسوس ہیں (یعنی آنکھوں سے نظر آسکتی ہیں مثلاً سورج کا طلوع و غروب سایہ کا ہر چیز کے برابر یا دو گنا ہونا وغیرہ) (ایضاً) مقرر کی گئیں (احکام الاسلام ص ۷۷ ج ۱)

## پابندی اوقات کی حکمتیں

پابندی اوقات میں ایک قدرتی تاثیر ہے کہ وقت معین کے آنے پر قلب انسانی میں بے اختیار جذب و میلان اس فرض منصبی کے ادا کرنے کے لئے پیدا ہو جاتا ہے اور "اس فرض

کے عمل کی طرف رُوح کی قوتیں خوشی سے یا زبردستی کھینچ جاتی ہیں" (حاشیہ احکام الاسلام) جو نبی اذان کی آواز سنائی دیتی ہے ایک دیندار مسلمان فی الفور اس عمل سے متاثر ہو جاتا ہے گویا نماز کا پابند ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے کیونکہ ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد معاً دوسری نماز کی تیاری اور فکر ہو جاتی ہے۔ (ایضاً)

(الْمَكْتُوبَاتُ حَمْسُ) مکلف پر دن رات میں (پانچ نمازیں فرض ہیں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (سورہ اسرائیل آیت نمبر ۷۸) آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے (ہونے) تک نمازیں ادا کیا کیجئے (اس میں ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء چار نمازیں آگئیں) اور صبح کی نماز بھی، چونکہ صبح کا وقت نیند سے اٹھنے کا تھا اس لئے اس کا حکم بھی الگ کیا (ترجمہ قرآن مولا نا تھانوی رحمہ اللہ) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں، اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا (سورہ نساء آیت نمبر ۱۰۳) یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے (معارف القرآن ص ۵۳۳ ج ۲) لہذا آگے مصنفؒ اوقات فرض نماز ذکر فرما رہے ہیں ان میں سب سے پہلے وقت نماز ظہر سے ابتداء کر رہے ہیں وہ یہ: (الظُّهْرُ: وَآوَّلُ وَفَيْتَهَا إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَآخِرُهُ مَصِيْرُ ظِلِّ كُلِّ شَيْءٍ وَمِثْلُهُ سِوَى ظِلِّ الزَّوَالِ، ظہر اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے) اس وقت (جب سورج ڈھل جائے) آسمان کے بیچ سے (اور ظہر کا آخری وقت ہر چیز کا سایہ اس شے کے مثل ہو جائے زوال کے سایہ کے علاوہ)

### ظہر کو ظہر کہنے کی وجہ

ظہر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ: یہ وقت ظہیرۃ یعنی شدید حرارت کے وقت میں اداء کی جاتی ہے، بعضوں نے کہا: دن کے بیچ حصہ میں اداء کرنے کی بناء پر، بعضوں نے کہا: اس وجہ سے کہ اسلام میں یہ نماز سب سے پہلے ظاہر ہوئی (اقناع ص ۹۸ ج ۱)

سایہ اصلی کی تعریف: استواء شمس [سورج کے آسمان کے بیچ میں آنے] کے وقت کسی چیز کا جو سایہ ہو اسے سایہ اصلی کہتے ہیں۔

سایہ مثل کی تعریف: سایہ اصلی کے علاوہ کسی چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو جائے تو اسے سایہ مثل کہتے ہیں، مثلاً استواء شمس [آفتاب کے بیچ آسمان میں ہونے] کے وقت کسی چیز کا سایہ اگر ایک فٹ ہے اور وہ چیز تین فٹ کی ہے تو سایہ جب چار فٹ ہو جائے تو یہ سایہ مثل ہے۔

### اوقاتِ ظہر

اکثر حضرات شوق نے فرمایا کہ: اوقاتِ ظہر تین ہیں: (۱) وقتِ فضیلت یعنی اول وقت (۲) وقتِ اختیار، یہ ظہر کے آخری وقت تک ہے (۳) وقتِ عذر یعنی ظہر کو عصر کے وقت میں پڑھنا جمع تاخیر کی نیت سے (الفاظ ابی شجاع مع اقناع ص ۹۹ ج ۱) (وَالْعَصْرُ: وَأَوَّلُهُ آخِرُ الظُّهْرِ وَآخِرُهُ الْغُرُوبُ لَكِنْ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلِيهِ خَرَجَ وَقْتُ الْإِخْتِيَارِ وَبَقِيَ الْجَوَازُ، اور عصر: اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے ظہر کے آخری وقت سے اور باقی رہتا ہے سورج کے غروب ہونے تک لیکن جب ہر چیز کا سایہ اس چیز کا دو مثل دوگنا ہو جائے تو اختیاری وقت نکل جاتا ہے اور جواز کا وقت باقی رہتا ہے۔) سورج غروب ہونے تک۔

### عصر کو عصر کہنے کی وجہ

عصر اس وجہ سے کہتے ہیں: کہ نمازِ عصر وقتِ غروب کی معاصر ہے، یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہے (ایضاً)

### اوقاتِ عصر

اوقاتِ عصر سات ہیں: (۱) وقتِ فضیلت یعنی اول وقت (۲) وقتِ اختیاری یعنی زوال کا سایہ چھوڑ کر دو مثل سایہ ہونے تک (۳) وقتِ عذر یعنی سفر یا بارش کی وجہ سے جمع تقدیم کر کے ظہر کے ساتھ پڑھ لینا (۴) وقتِ ضرورت نماز کا آخری وقت ہے جبکہ موانع

دور ہو جائے اور وقت میں سے باقی تکبیر کی مقدار ہو یا اس سے زیادہ، (۵) وقت جواز بلا کر اہت یعنی اختیاری وقت کے بعد سے سورج میں زردی آنے تک (۶) وقت کراہت یعنی زردی سے غروب تک (۷) اور وقت حرمت: عصر کا وہ آخری وقت جس میں عصر کی گنجائش نہ ہو، (افتنا ع ص ۱۰۰ ج ۱) (وَالْمَغْرِبُ: وَأَوَّلُهُ تَكْمُلُ الْعُرُوبِ ثُمَّ يَمْتَدُّ بِقَدْرِ وَضُوءٍ وَسِتْرِ عُرُوقٍ وَأَذَانٍ وَأَقَامَةِ وَخَمْسِ رَكَعَاتٍ مُتَوَسِّطَاتٍ فَإِنَّ آخِرَ الدَّخُولِ فِيهَا عَنْ هَذَا الْقَدْرِ عَصَى وَهِيَ قَضَاءٌ وَإِنْ دَخَلَ فِيهِ فَلَهُ اسْتِدْأَمْتُهَا إِلَى غَيْبِ بَيَّةِ الشَّفَقِ الْأَحْمَرِ، اور مغرب اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے مکمل سورج غروب ہونے سے پھر باقی رہتا ہے وضوء کرنے اور ستر چھپانے اور اذان دینے اور اقامت کہنے اور درمیانی طور پر پانچ رکعتیں پڑھنے کی مقدار اگر کوئی شخص نماز مغرب میں داخل ہونے کو مؤخر کرے اس مقدار سے) یعنی وضو کرنے، ستر چھپانے سے لے کر درمیانی طور پر پانچ رکعتیں پڑھنے کی مقدار (تو گنہگار ہو گا اور یہ نماز) یعنی ذکر کردہ مقدار کے بعد پڑھی جانے والی (قضاء ہوگی اور اگر داخل ہو جائے نماز مغرب میں اس مذکورہ وقت میں تو اس کے لئے جائز ہے نماز کو باقی رکھنا) یعنی طویل کرنا (شفق احمر کے غائب ہونے تک)

### اوقات مغرب

اوقات مغرب تین ہیں: (۱) وقت فضیلت اور وقت اختیاری یعنی اول وقت (۲) وقت جواز یعنی جب تک شفق احمر غائب نہ ہو (۳) اور وقت عذر یعنی عشاء کے وقت جمع تاخیر کر نیوالے کے لئے، (افتنا ع ص ۱۰۰ ج ۱)

### شفق احمر کی تعریف

سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی جانب آسمان پر سُرخ ہوتی ہے اسے شفق احمر کہتے ہیں۔

## مغرب کو مغرب کہنے کی وجہ

مغرب:- اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ غروب کے بعد ادا کی جاتی ہے، (الفاظِ ابی شجاع مع اقناع ص ۱۰۰ ج ۱)

(وَالْعِشَاءُ: وَأَوَّلُهُ غَيْبُوبَةُ الشَّفَقِ الْأَحْمَرِ وَآخِرُهُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ لَكِنْ إِذَا مَضَى ثُلُثُ اللَّيْلِ خَرَجَ وَقْتُ الْإِخْتِيَارِ وَبَقِيَ الْجَوَازُ، اور عشاء: اور اس کا وقت شروع ہوتا ہے شفقِ احمر کے غائب ہونے سے اور اس کا آخری وقت صبح صادق)، تک (ہے لیکن جب تہائی رات گزر جائے تو اختیاری وقت نکل جاتا ہے اور جواز کا وقت باقی رہتا ہے) صبح صادق تک۔

### اوقاتِ عشاء

مصنفؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اوقاتِ عشاء تین ہیں: (۱) وقتِ فضیلت یعنی اول وقت (۲) وقتِ اختیاری (۳) جواز کا وقت یعنی صبح صادق سے پہلے کسی بھی وقت پڑھنا جائز ہے۔ ایک قول کے مطابق نصفِ رات گزر جانے تک اختیاری وقت باقی رہتا ہے، اقتناع میں ہے: وفی قول نصفہ لخبر "لولا ان اشق علی امتی لا خرت العشاء الی نصف اللیل" صححہ الحاکم علی شرط الشیخین ورجحہ النووی فی شرح المسلم وکلامہ فی المجموع یقتضی ان الا کثرین علیہ ومع هذا فالاول هو المعتمد (ص ۱۰۱ ج ۱) اور ایک قول کے مطابق نصفِ رات گزر جانے تک اختیاری وقت باقی رہتا ہے اس حدیث کی بناء پر کہ: اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کو نصفِ رات تک مؤخر کرتا اس کو حاکم نے شرطِ شیخین پر صحیح قرار دیا ہے او امام نوویؒ نے شرح مسلم میں راجح قرار دیا ہے اور مجموع میں اس پر کلام کا متقاضی یہ ہے کہ اکثر حضرات شوفع اس پر ہے لیکن اس کے باوجود اول قول (یعنی تہائی رات والا) معتد ہے۔

### عشاء کو عشاء کہنے کی وجہ

عشاء: نام ہے اول اور شروع تاریکی کا اور یہ نماز اس تاریکی میں اداء کی جاتی ہے اس لئے اس کو عشاء کہتے ہیں، مغرب کو عشاء اور عشاء کو عتمہ کہنا مکروہ ہے اول کو حدیث بخاری میں

اور دوم کو حدیث مسلم میں منع کرنے کی بناء پر۔

(وَالصُّبْحُ: وَأَوَّلُهُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ وَآخِرُهُ طُلُوعُ الشَّمْسِ لَيْكِنْ إِذَا أَسْفَرَ خَرَجَ وَقْتُ الْإِخْتِيَارِ وَيَبْقَى الْجَوَازُ وَالْأَفْضَلُ أَنْ يُصَلِّيَ أَوَّلَ الْوَقْتِ وَيَحْضُلَ بِأَنْ يَسْتَعْمَلَ أَوَّلَ دُخُولِهِ بِالْأَسْبَابِ كَطَهَارَةٍ وَسُتْرِ عَوْرَتِهِ وَأَذَانٍ وَأَقَامَةٍ ثُمَّ يُصَلِّي وَيُسْتَشِي الظُّهْرَ فَيَسُنُّ الْإِبْرَادَ بِهَا فِي شِدَّةِ الْحَرِّ بِلَدِّ حَارٍّ لِمَنْ يَمْضِي إِلَى جَمَاعَةٍ بَعِيدَةٍ وَلَيْسَ فِي طَرِيقِهِ كَنْ يُظَلُّهُ فَيُؤَخِّرُ حَتَّى يَصِيرَ لِلْحَيْطَانِ ظِلٌّ يُظَلُّهُ فَإِنْ فُقِدَ شَرُّ طَمَنِ ذَلِكَ نُدِبَ التَّعْجِيلُ، اور صبح: اور اس کا اول وقت صبح صادق) سے (ہے اور آخری طلوع شمس،) تک، (ہے) حدیث مسلم کی بناء پر کہ:- صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر (صبح صادق) سے طلوع شمس تک ہے، (لیکن جب روشنی پھیل جائے تو اختیاری وقت نکل جاتا ہے اور جواز کا وقت باقی رہتا ہے) طلوع شمس تک، آگے مصنف نماز فرض کے وقت فضیلت کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں: (اور افضل ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھے اور) یہ یعنی اول وقت میں نماز پڑھنا (حاصل ہو گا نماز کے اول وقت کے داخل ہوتے وقت اسباب نماز میں مشغول ہونے سے جیسے پاکی حاصل کرنا اور ستر چھپانا اور اذان دینا اور اقامت کہنا پھر) ان اسباب کے بعد فرض، (نماز پڑھے) تو اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہوگی، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اعمال میں کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا۔

مذکورہ اسباب نماز پر عمل کرنے کے لئے جتنا وقت لگتا ہے اتنا وقت گزر جائے اور عمل نہ کرے تو وقت فضیلت فوت ہو جائے گا (اور استثناء کیا گیا ہے) اول وقت میں نماز پڑھنے کی سنیت سے (ظہر کا لہذا ظہر کو اس کے اول وقت سے موخر کرنا سنت ہے) لیکن اس کے چند شرائط ہیں جو مصنف ذکر فرما رہے ہیں وہ یہ: (۱) (سخت گرمی میں) (۲) (گرم علاقہ میں) (۳) (اس شخص کے لئے جو دور سے چل کر آتا ہو جماعت) کے ساتھ

نماز ادا کرنے (کے لئے اور) (۴) جماعت کا طالب بن کر چلے لیکن (راستہ میں سایہ حاصل نہ ہو تو) یہ تمام مذکورہ شرطیں پائی جانے کی بناء پر (تاخیر کی جائے گی یہاں تک کہ دیواروں کا سایہ حاصل ہو جائے) یا درختوں کا لیکن نصف سے زیادہ مؤخر نہ کرے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ: جب شدید گرمی ہو تو (ظہر کی) نماز میں ابراد کرو، یعنی تاخیر سے ادا کرو کہ گرمی کی شدت کم ہو جائے (اگر ان) مذکورہ شرطوں (میں سے کوئی شرط فوت ہو تو ظہر کو جلدی پڑھنا مستحب ہے) یعنی اول وقت میں۔

ٹھنڈے یا معتدل وقت اور علاقہ میں ابراد سنت نہیں ہے اسی طرح نہ گھر میں اور نہ گھر کے علاوہ جگہ میں تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے، جماعت میں شریک ہونے والے نمازی کا مکان مسجد سے قریب ہو تو ابراد سنت نہیں ہے اور نہ اس شخص کے لئے جس کو مسجد میں پہنچنے کے لئے سایہ موجود ہو۔

### اوقات صبح

مصنف کی عبارت سے معلوم ہوا کہ صبح کے تین اوقات ہیں: (۱) وقت فضیلت یعنی اول وقت (۲) وقت اختیاری، اسفار یعنی روشنی پھیلنے تک (۳) وقت جواز۔

### صبح کو صبح کہنے کی وجہ

صبح لغت میں کہتے ہیں: دن کے اول حصہ کو اس لئے اس کو صبح کی نماز کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا یہ نماز فجر کے بعد واقع ہوتی ہے جو فجر سفیدی و سرخی کو جامع ہوتی ہے اور عرب وجہ صبح کہتے ہیں اس چیز کو جس میں سفیدی و سرخی ہو اسلئے اس نماز کو بھی سفیدی و سرخی کے وقت شامل ہونے کی وجہ سے صبح کہتے ہیں۔ (الفاظ ابی شجاع مع اقناع ص ۱۰۱ ج ۱)

### نماز سے پہلے سونا

نماز عشاء وغیرہ کا وقت داخل ہونے کے بعد اس کو ادا کرنے سے پہلے سونا مکروہ ہے بشرطیکہ وقت نکلنے سے پہلے نیند سے بیداری کا یقین ہو ورنہ سونا حرام ہو گا، عشاء کا وقت

داخل ہونے سے پہلے سونا مکروہ ہے چاہے وقت نکلنے سے پہلے جاگنے کا گمان غالب ہو یا نہ ہو اور عشاء کی نماز کے علاوہ نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے سونا مکروہ نہیں ہے، (اقناع مع حاشیۃ اقناع ص ۲۰۱ ج ۱)

### وجہ تعین اوقات پنجگانہ نماز

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے پنجگانہ اوقات کی خصوصیت کی فلاسفی اور حقیقت سمجھنے کے لئے اوقات خمسہ کے اوصاف موثرہ کی طرف توجہ دلائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ (سورة الروم: ۱۷ - ۱۸) (ترجمہ) "خدا تعالیٰ کی یاد کا وقت ہے جب تم شام کرو اور جب صبح کرو اور اس کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں او پچھلے وقت اور دوپہر میں" عبارت قرآنی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان اوقات میں زمین و آسمان کے اندر تغیرات عظیمہ واقع ہوتے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی جدید تسبیح و تحمید کا موقع آتا ہے اور ان تغیرات کا اثر انسانی رُوح اور جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہیں۔ یعنی تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کیلئے انکا وارد ہونا ضروری ہے۔ (احکام الاسلام عقل کی نظر میں)

(وَلَوْ وَقَعَ فِي الْوَقْتِ ذُوْنَ رَكْعَةٍ وَالْبَاقِي خَارِجَهُ فَكُلُّهَا قَضَاءٌ أَوْ رَكْعَةٌ فَأَكْثَرُ وَالْبَاقِي خَارِجَهُ فَكُلُّهَا آدَاءٌ) اور اگر نماز کے وقت میں ایک رکعت سے کم اور باقی حصہ (خارج وقت میں واقع ہو تو پوری نماز قضاء ہوگی یا وقت نماز میں ایک رکعت یا ایک رکعت سے زیادہ اور باقی نماز (خارج وقت واقع ہو تو پوری نماز اداء ہوگی) خارج وقت واقع ہونے والے حصہ کو وقت میں واقع حصہ کا تابع کرتے ہوئے، حدیث صحیحین کی بناء پر کہ:- جس نے نماز کی ایک رکعت پائی اس نے پوری نماز پائی، اس کا مفہوم مخالف یہ نکلا: کہ

جسے ایک رکعت نہ ملی اسے وہ نماز نہ ملی، یعنی قضاء ہوئی، (لٰكِنْ يَحْزَمُ تَعَمُّدُ التَّأَخِيرِ عَنِ الْوَقْتِ حَتَّى يَفْقَعَ بَعْضُهَا خَارِجَ الْوَقْتِ، لیکن جان بوجھ کر نماز کو اتنا موخر کرنا کہ نماز کا بعض حصہ خارج وقت واقع ہو حرام ہے) مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا بعض حصہ خارج وقت میں واقع ہو حرام ہے۔

(وَمَنْ جَهَلَ دُخُولَ الْوَقْتِ فَأَخْبِرَهُ ثِقَّةٌ عَنْ مَشَاهِدَةٍ وَجَبَ قَبُولُهُ أَوْ عَنِ اجْتِهَادٍ فَلَا فَلِئَلَّا عَمِيَ أَوْ الْبَصِيرِ الْعَاجِزِ عَنِ الْاجْتِهَادِ تَقْلِيدُهُ لَا الْقَادِرِ عَلَيْهِ وَيُجَوِّزُ اعْتِمَادَ مُؤَدِّينَ ثِقَّةٍ عَارِفٍ وَدِينِكِ مُجَزَّبٍ فَإِنْ فَقَدَ الْأَعْمَى أَوْ الْبَصِيرُ مُجْبِرًا اجْتِهَادًا يُوْرِدُونَ وَنَحْوَهُ وَإِنْ أَمَكْنَهُمَا الْيَقِينُ بِالصَّبْرِ فَإِنْ تَحَيَّرَا صَبْرًا حَتَّى يَطْنَأَ فَإِنْ صَلَّى بِلَا اجْتِهَادٍ أَعَادُوا وَإِنْ أَصَابُوا وَانْ مَضَى مِنْ أَوَّلِ الْوَقْتِ مَا يُمْكِنُ فِيهِ الصَّلَاةُ فَجَنِّ أَوْ حَاصَتْ وَجَبَ الْقَضَاءُ، اور جو شخص وقت نماز داخل ہونے سے ناواقف ہو اور اسے معتبر مخبر خبر دے) وقت داخل ہونے کی (مشاہدہ سے) مشاہدہ یعنی مثلاً کہے کہ میں نے غروب آفتاب ہوتے دیکھا ہے (تو مخبر کی خبر قبول کرنا واجب ہے) معتبر مخبر اپنے علم سے خبر دے تو بھی اس کی خبر قبول کرنا واجب ہے (یا مخبر خبر دے اجتہاد سے تو قبول کرنا واجب نہیں ہے) بلکہ ایسی صورت میں مخبر [جسے خبر دی جا رہی ہے اس] پر اجتہاد کرنا واجب ہو گا اگر اس پر قادر ہو، یہ حکم ہو اپنا شخص کا جو اجتہاد پر قادر ہے، آگے مصنف نابینا اور ایسے بیٹا شخص کا جو اجتہاد پر قادر نہیں ہے حکم بیان فرما رہے ہیں وہ یہ: (پس نابینا) چاہے وہ اجتہاد پر قادر ہو یا نہ ہو (یا بیٹا کے لئے جو اجتہاد سے عاجز ہو مجتہد کی تقلید کرنا جائز ہے) ان کے عاجز ہونے کی بناء پر (اجتہاد پر قادر بیٹا شخص کے لئے مجتہد کی تقلید جائز نہیں، اور جائز ہے) ہر ایک کے لئے (بھروسہ کرنا دخول وقت نماز سے واقف معتبر مؤذن کی اذان پر اور) اسی طرح جائز ہے بھروسہ کرنا (مغرب کی آواز پر) مطلب یہ ہے کہ مرغ کی آواز سے اجتہاد کرے کہ یہ آواز عادت کے مطابق وقت پر ہے یا نہیں اور پھر فیصلہ کرے،

(اگر نابینا یا بینا) علم سے خبر دینے والے (مخبر کو نہ پائے تو دونوں اجتہاد کریں وظیفہ سے) جیسے تلاوت قرآن وغیرہ سے (اور اس کے مانند چیز سے) جیسے خیالۃ الثوب (اگرچہ ممکن ہو نا بینا اور بینا کے لئے صبر سے یقین حاصل کرنا) مطلب یہ ہے کہ دخول وقت کا یقین حاصل ہونے کا امکان ہو انتظار اور صبر سے تو بھی اجتہاد کر کے نماز پڑھ سکتا ہے جائز ہے، (اگر نابینا اور بینا دونوں اپنے اجتہاد میں پریشان ہوں) یعنی ان کے سامنے ایسی کوئی چیز ظاہر نہ ہو جو دخول وقت پر دلالت کرے (تو صبر کریں) یہ صبر واجب ہے (یہاں تک کہ غالب گمان ہو جائے) کسی چیز سے دخول وقت کا (اور اگر دونوں نماز پڑھیں اجتہاد کے بغیر) یعنی دخول وقت سے متعلق پریشانی کی حالت میں (تو اعادہ کریں) یہ اعادہ واجب ہے (اگرچہ) پڑھی ہوئی نماز (موافق ہو دخول وقت کے) کیونکہ اجتہاد کے بغیر ہوئی (اور اگر مکلف پر) اس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں (اول) یا نماز کے درمیانی (وقت سے اتنا زمانہ گزر جائے کہ جس میں مکلف کے لئے ممکن ہو نماز پڑھنا) لیکن نہ پڑھے اور نہ اس کو وقت میں پڑھنے کا عزم واردہ کرے (اور پاگل ہو جائے یا حائضہ) یا نفاس والی (ہو جائے) اور نماز کا وقت نکل جائے (تو) مکلف پر (قضاء) فوراً (واجب ہوگی) اس لئے کہ اس نے بلا عذر کوتاہی کی کہ نماز کو اس کے اول [یا درمیانی] وقت میں نہ پڑھی اور پڑھنے کا عزم واردہ بھی نہ کیا،

(وَمَتَى فَاتَتْ الْمَكْتُوبَةَ بِعُذْرٍ نُذِبَ الْفُؤُزُ فِي الْقَضَاءِ وَإِنْ فَاتَتْ بِغَيْرِ عُدْرٍ وَجَبَ الْفُؤُزُ، اور جب فوت ہو جائے) پانچ نمازوں میں سے کوئی، (فرض نماز کسی عذر) جیسے سونے یا بھول جانے (کی وجہ سے تو قضاء میں جلدی کرنا مستحب ہے) ذمہ سے بری ہونے کے لئے اور حدیث صحیحین میں ہے کہ: جس کی آنکھ نہ کھلی نماز کے وقت سوتا رہ گیا یا اسے بھول گیا تو یاد آنے پر پڑھ لے (اور اگر فوت ہو جائے) یعنی نہ پڑھے، (بلا

عذر) یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے، (تو قضاء میں جلدی کرنا واجب ہے) جس طرح بلا عذر قضاء کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا اسی طرح قضاء میں بلا عذر تاخیر کرنے کی وجہ سے بھی گنہگار ہو گا شارح فرماتے ہیں: فمن علیہ فوائت كثيرة ضیعہا بغیر عذر یجب ان یصرف جمیع زمنہ فی قضائہا الا من نوم او اشتغال فی جلب رزق ضروری (انوار المسالک ص ۳۸) جس کے ذمہ بلا عذر فوت شدہ بہت ساری نمازیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ تمام وقت ان کی قضاء کرنے میں مصروف رہے مگر سونے کا یا رزق ضروری حاصل کرنے میں مشغولی کا وقت [چھوڑ کر]۔

(و الصوم كالصلاة اور روزہ) کا حکم، (نماز کی طرح ہے) مطلب یہ ہے کہ جس طرح بلا عذر نماز فوت [یعنی قضاء] کرنے کی وجہ سے اس کی قضاء میں جلدی کرنا واجب ہے اسی طرح بلا عذر فوت شدہ روزہ کی قضاء میں جلدی کرنا واجب ہے اگر شرعی عذر نہ ہو اگر عذر ہونے کے باوجود قضاء میں جلدی کرے تو مستحب ہے، اور جس طرح عذر کی وجہ سے فوت شدہ نماز کی قضاء میں جلدی کرنا مستحب ہے اسی طرح عذر کی وجہ سے فوت شدہ روزہ کی قضاء میں جلدی کرنا مستحب ہے (و یحزوم تَرَ اِخِيهِ لِرَمَضَانَ الْقَابِلِ، اور حرام ہے روزہ کو) بلا عذر شرعی (مؤخر کرنا آئندہ رمضان تک) شارح فرماتے ہیں:۔ وان فات بعد فان اخره لرمضان و جب مع القضاء الفدية و اثم بالتأخير) (انوار المسالک ص ۳۸) اور اگر عذر [مثلاً بیماری] کی وجہ سے فوت شدہ روزہ کی قضاء کو اگر مؤخر کرے آئندہ رمضان تک تو قضاء کے ساتھ [ہر ایک روزہ کا] فدیہ بھی واجب ہو گا اور بلا عذر شرعی آئندہ رمضان تک مؤخر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا، آئندہ رمضان سے مراد: جس رمضان کا روزہ فوت ہوا ہے اس کے بعد آنے والا رمضان۔

(و يُنْدَبُ تَرَ تَيْبِ الْفَوَائِتِ وَ تَقْدِيمُهَا عَلَى الْحَاضِرَةِ إِلَّا أَنْ يَخْشَى فَوَاتَ الْحَاضِرَةِ فَيَجِبُ تَقْدِيمُهَا وَ أَنْ سَرَعَ فِي فَائِتَةٍ طَائِئًا سَعَةَ الْوَقْتِ فَبَانَ ضَيْفُهُ وَ جَبَّ

قَطَعَهَا وَفَعَلَ الْحَاضِرَةَ وَمَنْ عَلَيْهِ فَايْتَةٌ فَوَجَدَ جَمَاعَةَ الْحَاضِرَةَ قَائِمَةً نُدِبَ تَقْدِيمَ  
 الْفَائِتَةِ مُنْفَرِدًا ثُمَّ الْحَاضِرَةَ وَمَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَكَثُرَ مِنَ الْخُمْسِ وَلَمْ يَعْرِفْ عَيْنَهَا لِزَمَةِ  
 الْخُمْسِ وَيَنْوِي بِكُلِّ وَاحِدَةٍ الْفَائِتَةَ، اور مستحب ہے فوت شدہ فرض نمازوں میں  
 ترتیب (یعنی صبح کی قضاء نماز ظہر سے پہلے پڑھے اور ظہر کی عصر سے پہلے وغیرہ) اور مستحب  
 ہے فوت شدہ نمازوں کی تقدیم موجودہ وقت کی نماز پر مگر یہ کہ خوف ہو موجودہ وقت کی  
 نماز قضاء ہونے کا) وقت نماز نکلنے کی وجہ سے (تو نماز کے وقت کی تقدیم واجب ہوگی) تاکہ  
 موجودہ وقت کی نماز بھی قضاء نہ ہو (اور اگر فوت شدہ) یعنی قضاء (نماز شروع کرے گمان  
 کرتے ہوئے وقت میں وسعت اور گنجائش کا لیکن وقت کی تنگی ظاہر ہو جائے تو اس نماز کو  
 توڑنا اور وقتیہ نماز کا ادا کرنا واجب ہوگا) تاکہ یہ بھی قضاء نہ ہو (اور جس کے ذمہ فوت شدہ  
 نماز ہو وہ موجودہ نماز کی جماعت کھڑی پائے تو مستحب ہوگا) اس کے لئے (فوت شدہ نماز کو  
 پہلے تنہا پڑھنا) موجودہ نماز نہ پڑھتے ہوئے تاکہ جلدی ذمہ سے بری ہو جائے، اگر فوت  
 شدہ نماز موجودہ جماعت کے ساتھ پڑھے تو صحیح ہوگی، مصنف فرماتے ہیں: ویصح اداء  
 خلف قضاء وبالعکس (عمدة ص ۱۹) اور قضاء پڑھنے والے کے پیچھے اداء اور اداء  
 پڑھنے والے کے پیچھے قضا پڑھنا صحیح ہے (پھر) اس سے فارغ ہونے کے بعد، (موجودہ  
 وقت کی نماز پڑھے اور جو شخص پانچ نمازوں میں سے ایک یا زیادہ بھول جائے اور بھولی ہوئی  
 نماز کو متعین طور پر نہ جانے) کہ ظہر کی ہے یا عصر کی (تو اس پر لازم ہے پانچوں نمازیں  
 پڑھنا،) ذمہ سے بری ہونے کے لئے (اور ہر نماز پڑھتے وقت فائتہ کی نیت کرے) مثلاً ظہر  
 پڑھنا ہے تو اس طرح نیت کرے: میں فوت شدہ نماز ظہر کی چار رکعت پڑھتا ہوں اللہ کے  
 واسطے۔

والله تعالیٰ اعلم

تم بعون الله تعالیٰ

## (باب الاذان والاقامة)

## (اذان اور اقامت کا بیان)

اذان لغت میں کہتے ہیں: اطلاع کو۔

شرعاً کہتے ہیں: مخصوص ذکر کو جس سے فرض نماز کے دخول وقت کا علم ہو،

اسی سے متقارب تعریف اقناع میں ہے: وشرعاً قول مخصوص يعلم به وقت الصلاة

المفروضة (۱۲۸ ج ۱)

اور شرعاً اذان کہتے ہیں: مخصوص قول جس سے نماز فرض کے وقت کا علم ہوتا ہے۔

اقامت لغت میں کہتے ہیں: اطلاع کو۔

صاحب اقناع فرماتے ہیں: اقامت مخصوص ذکر کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس سے جماعت

کھڑی کی جاتی ہے۔ (ص ۱۲۸ ج ۱)

دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ (سورہ مائدہ آیت

نمبر ۵۸) اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو (یعنی اذان دیتے ہو) اور فرمان

رسول ﷺ یہ ہے کہ: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤْذِنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ (متفق علیہ) جب

وقت نماز حاضر ہو جائے تو تمہارے لئے تم میں سے کوئی ایک اذان دے، اقامت اس

امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اذان اور اقامت ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئیں،

## حکمت اذان

نماز کی جماعت ایک ضروری امر ہے اور ایک وقت اور ایک جگہ میں لوگوں کا

اجتماع بدون اعلام اور آگاہ ہونے کے دشوار ہے نیز حکمتِ الہی کا اقتضاء یہ بھی ہوا کہ اذان

کے اندر صرف اعلام اور تنبیہ نہ پائی جائے بلکہ وہ شعائرِ اسلام میں سے ایک شعارِ ٹھہرایا

جائے اور لوگوں پر اس کے الفاظ پکارے جائیں اور اس نشان میں مذہب کی عزت کی جائے

اور اس کا قبول کر لینا لوگوں کے لئے دینِ الہی کے تابع ہو جانے کی پہچان ہو اس لئے یہ بات

ضروری ہوئی کہ ذکر الہی اور شہادتین سے اس کی ترکیب ہو اور نماز کے لئے بلانا بھی اس میں پایا جائے جو کہ مضمون ہے: حی علی الصلوٰۃ کا تاکہ جو چیز اس سے منظور ہے وہ اس سے صراحتہ سمجھ میں آجائے، (احکام الاسلام)

(هُمَا سُنَّتَانِ) اذان و اقامت دونوں سنت ہیں (یعنی سنت علی الکفاۃ: مطلب یہ ہے کہ اذان و اقامت کوئی ایک شخص کہے تو اہل بلد سے طلب ساقط ہو جائے گی، اگر سب کے سب چھوڑ دیں تو امام ان سے جنگ کرے گا اس لئے کہ یہ سنتیں شعار دین میں سے ہیں۔

(فِي الْمَكْتُوبَاتِ، فرض نمازوں کے لئے) معنی المحتاج میں ہے: وانما یشرعان لمکتوبۃ دون غیرها من سائر الصلوٰۃ کا لسنن و صلاة الجنائزۃ و المنذورة لعدم ثبوتہما فیہ بل یکرہان فیہ (ص ۱۳۴ ج ۱) اذان و اقامت فرض نماز کے لئے مشروع ہیں اس کے علاوہ نمازیں مثلاً سنتیں، صلاة جنازہ اور منذرہ کے لئے نہیں کیونکہ فرض کے علاوہ میں ان کا ثبوت نہیں ہے بلکہ ان میں پڑھنا مکروہ ہے، (حَتَّى لِمَنْفَرِدٍ وَجَمَاعَةٍ ثَانِيَةً بَحَيْثُ يَظْهَرُ الشَّعَارُ، یہاں تک کہ تنہا پڑھنے والے اور جماعت ثانیہ) دوسری جماعت (کے لئے) لیکن جس مسجد میں جماعت ہو چکی ہو اس میں اذان کی آواز بلند نہ کرے۔

### جماعت ثانیہ کی تعریف

جس جماعت کے لئے اذان و اقامت کہی گئی اس کے بعد والی کو جماعت ثانیہ کہتے ہیں۔ اذان و اقامت کی سنت حاصل نہ ہوگی مگر: (اس طرح کہے کہ شعار ظاہر ہو) ان دونوں سے بڑے اور چھوٹے شہر میں اس کی کم سے کم مقدار اگر چھوٹا شہر [یا گاؤں] ہو اور اس میں ایک مسجد ہو تو یہ ہے کہ اذان کی آواز پورے شہر [یا گاؤں] میں پھیلے اور اگر شہر بڑا ہو اور ایک سے زائد مسجدیں ہوں تو ہر مسجد میں اذان دی جائے گی ایک ہی مسجد میں دے تو سنت حاصل نہ ہوگی لیکن جس ایک ہی مسجد میں اذان دی گئی اگر اسی کے اطراف

میں شہر والے رہتے ہوں تو سنت حاصل ہوگی (وَ الْأَذَانُ أَفْضَلُ مِنَ الْإِمَامَةِ وَقِيلَ عَكْسُهُ، اور اذان افضل ہے امامت سے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مؤذنون کی گردنیں سب سے اونچی ہوں گی (اس کے برعکس کہا گیا ہے) یعنی یہ کہ امامت افضل ہے اذان سے۔

### اذان افضل ہے امامت سے یا امامت افضل ہے اذان سے؟

قلت: كذا رجح الرافعي ايضافي كتابه "المحرر" الامامة والاصح: ترجيح الاذان، وهو قول اكثر اصحابنا، وقد نص الشافعي رحمه الله في "الام" على كراهة الامامة، فقال: احب الاذان لقول رسول الله ﷺ "اللهم اغفر للمؤذنين" وكره الامامة للضمان وما على الامام فيها، هذا نصه، والله اعلم (روضة ص ۳۱۴ ج ۱)

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اسی طرح امام رافعی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب "المحرر" میں امامت کو ترجیح دی ہے لیکن اصح قول کے مطابق اذان کو ترجیح ہے اور یہی ہمارے اکثر اصحاب شوافع کا قول ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے "الام" میں کراہت امامت کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں اذان کو پسند کرتا ہوں فرمان رسول ﷺ کی بناء پر کہ: اے اللہ مؤذنون کی مغفرت فرما، اور امامت کو ناپسند سمجھتا ہوں ضمان کی وجہ سے اور ان ذمہ داریوں کی وجہ سے جو امام پر ہے امامت میں، یہ آپ کی نص اور عبارت ہے: اما حکم المسألة فهل الاذان افضل من الامامة ام هي افضل منه فيه اربعة اوجه اصحابنا عند العراقيين والسرخسي والبغوي الاذان افضل وهو نصه في "الام" وبه قال اكثر اصحابنا قال المحاملي هو مذهب الشافعي قالوا به قال عامة اصحابنا وغلط من قال غيره وكذا قال الشيخ ابو حامد انه مذهب الشافعي وعامة اصحابنا، (المجموع ص ۷۸ ج ۳) -

بہر حال مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ کیا اذان افضل ہے امامت سے؟ یا امامت افضل ہے اذان سے؟ اس میں چار وجہ ہیں: جن میں اصح وجہ کے مطابق: عراقیین، سرخسی اور بغوی علیہم الرحمہ کے



سنت ہے عورتوں کی جماعت کے لئے اقامت نہ کہ اذان)۔ یہی حکم ہو گا منفردہ [تہاء نماز پڑھنے والی عورت] اور خنثی کا، مزید تشریح آگے مذکور ہے۔

(وَلَا يُؤْذَنُ لِلْفَائِئَةِ فِي الْجَدِيدِ وَيُؤْذَنُ لَهَا فِي الْقَدِيمِ الْأَظْهَرُ، اور اذان نہ دی جائے گی فوت شدہ) یعنی قضاء (نماز کے لئے جدید قول کے مطابق) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس قول پر دال ہے (اور دی جائے گی اس نماز کے لئے قدیم قول کے مطابق، یہ اظہر قول ہے) اس عبارت کی تشریح میں شارح فرماتے ہیں: لا تیان السنة به (انوار المسالک ص ۳۹) قول قدیم کو قول اظہر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے سنت پر عمل ہو گا۔ [وہ ہے اذان دینا] اسی کو ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے حدیث مسلم کی بناء پر۔

### قول قدیم اور جدید کی تعریف

مصر آنے سے قبل حضرت امام شافعیؒ نے تصنیفاً یا افتاءً یا املاءً جو فرمایا اسے قول قدیم کہتے ہیں، مصر آنے کے بعد آپؒ نے تصنیفاً یا افتاءً یا املاءً جو فرمایا اسے قول جدید کہتے ہیں۔ (تعليق على الاقناع)

القول القديم: هو اصطلاح اطلقه الشافعية على مقاله الامام الشافعي قبل دخوله مصر تصنيفاً أو افتاءً وقد سمي بالقديم لانه صنفه ببغداد اولاً ثم صنّف الجديد بمصر (ايضاً)

الجديد: وهو مصطلح اطلقه علماء الشافعية على اقوال الشافعي بعد دخوله مصر افتاءً أو تصنيفاً أو املاءً (ايضاً)

عراق اور مصر کے درمیان امام شافعیؒ نے جو فرمایا اسے کیا کہتے ہیں

مذکورہ صورت میں قول متاخر کو قول جدید کہتے ہیں اور قول متقدم کو قول قدیم

کہتے ہیں، واما ما وجد بين مصر والعراق فالمتأخر جديد والمتقدم قديم (مغنی المحتاج ۱/۳۱)

## عمل قولِ جدید پر ہوتا ہے مگر بعض مسائل میں قولِ قدیم پر ہے

جیسے فوت شدہ نماز کے لئے اذان کا دینا قولِ قدیم کے مطابق ہونے کے باوجود اسی کو مفتی بہ سمجھا جائے گا، اس کے متعلق مزید تشریح ان شاء اللہ آگے شارح کی عبارت سے ہوگی، اس کے علاوہ الاشباہ والنظائر میں اور بھی مسائل ہیں وہ یہ:

المسائل التي يفتي فيها على القديم بضع عشرة

ذکر ہا فی شرح الہدایہ:

مسئلة التثويب في اذان الصبح: القديم، استحبابه:

ومسئلة التباعد عن النجاسة في الماء الكثير، القديم، انه لا يشترط:

ومسئلة قراءة السورة في الركعتين الأخيرتين، القديم، لا يستحب:

ومسئلة الاستنجاء بالحجر فيما جاوز المخرج، القديم، جوازہ

ومسئلة لمس المحارم: القديم، لا ينقض

ومسئلة تعجيل العشاء القديم، انه افضل:

ومسئلة وقت المغرب - القديم امتداده الى غروب الشفق:

ومسئلة المنفر اذا نوى الاقتداء في اثناء الصلاة، القديم، جوازہ:

ومسئلة اكل الجلد المدبوغ - القديم، تحريمه:

ومسئلة تقليم اظفار الميت - القديم، كراهته:

ومسئلة شرط التحلل من الاحرام بمرض ونحوه: القديم جوازہ:

ومسئلة الجهر بالتأمين للماموم في صلاة جهرية القديم، استحبابه:

ومسئلة من مات وعليه صوم القديم يصوم عنه وليه ومسئلة الخطيبين يدي المصلي

، اذا لم تكن معه عصي، القديم، استحبابه والله اعلم (ص ۵۴۰)

ایک فوت شدہ نماز کے لئے اذان کا حکم بیان ہو اب آگے مصنف ایک سے زائد

فوت شدہ نمازیں پے در پے پڑھنا ہو تو اذان کا کیا حکم ہو گا اس کو بیان فرما رہے ہیں وہ یہ:

(فَإِنْ قَاتَتْهُ صَلَوَاتُ لَمْ يُؤْذِنْ لِمَا بَعْدَ الْأُولَىٰ وَفِي الْأُولَىٰ الْخِلَافُ، اگر مکلف سے) ایک سے زائد (نمازیں فوت ہوں) اور ارادہ کرے پے درپے پڑھنے کا (تو اذان نہ دے پہلی) نماز (کے علاوہ کے لئے) بالاتفاق (اور پہلی) نماز کے لئے اذان (کے بارے میں اختلاف ہے) تشریح شارح میں ہے: المنبى على ان الاذان حق للوقت او الصلاة والمعتمد انه حق للصلاة ولكن لم يؤذن لغير الاولى لانه لما والاها فكا نها صلا ة وواحدة، (انوار المسالك ص ۲۹) اس اختلاف کا مدار اس پر ہے کہ اذان وقت کا حق ہے یا نماز کا۔؟۔۔ معتمد قول یہ ہے کہ اذان حق ہے نماز کا لیکن پہلی نماز کے علاوہ کے لئے اذان نہ دی جائے گی اس لئے کہ وہ پے درپے نمازیں پڑھ رہا ہے اسلئے گویا یہ [یعنی ایک سے زائد نمازیں] ایک ہی نماز ہے۔

### مزید تفسی

عمل قولِ جدید پر ہوتا ہے مگر بعض مسائل میں قولِ قدیم پر ہے جیسے ایک فوت شدہ نماز کے لئے اذان کا دینا قولِ قدیم کے مطابق ہونے کے باوجود اسی کو مفتی بہ قرار دیا، اس کے بارے میں مزید تفسی الحمد للہ عبارتِ هذا: "المنبى على ان الاذان حق للوقت او الصلاة"۔۔۔؟۔۔۔ سے ہوئی۔

(وَيُقِيمُ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ، لیکن اقامت کہی جائے گی ہر ایک) فوت شدہ (نماز کے لئے) حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنا پر (وَالْفَاظُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ مَعْرُوفَةٌ وَيَجِبُ تَرْتِيبُهُمَا، اور اذان و اقامت کے الفاظ مشہور ہیں) اس لئے مصنف نے ذکر نہیں فرمائے (اور واجب) سے مراد شرط (ہے) سنت حاصل ہونے کے لئے مؤذن اور مقیم یعنی اقامت کہنے والے پر (دونوں کے الفاظ میں ترتیب) [و] شرطہ ایضا کا لاقامة [الترتيب] للاتباع، ولان تركه يوهم اللعب، فلو عكس ولو ناسيا لم يصح لیکن یعنی علی المنتظم منه، (شرح ہیتمی علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۱۹ ج ۱) اور

اذان میں اقامت کی طرح ترتیب بھی شرط ہے، حدیث کی بنا پر اور اس لئے کہ ترتیب کو چھوڑنا لہو و لعب کا وہم پیدا کرتا ہے، اگر کلماتِ اذان ترتیب کے برعکس کہے چاہے بھول سے صحیح نہ ہوں گے لیکن بنا کرے گا اذان کے ان کلمات سے جو بالترتیب کہہ چکا ہے، ترتیب کی طرح کلماتِ اذان میں موالاتہ بھی شرط ہے۔

اگر مؤذن اذان دے یا مقیم اقامت کہے گمان کرتے ہوئے مثلاً ظہر کے لئے اور واقع ہو مثلاً عصر کے وقت میں تو کوئی حرج نہیں اذان و اقامت دونوں صحیح ہوں گے۔

(فَانْ سَكَّتْ اَوْ تَكَلَّمَ فِي اَثْنَائِهِ طَوِيْلًا بَطَلَ اَذَانُهُ فَيَسْتَأْنِفُهُ وَاِنْ قَصُرَ فَلَا وَاَقْلُ مَا يَجِبُ اَنْ يُسْمِعَ نَفْسَهُ اِنْ اَذَّنَ وَاَقَامَ لِنَفْسِهِ فَاِنْ اَذَّنَ وَاَقَامَ لِجَمَاعَةٍ وَاَوْجِبُ اسْمَاعُ وَاَحَدٍ جَمِيْعَهُمَا، اگر مؤذن خاموش رہا یا اس نے بات کی دورانِ اذان زیادہ دیر تو مؤذن کی اذان باطل ہوگی لہذا وہ از سر نو اذان دے گا) یہی حکم ہو گا اقامت کا کیونکہ موالاتہ جو شرط ہے وہ شرط فوت ہوئی طویل فصل یعنی زیادہ دیر خاموش رہنے یا بات کرنے سے، (اور اگر) فصل (کم ہو) یعنی تھوڑی دیر خاموش رہا یا بات کی (تو اذان باطل نہ ہوگی) لہذا از سر نو کہنے کی ضرورت نہیں، طویل فصل اگر چہ بھول سے ہو اذان باطل ہوگی [والموالاتة] بین کلماتہا فان تر کھا و لو ناسیا بطل اذانه، ولا یضر یسیر سکوت و کلام و اغماء و نوم اذلا یخل بالا علام (ایضا ص ۲۲۰ ج ۱) اور [شرط ہے] موالاتہ کلماتِ اذان کے درمیان، اگر مؤذن اس کو ترک کرے چاہے بھول سے تو اس کی اذان باطل ہوگی، اور تھوڑی دیر خاموشی، بات، بے ہوشی اور نیند نقصان دہ نہ ہوگی [یعنی اذان صحیح ہوگی] اس لئے کہ تھوڑی دیر خاموشی وغیرہ سے اعلان میں خلل نہیں ہوتا، یہی حکم ہو گا اقامت کا، (اور کم سے کم مقدار جو واجب ہے) یعنی جس سے اذان و اقامت کی سنت حاصل ہوتی ہے، (وہ یہ کہ اگر اذان دے اور اقامت کہے اپنی ذات کے لئے،) مطلب یہ ہے کہ منفرد ہو (تو اس کی ذات) یعنی وہ خود (سن سکے) دونوں کو، (اگر اذان دے اور اقامت کہے

جماعت کے لئے تو واجب ہے کسی ایک کا مکمل اذان واقامت کو سننا) یعنی اصل سنت حاصل ہونے کے لئے اور کمال سنت حاصل ہونے کے لئے اپنی طاقت کے مطابق آواز کو بلند کرے۔

(وَلَا يَصِحُّ الْأَذَانُ قَبْلَ الْوَقْتِ، اور اذان دینا صحیح نہیں) نماز کا، (وقت) داخل ہونے (سے پہلے) کیونکہ صحت اذان کے لئے وقت شرط ہے، (شرح ہیتمی علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۱۹ ج ۱) شارح فرماتے ہیں: ولا یصح الاذان قبل دخول (الوقت) للصلاة لانه للاعلام به فلا یصح قبله بناء على انه للوقت والمعتمد خلافه وانہ للصلاة بدلیل الاذان للفائنة (فیض ۸۸ ج ۱) اور اذان دینا صحیح نہیں وقت نماز داخل ہونے سے قبل اس لئے کہ اذان وقت نماز کے اعلان کے لئے ہے لہذا وقت سے قبل صحیح نہ ہوگی بنا کرتے ہوئے اس بات پر کہ اذان وقت کے لئے ہے اور معتمد قول اس کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ اذان نماز کے لئے ہے یہی وجہ ہے کہ فوت شدہ نماز کے لئے اذان ہے۔

(إِلَّا الصُّبْحَ فَإِنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يُؤَذَّنَ لَهَا بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ مگر نماز صبح) کی اذان، (اس کا حال یہ ہے کہ جائز ہے اذان دی جائے نماز صبح کے لئے نصف رات گزرنے کے بعد) مطلب یہ ہے کہ اس نماز کا وقت شروع ہوتا ہے صبح صادق سے اگر اس سے پہلے نصف رات گزرنے کے بعد اذان دے تو جائز ہے اس کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات میں اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ ابن ام مکتوم کی اذان کو سنو، جواز کی دوسری وجہ: اذ الناس قبل الفجر مشغولون بالنوم فندب تنبيههم ليتأهبوا للصلاة اول وقتها، (شرح ہیتمی علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۱۹ ج ۱) اس لئے کہ فجر سے قبل لوگ نیند میں مشغول رہتے ہیں لہذا ان کو متنبہ کرنا مستحب ہے تاکہ لوگ اول وقت میں نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو جائے۔

(وَيُنَادِبُ الطَّهَارَةَ وَالْقِيَامَ، اور مستحب ہے) اذان واقامت کے لئے (طہارت اور کھڑا ہونا) حدیث صحیحین کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کھڑے ہو جاؤ اور اذان دو اور کھڑے ہونے کا حکم اس لئے فرمایا کہ یہ طریقہ اعلان کے لئے ابلغ ہے، (وَاسْتِقْبَالَ الْقِبْلَةِ وَالْإِلْتِفَاتُ فِي الْحَيَعَلَتَيْنِ فِي الْأُولَى يَمِينًا وَفِي الثَّانِيَةِ شِمَالًا فَيَلْوِي عُنُقَهُ وَلَا يَحْوِلُ صَدْرَهُ وَقَدَمَيْهِ اور) مستحب ہے اذان واقامت کے وقت (قبلہ کی طرف رخ کرنا) اس لئے کہ قبلہ تمام جہتوں میں اشرف ہے (اور) مستحب ہے (متوجہ ہونا حیعلتین کے وقت) پہلے حیعلہ سے مراد: حی علی الصلوٰۃ [آؤ نماز کی طرف] اور دوسرے سے مراد: حی علی الفلاح [آؤ کا میابی کی طرف] (پہلے) حیعلہ (کے وقت دائیں طرف) متوجہ ہونا ہے (اور دوسرے) حیعلہ (کے وقت بائیں طرف) متوجہ ہونا ہے، آگے مصنف التفات کا طریقہ بتلا رہے ہیں وہ یہ: مؤذن و مقیم (اپنی گردن گھمائے) حیعلتین کے وقت (اور اپنے سینہ کو) قبلہ سے (اور دونوں پاؤں کو) ان کی جگہ سے [نہ ہٹائے] اس لئے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان میں اس طرح کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیحین میں ہے، اس پر قیاس کیا گیا ہے اقامت کو۔

### حیعلتین کے وقت التفات کی وجہ

صرف حیعلتین کے وقت التفات کو اس لئے خاص کیا کہ:- ان دونوں میں آدمی کو خطاب ہے نماز میں کامیابی اور سلامتی کا اس کے برخلاف بقیہ جملوں میں یہ خطاب نہیں ہے۔ (وَيُكْرَهُ لِلْمُحَدِّثِ، وَكَرَاهَةُ الْجُنْبِ أَشَدُّ، وَفِي الْإِقَامَةِ أَغْلَظُ، اور مکروہ ہے) اذان دینا (محدث کے لئے) [محدث: یعنی جس کو وضوء کی حاجت لاحق ہو] (اور جنبی کی کراہت زیادہ سخت ہے) یعنی جنبی کا بھی اذان دینا مکروہ ہے لیکن اس کی کراہت زیادہ سخت ہے محدث کی کراہت سے (اور) جنبی کے (اقامت کہنے میں کراہت زیادہ غلیظ

(ہے) اذان دینے کی کراہت سے اقامت کے نماز سے قریب ہونے کی بناء پر، مکروہ اس حدیث کی بنا پر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا ذکر پسند نہیں کرتا مگر طہارت پر (شرح ہیتمی فی ہواشی المدنیہ ص ۲۲۱ ج ۱) اور دوسری حدیث میں ہے کہ:- اذان نہ دے مگر متوضی، (شرح ہیتمی فی ہواشی المدنیہ ص ۲۲۱ ج ۱) یہی حکم ہوگا اقامت کا، دوران اذان حدث لاحق ہو جائے تو اذان کو مکمل کرے قطع نہ کرے تاکہ لہو ولعب کا وہم پیدا نہ ہو، قطع کرے تو بناء کرے گا اگر فصل کم ہو تو ورنہ اشتناف یعنی از سر نو اذان دینا ہوگی [یہی حکم ہوگا اقامت کا] (شرح ہیتمی فی ہواشی المدنیہ ص ۲۲۱ ج ۱)

(وَأَنْ يُؤَذِّنَ عَلَى مَوْضِعٍ عَالٍ، اور) مستحب ہے مؤذن کے لئے (یہ کہ اذان دے اونچی جگہ) مثلاً منارہ (پر) [وعلی مرتفع] کمنارۃ اوسطح للاتباع ولنزیادۃ الا علام فان لم یکن للمسجد منارۃ ولا سطح فعلى بابہ ولا یسن فی الاقامة المرتفع الا ان احتیج الیہ لکبر المسجد (و) کونہ (بقرب المسجد) لا نہ دعاء الی الجماعة وہی فیہ افضل، ویکرہ الخروج منه بعدہ من غیر صلاة الا لعذر (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۲۲ ج ۱) اور [اذان دے] اونچی جگہ پر جیسے منارہ یا چھت، حدیث کی بناء پر اور اعلان میں زیادتی کے لئے، اگر مسجد کے لئے منارہ اور چھت نہ ہو تو مسجد کے دروازہ پر اذان دے اور اقامت کے لئے اونچی جگہ سنت نہیں ہے الا یہ کہ مسجد بڑی ہونے کی بناء پر اس کی ضرورت ہو [تو اقامت بھی اونچی جگہ پر کہے] اور اذان مسجد کے قریب ہو اس لئے کہ اذان دے کر جماعت کی طرف بلانا ہوتا ہے اور جماعت مسجد میں افضل ہے، اور اذان کے بعد مسجد سے نکلتا نماز پڑھے بغیر مکروہ ہے مگر عذر کی بناء پر [نکلے تو مکروہ نہیں]

(وَبِقُرْبِ الْمَسْجِدِ وَيَجْعَلُ أَصْبَعَيْهِ فِي صِمَاخَيْهِ، اور) مستحب ہے کہ اونچی جگہ (مسجد کے قریب) ہو اور مستحب ہے، کہ (مؤذن اپنی دو انگلیوں کے سرے اپنے

دونوں کانوں کے سوراخوں میں ڈالے) اس لئے کہ اس طرح کرنے سے آواز بلند ہوتی ہے اور دور والا اور بہرہ آدمی اس سے اذان پر استدلال کرتا ہے۔

### کان میں انگلی ڈال کر اذان دینے کی وجہ

حدیث میں ہے: ان رسول اللہ ﷺ امر بلال ان يجعل اصبعيه في اذنيه قال انه ارفع لصوتك: یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امر فرمایا کہ اذان دینے کے وقت اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے دونوں کانوں میں ڈال کر اذان دیا کریں فرمایا اس طرح کرنے سے تمہاری آواز بلند ہوگی، (احکام الاسلام ص ۷۸ ج ۱)

(فَيُرْتَلُّ الْأَذَانَ، اور) مستحب ہے کہ، (اذان ٹھہر ٹھہر کر دی جائے)، اذان کا ایک ایک کلمہ الگ اور بلند آواز سے کہے مگر تکبیر کے چار کلموں میں سے دو دو کلمے الگ الگ اور بلند آواز سے کہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس طرح حکم فرمایا ہے۔ (وَيُذْرَجُ الْإِقَامَةَ اور) مستحب ہے کہ (اقامت جلدی کہی جائے) اس طرح کہ حروف سمجھ میں آجائیں، اقامت کے دو دو کلمے بلند آواز سے کہے مگر آخر میں ایک کلمہ بلند آواز سے کہے، اذان میں ترتیل اور اقامت میں تدریج اس لئے مستحب ہے کہ آپ ﷺ نے

اس کا حکم فرمایا ہے (شرح ہیتمی فی ہواشی المدنیہ ص ۲۲۱ ج ۱) (وَيُشْتَرَطُ كَوْنُ الْمُؤَذِّنِ مُسْلِمًا عَاقِلًا مُمْتَرًا ذَكَرَ أَنَّ الْأَذْنَ لِلرِّجَالِ، اور شرط ہے مؤذن کے مسلمان، عقلمند، میسر اور مذکر ہونے کی اگر مردوں کے لئے اذان دینا ہو) اور اگر عورتوں کے لئے اذان دینا ہو یا اقامت کہنا ہو تو مذکر ہونا شرط نہیں لہذا اگر عورت آہستہ اذان دے تو جائز ہے، اما الاذان يندب للمرأة مطلقا فان اذنت سرها او لمثلها ابیح (شرح ہیتمی فی ہواشی المدنیہ ص ۲۱۸ ج ۱) بہر حال اذان عورت کے لئے مطلق [یعنی منفرہ اور جماعت دونوں صورتوں میں] مستحب نہیں ہے اگر اذان آہستہ دے اپنے لئے یا اپنے مانند [کسی اور مثلاً جماعت] کے لئے تو جائز قرار دیا گیا ہے۔ آہستہ یعنی: آواز کو بلند کئے بغیر

اذان دے تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے فتنہ کا خوف نہ ہو تو اگر ہو تو حرام ہے [یہی حکم ہوگا عورتوں کی اقامت کا] مذکورہ شرطیں اقامت کی بھی ہیں، کافر کی اذان و اقامت صحیح نہ ہوگی [چونکہ یہ اس کا اہل نہیں ہے] پاگل اور غیر ممیز بچہ کی بھی اذان و اقامت صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ اذان و اقامت عبادت ہے اور یہ دونوں اس کے اہل نہیں ہیں، اور مردوں کے لئے عورت کی اذان و اقامت صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ اس صورت میں مذکر ہونا شرط ہے، یہ بھی شرط ہے کہ اذان ایک ہی شخص کہے اگر ایک شخص کچھ کلمات اذان کہے اور دوسرا آکر بناء کرے یعنی اول شخص کے کہے ہوئے کلمات سے آگے کہہ کر اذان مکمل کرے تو صحیح نہ ہوگی اگرچہ دونوں کی آواز ایک دوسرے کے مشابہ ہو [یہی حکم ہوگا اقامت کا]۔ (شرح ہیتمی مع علی مختصر ج ۱ ص ۲۲۰)

اذان کا عربی میں ہونا شرط ہے: [و] کونہ (بالعربیة) فلا یصح بغیرہ (ان کان ثم من یحسنہا) والاصح کا ذکر الصلاة هذا اذا اذن لجماعة فان اذن لنفسه وهو لا یحسنہا صح وان کان هناک من یحسنہا (وعبلہ) ای یتا کد لہ ندبا (ان یتعلم) (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۲۰ ج ۱) اور اذان کا عربی میں ہونا شرط ہے، لہذا دوسری زبان میں صحیح نہیں اگر کوئی عربی میں اچھی طرح اذان دینے پر قادر ہو، اگر عربی میں اذان دینے پر کوئی بھی قادر نہ ہو تو دوسری لغت میں صحیح ہے جیسے نماز کے اذکار یہ مسئلہ جماعت کے لئے اذان دینے کی صورت میں ہے، اگر اپنے لئے اذان دینی ہو اور خود عربی میں اذان پر قادر نہیں تو دوسری لغت میں اذان صحیح ہے اگرچہ دوسرا قادر ہو، اور اس پر عربی میں اذان سیکھنا مندوب تاکیدی ہے۔

(وَنُدِبَ كَوْنُهُ حُرًّا عَدْلًا صَيِّبًا حَسَنَ الصُّوْتِ مِنْ أَقَارِبِ مُوَدَّنِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اور مستحب ہے کہ مؤذن آزاد معتبر، بلند آواز والا، اچھی آواز والا) اور (نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے مؤذنین کے رشتہ داروں میں سے ہو) آج غلامیت سے آزادی کا دور نہیں

رہا، مؤذن کا معتبر ہونا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے: (و) یسن (كون المؤذن) والمقیم (ثقة)۔۔ لانہ امین علی الوقت لیخبر بہ (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۲۲ ج ۱) اور سنت ہے مؤذن اور مقیم کا معتبر ہونا۔ اس لئے کہ مؤذن (اور مقیم) وقت کے اعتبار سے امین ہے تاکہ لوگوں کو وقت نماز کی خبر دے، بلند آواز والا ہونا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ ڈال دو اس لئے کہ وہ بلند آواز والے ہیں۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ بلند آواز اعلان کے لئے زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ (ایضاً)

اچھی آواز والا ہونا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے بیس سے زائد صحابہ کو حکم فرمایا اذان دینے کا ان میں ابو مخزومہ کی آواز آپ ﷺ کو عمدہ لگی لہذا آپ ﷺ نے ان کو اذان سکھائی، دوسری دلیل یہ ہے کہ اچھی آواز سامعین کو متوجہ کرتی ہے پھر اکثر سامعین اذان کے جواب کی طرف مائل ہوتے ہیں، (ایضاً) مؤذن کا نبی کریم ﷺ کے مؤذنون کے رشتہ داروں میں سے ہونا مستحب ہے جب کہ ایسا مؤذن موجود ہو ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آج وہ مفقود ہے۔

(يُكْرَهُ لِلْأَعْمَى، إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَهُ بَصِيرٌ، اور مکروہ ہے) اکیلا، (ناہینا کے لئے اذان دینا) اس لئے کہ دخول وقت سے متعلق مغالطہ ہو سکتا ہے (مگر یہ کہ ناہینا کے ساتھ ہینا) شخص (ہو) جو اس کو خبر دے دخول وقت کی تو اذان دینا مکروہ نہیں، جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقت صبح کے دخول کا انتظار کرتے تھے پھر جب ان کو علم ہوتا دخول وقت کا تو ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دیتے [تو ابن ام مکتوم اذان دیتے تھے] معتمد قول کے مطابق دوران اذان واقامت بلا مصلحت تھوڑی دیر کلام مکروہ ہے۔

(و) یکرہ علی المعتمد (الكلام الیسیر فیہ) وفي الإقامة حیث لم یکن فیہ مصلحة والا كان رد السلام او شمت العاطس كان خلاف السنة، نعم قد یجب

الكلام ان كان في تركه الحاق ضرر له او لغيره، ويسن له اذا عطس ان يحمد الله سرا (ايضا ص ۲۲۱ ج ۱) اور مکروہ ہے معتمد قول کے مطابق تھوڑا کلام اذان و اقامت میں جب کہ کلام کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو ورنہ (یعنی مصلحت ہو تو مکروہ نہ ہو گا اور وہ مصلحت یہ) سلام کا اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا ہو حالانکہ یہ خلاف سنت ہے (مطلب یہ ہیکہ دوران اذان و اقامت اسے سلام کرنا نہیں چاہیے کیونکہ سننے پر پھر جواب دینا ضروری ہو گا اسی طرح مؤذن اور مقيم کے سامنے چھینکنا بھی نہیں چاہیے کیونکہ سننے پر اسے جواب دینا ضروری ہو گا) ہاں (دوران اذان و اقامت) کلام واجب ہو جاتا ہے جبکہ کلام نہ کرنے سے اس کو یا اس کے علاوہ کو نقصان لاحق ہو، اور سنت ہے اس (مؤذن اور مقيم) کے لئے کہ جب چھینکے تو آہستہ "الحمد لله" کہے، اور مکروہ ہے اذان و اقامت بیٹھ کر یا سوار ہو کر پڑھنا مگر سوار مسافر کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ سواری پر سوار ہونے کی حاجت ہونے کی بناء پر لیکن اس کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ اقامت سواری سے اترنے کے بعد پڑھے، اس لئے کہ فرض نماز کے لئے اترنا ضروری ہے اس کے لئے اذان و اقامت کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرنا بھی مکروہ نہیں ہے (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۲۱ ج ۱) بے وضو اذان دینا صحیح ہے لیکن مکروہ (المجموع ص ۱۱۲ ج ۱)۔

فاسق کا اذان دینا مکروہ ہے، [وفاسقا وصبيا] لانہما غیر ما مومین (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۲۱ ج ۱) اور [مکروہ ہے] فاسق اور بچہ [مراد میزبچہ] کی اذان و اقامت اس لئے کہ یہ دونوں غیر محفوظ ہیں۔

(وَيُنَادِبُ لِسَامِعِهِ وَلَوْ جُنُبًا وَحَائِضًا أَوْ فِي قِرَائَةِ، أَنْ يَقُولَ مِثْلَ قَوْلِهِ عَقِبَ كُلِّ كَلِمَةٍ وَفِي الْحَبِيعَاتَيْنِ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ) وَفِي "الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" (صَدَقَتْ وَبَرَزَتْ) وَفِي كَلِمَتِي الْأَقَامَةِ (أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَمَهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَجَعَلَنِي مِنْ صَالِحِي أَهْلِهَا،) اور مستحب ہے اذان و اقامت، (سننے والے کے لئے

اگرچہ سننے والا (جہنی اور) سننے والی (حائضہ ہو) یا نفاس والی (یا) سامع چاہے مذکر ہو یا مونث (تلاوت قرآن) اور ذکر (میں مشغول ہو یہ کہ) وہ سامع جواب میں (کہے مؤذن) یا مقیم (کے ہر کلمہ کے بعد اسی کے مانند) کلمہ (اور دونوں حیلہ) کے جواب (میں کہے: (لا حول ولا قوة الا بالله-) اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی میں نیکی کرنے کی طاقت اور نہ برائی سے بچنے کی قوت ہے (اور الصلاة خیر من النوم) (نماز نیند سے بہتر ہے) کے جواب، (میں کہے صَدَقْتُ وَبَرَزْتُ) (تو نے سچ کہا اور نیک کام کیا۔)

(اور اقامت کے دو کلموں) قد قامت الصلاة، قد قامت الصلاة: جماعت کھڑی ہے، کے جواب میں کہے: (اقامها الله وادامها ما دامت السموات والارض وجعلني من صالحى اهلها) (اللہ نماز قائم رکھے، اسے باقی رکھے جب تک آسمانوں زمین باقی رہے اور مجھے اس کے نیک اہل میں سے بنائے) اس طرح حدیث ابو داؤد میں وارد ہے: "قد قامت الصلاة" اقامت میں دو بار ہے۔ لہذا اس سے قیاس کرتے ہوئے جواب میں بھی دو بار کہے: اقامها الله وادامها الخ۔

[و] یسن [ان یقول السامع مثل ما یقول المؤذن والمقیم] بان یجیبہ عقب کل کلمة لمافی خبر مسلم: - ان من فعل ذلك دخل الجنة، وفي رواية انه یغفر له ذنبه (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۶۴ ج ۱) اور سنت ہے کہ سامع مؤذن اور مقیم جو کہتا ہے اس کے مانند جواب میں ہر کلمہ کے بعد کہے اس بناء پر کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ: جو شخص اس طرح کرے (یعنی جواب دے) وہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔

### روایت میں تعارض اور تطبیق

تعارض: حدیث مسلم میں ہے کہ جب "حی علی الصلاة" کہے تو (جواب میں) کہے لا حول الخ، اور جب "حی علی الفلاح" کہے تو (جواب میں اسی طرح) کہے: لا حول الخ اور دوسری روایت میں ہے کہ جواب میں مؤذن کی طرح الفاظ دہرائے۔

تطبیق:- اس کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ مؤذن کی طرح لفظ "حی علی الصلاة" کے ساتھ: "لا حول ولا قوة الا بالله" بھی کہے، وذلک لقوله فی خبر مسلم: واذ قال حی علی الصلاة قال ای سامعه لا حول ولا قوة الا بالله واذ قال "حی علی الفلاح" قال ای السامع لا حول ولا قوة الا بالله (فیض ص ۹۰ ج ۱) و- فی روایة " واذ قال حی علی الصلاة قال حی علی الصلاة، واذ قال حی علی الفلاح قال حی علی الفلاح " فلا یبعد انه یسن موافقته فیہما للذلک، ثم رايت بعض اصحابنا صرح به وجعله وجهاً، ولعله من حیث ان قائله یقول بالاقتصار علیہما، ونحن لانقول به بل نقول انه یقول کلاثم یحوقل عقبہما ۱۵ کلام الایعاب (حواشی المدنیہ ص ۲۲۴ ج ۱) اور یہ (یعنی جیعلتین کے جواب میں لا حول الخ کہنا) حدیث مسلم میں فرمان رسول ﷺ کی بناء پر ہے کہ جب حی علی الصلاة کہے تو اس کو سننے والا کہے: لا حول ولا قوة الا بالله اور جب کہے حی علی الفلاح تو سننے والا کہے: لا حول ولا قوة الا بالله (ایضا) اور ایک روایت میں ہے۔ جب حی علی الصلاة کہے تو کہے حی علی الصلاة اور جب حی علی الفلاح کہے تو کہے حی علی الفلاح، بعید نہیں ہے کہ سنت قرار دیا جائے دونوں میں اس کی موافقت کو اس حدیث کی بناء پر (مطلب یہ ہیکہ حی علی الصلاة کے جواب میں یہی کلمہ دہرائے) پھر میں نے ہمارے بعض شوافع کو دیکھا کہ انھوں نے اس کی صراحت کی ہے اور اس کو وجہ بنایا ہے اور شاید اس اعتبار سے جواب دینے والا ان پر اقتصار کرتے ہوئے کہے (مطلب یہ ہیکہ صرف حی علی الصلاة اور حی علی الفلاح ہی جواب میں کہے) اور ہم (اکثر شوافع) اس طرح نہیں کہتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ دونوں کو (یعنی ہر بار "حی علی الصلاة" کے جواب میں یہی کلمہ) کہے پھر ان دونوں کے بعد: لا حول ولا قوة الا بالله (بھی) کہے یہ بحث ایعاب کی ہے۔

### اذان واقامت کا جواب کب سنت ہے؟

اذان واقامت سننے پر جواب دینا سنت ہے (چاہے الفاظ کو نہ سمجھتا ہو) اگر کوئی شخص بہر اپن (یادوری) کی وجہ سے نہ سنے تو جواب دینا سنت نہیں ہے (شرح ہیتمی فی حواشی المذنبہ ص ۲۲۴ ج ۱)

اذان واقامت کے بعض الفاظ سنائی دیں اور بعض نہ دیں تو پوری اذان واقامت کے جواب

### کا حکم

لو سمع بعضہ فقط اجاب فی الجميع (ایضا) اگر کوئی صرف بعض اذان (واقامت) سنے تو مکمل اذان (واقامت) کا جواب دے (شروع سے، چاہے صرف آخری کلمات سنے) ان لم یسمع الا آخره فانہ یجیب من اوله (حاشیہ اقناع ص ۱۳۰ ج ۱) اگر کلمات اذان (واقامت) مکمل نہ سنے مگر آخری تو جواب اذان (واقامت) کے شروع سے دیا جائے گا، اس صورت میں جواب دینا سنت ہے، لو سمع بعض الاذان یسن له ان یجیب فی الجميع (معنی ص ۱۴۰ ج ۱) اگر کچھ اذان سنے تو سنت ہے کہ پوری اذان کا جواب دے، (یہی حکم ہو گا اقامت کا)

### کسی جگہ ایک سے زائد اذانیں ہو رہی ہوں تو جواب کے متعلق حکم

ایک سے زائد اذانیں ایک ساتھ ہو رہی ہوں تو تمام کی جانب سے ایک جواب دینا کافی ہے، فَإِنْ أَدَّنُوا مَعًا كَفَّتْ إجابةً وَّاحِدَةً (تر شیخ ص ۸۸) اگر اذانیں ایک ساتھ ہو رہی ہوں تو ایک جواب دینا کافی ہے اگر مخلوط ہوں اس طور پر کہ ایک اذان کے الفاظ دوسری اذان کے الفاظ سے سبقت کر جاتے ہوں تو تمام اذانوں کا جواب دینا سنت ہے، إِذَا أَدَّنَ الْمُؤَدَّنُونَ وَ اخْتَلَطَتْ أَصْوَاتُهُمْ عَلَى السَّمَاعِ وَ صَارَ بَعْضُهُمْ يَسْبِقُ بَعْضًا افْتِي بِهِ الشَّيْخُ عَزُّ الدِّينِ أَنَّهُ يَسْتَحِبُّ إجابتهُم (تر شیخ ص ۸۸) جب اذانیں ہو رہی ہوں اور اُن کی آوازیں سامع پر مخلوط ہوں اس طور پر کہ ایک اذان کے الفاظ دوسری اذان کے



### وہ حالتیں جن میں دُعاء قبول ہوتی ہے

یہ ہیں: (۱) نماز کی اذان ہونے کے وقت (یعنی اذان سننے، اذان کا جواب دینے اور اذان کی دُعا پڑھنے کے بعد دُعا کرے) (۲) اذان اور تکبیر کے درمیان (یعنی اذان اور اقامت کے درمیان جہاں بھی موقع مل جائے دُعا کرے) (۳) جو شخص کسی مصیبت یا سختی میں گرفتار ہو وہ "حَيِّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيِّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے بعد دُعا کرے (مزید تفصیل کے لئے احقر کا دعائی رسالہ ملاحظہ فرمائیں)

### کوئی لیٹا ہو اور اذان ہو رہی ہو پھر بھی لیٹے رہنا

فَيَجُوزُ لِلسَّمَاعِ وَإِذَا كَانَ مُضْطَجِعًا أَنْ يَسْتَمِرَّ عَلَى الْإِضْطِجَاعِ وَلَا يَكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ (الحاوی للفتاوی ص ۴۵ ج ۱) اذان سننے والے کے لئے لیٹے رہنا بلا کراہت جائز ہے۔

### جواب اذان کے لئے قراءت منقطع کرنا

جواب اذان (واقامت) کے لئے تلاوت قرآن وغیرہ کو منقطع کرنا سنت ہے (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی خواشی المدنیہ ص ۲۲۵ ج ۱) (فَإِنْ كَانَ مُجَاعًا مَعًا أَوْ عَلَى الْخَلَاءِ أَوْ مُضْطَجِعًا بَعْدَ فَرَاغِهِ، أَوْ سَامِعًا) اذان کے وقت (حالت جماع میں یا بیت الخلاء یا حالت نماز میں ہو تو) اذان و اقامت کا (جواب دے اس سے) یعنی مذکورہ اعذار میں سے کسی عذر سے (فارغ ہونے کے بعد) اس لئے کہ حالت جماع اور بیت الخلاء میں کلام [یعنی جواب دینا] مکروہ ہے اور بیت الخلاء میں اللہ اور اُس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نام کا ذکر جائز نہیں ہے، حالت نماز میں بھی جواب دینا مکروہ ہے اس لئے کہ نماز جواب سے اہم ہے، اس حالت میں اگر جیعلہ یا "صدقہ و بردت" جواب میں کہے تو نماز باطل ہوگی اس لئے کہ یہ آدمی کا کلام ہے۔

اگر حالت نماز میں اذان سنے اور وقت زیادہ گزر جائے تو فارغ ہونے پر جواب اذان دینے سے متعلق حکم

مذکورہ صورت میں وقت زیادہ گزرنے کا اعتبار نہیں ہے لہذا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اذان (واقامت) کا جواب دے (وَإِنْ يُجِيبُ بَعْدَ الْجَمَاعِ وَالْخَلَاءِ، وَالصَّلَاةِ مَا لَمْ يَطْلُ الْفَصْلُ) بحثنہ غیرہ، ایضاً، وفيہ نظر وقضية كلام المجموع انه لا فرق، وما اشار اليه من ان المصلی لا يجيب هو كذلك اذ هي مكروهة له بل تبطل صلاته ان اجاب بحيلة او تشويب او صدقت وبررت لانه كلام آدمي (شرح هيتمي مع على مختصر في حواشي المدنيه ص ۲۲۵ ج ۱) اور یہ کہ (اذان واقامت کا) جواب دے جماع اور بیت الخلاء اور نماز کے بعد جبکہ طویل فصل نہ ہو (یعنی وقت زیادہ نہ گزرا ہو) اوروں نے بھی اس مسئلہ میں بحث کی ہے (مثلاً دوران اذان واقامت) حدث لا حق ہو جائے تو اذان واقامت کو مکمل کرے قطع نہ کرے اگر کرے تو بناء کرے گا فصل کم ہو تو، ورنہ استئناف کرے گا اسی طرح تفصیل اذان واقامت کا جواب دینے کے بارے میں ہوگی وہ یہ ہے کہ کم وقت گزرا ہو تو جواب دے زیادہ گزرا ہو تو جواب ساقط ہوگا) لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور مجموع کے کلام کا متقاضی یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے (یعنی حالت نماز میں اذان واقامت) سننے کے بعد چاہے وقت زیادہ گزر جائے یا کم اس سے جواب پر کوئی فرق نہیں پڑتا) وہ حکم جس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مصلی جواب نہ دے حکم یہی ہے اس لئے کہ (بجالت نماز) اس کے لئے جواب دینا مکروہ ہے بلکہ اس کی نماز باطل ہوگی اگر جواب دے حیلہ یا تشویب یا صدقت وبررت سے اس لئے کہ یہ آدمی کا کلام ہے (یہی حکم ہوگا بیت الخلاء یا جماع کی حالت میں اذان واقامت) سننے کے بعد وقت زیادہ گزرنے پر جواب دینے کا)



## حکمت سوال

ہمارے نبی محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مقام محمود پر پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا وعدہ یقینی ہے پھر اذان کے بعد کی دعا پڑھنے میں ہمارے نبی محمد ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ سے مقام محمود کا سوال کرنے میں کیا حکمت ہے۔۔؟۔ ایک حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی شرافت و عظمت کا اظہار ہو، (شرح ہیتمی فی حواشی المدنیہ ص ۲۶۶ ج ۱) دوسری حکمت یہ ہے کہ: اس میں اشارہ ہے کہ اپنے علاوہ کے لئے دعائمانگنا مستحب ہے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ:

ایصالِ ثواب کے لئے۔ مصنف نے اذان و اقامت کے بعد درود دعا پڑھنے کو مستحب فرمایا ہے لیکن کوئی شخص اقامت سے پہلے پڑھے تب بھی مسنون ہے، [قولہ بعد الفراغ من الاذان والاقامة] اما قبلهما ففي الاقامة يسن وفي الاذان لا يسن (اقتناع مع حاشیہ ص ۱۳۰ ج ۱) صاحب اقتناع کا قول کہ اذان و اقامت سے فارغ ہونے کے بعد درود دعا پڑھنا ہے بہر حال اذان و اقامت ان دونوں میں سے اقامت کے پہلے درود دعا پڑھنا مسنون ہے اور اذان سے پہلے پڑھنا مسنون نہیں۔

والله تعالى اعلم

تم بعون الله تعالى

مصنفؒ نماز سے پہلے کی مطلوبہ سنن اذان و اقامت سے فارغ ہوئے اب ان شرائط کو شروع فرما رہے ہیں جو نماز میں داخل ہونے کے بعد مطلوب ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

### (بَاب طَهَارَةِ الْبَدَنِ وَالْقَوْبِ وَمَوْضِعِ الصَّلَاةِ)

(بدن اور رکپڑے اور موضع نماز کی پاکی کا بیان)

شیخ الاسلامؒ اور ابی شجاعؒ وغیرہما نے تمام شرط نماز کو ایک ہی باب میں جمع فرمایا ہے لیکن مصنف نے تین ابواب میں وہ یہ: (۱) باب طہارۃ البدن -- الخ (۲) باب ستر العورة (۳) باب استقبال القبلة، تمام شرطوں میں: طہارت، ستر العورة اور استقبال قبلہ اہم ہونے کی وجہ سے ہر ایک کا الگ الگ باب ذکر فرمایا ہے لیکن باب الطہارۃ ان دونوں سے بھی زیادہ اہم اور اعظم ہونے کی بناء پر اس کو ان دونوں سے مقدم ذکر فرمایا۔

(و طَهَارَةُ الْبَدَنِ وَالْمَلْبُوسِ وَإِنْ لَمْ يَتَحَوَّكْ بِحَزْ كَتْبِهِ، اور پاکی) شرط ہے (بدن اور رکپڑے کی اگرچہ کپڑا حرکت نہ کرے مصلیٰ کی حرکت سے) یعنی کپڑے کا بھی پاک ہونا شرط ہے چاہے کپڑا مصلیٰ کی حرکت سے حرکت کرے یا نہ کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (سورہ مدثر آیت نمبر ۴) اور حدیث میں ہیکہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں ریح خارج ہو تو اس کو چاہیئے کہ لوٹے اور وضو کرے اور اپنی نماز کو دہرائے اور دوسری حدیث میں ہے کہ: "تنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه" تم پیشاب کی چھینٹوں سے بچو اس لئے کہ عامۃ عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے، اس حدیث میں نجاست سے بچنے کا حکم ثابت ہو اور یہ حکم نماز کے علاوہ میں واجب نہیں ہے تو نماز میں واجب ہوگا، ہاں لیکن نماز سے باہر نجاست بدن اور رکپڑے کو لگانا بغیر حاجت کے حرام ہے، (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۶۹ ج ۱)

(وَمَا يَمَسُّهُمَا وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ، اور بدن اور رکپڑے کو

چھونے والی چیز کا) پاک ہونا بھی شرط ہے (اور نماز کی جگہوں کا) پاک ہونا،

(شرط ہے نماز صحیح ہونے کے لئے) یعنی بدن، کپڑا اور ان دونوں کو چھونے والی چیز اور مواضع نماز کا پاک ہونا شرط ہے، صحت نماز کے لئے جیسا کہ مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا۔

### نماز کے لئے مکان کی صفائی اور لباس کی ستھرائی کا راز

ناپاکی اور میل سے شیاطین کو مناسبت ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہونے کے وقت شیاطین کے ساتھ مناسبت رکھنے والی اشیاء سے قطع تعلق اور کنارہ چاہئے، ورنہ حضور دل میں خلل ہوگا۔ (احکام الاسلام ص ۸۱ ج ۱) بدن میں منہ، ناک اور آنکھ کا اندرونی حصہ بھی داخل ہے (تقریرات نفیسیہ فی حواشی المدنیہ ص ۲۷۰ ج ۱) لہذا ناپاکی سے متعلق جو حکم بدن کے لئے ہے وہی حکم ان کے لئے بھی ہوگا۔

(وَلَوْ قَبِضَ طَرْفَ حَبَلٍ أَوْ رَبَطَهُ مَعَهُ وَطَرَفُهُ الْأَخْرُ مَتَّصِلٌ بِنَجِسٍ لَمْ تَصِحَّ صَلَاتُهُ وَ لَوْ تَنَجَّسَ بَعْضُ بَسَاطٍ فَصَلَّى عَلَى مَوْضِعٍ طَاهِرٍ مِنْهُ وَتَحَزَّكَ الْبَاقِي بِحَزِّ كِتْبَةٍ أَوْ عَلَى سَرِيرٍ قَوَّائِمَةٍ عَلَى نَجِسٍ وَيَتَحَزَّكَ بِحَزِّ كِتْبَةٍ صَحَّتْ صَلَاتُهُ، اور اگر مصلی رسی کے کنارہ کو پکڑے یا رسی کو اپنے ساتھ باندھے درانحالیکہ رسی کا دوسرا کنارہ متصل) یعنی ملا ہوا (ہو نجاست سے تو مصلی کی نماز صحیح نہ ہوگی) اگرچہ طرف آخر حرکت نہ کرے مصلی کی حرکت سے، اس لئے کہ مصلی ایسی چیز کو اٹھائے ہوئے ہے جو نجاست سے متصل ہے، یہی حکم ہو گا عمامہ اور ٹائی وغیرہ کا (اور اگر فرش) چٹائی (کی بعض جگہ ناپاک ہو اور مصلی نماز پڑھے فرش کی پاک جگہ پر اور باقی) یعنی ناپاک (جگہ حرکت کرے مصلی کی حرکت سے یا مصلی ایسے تخت پر نماز پڑھے جس کے قواعد ناپاک جگہ پر ہو اور وہ تختہ حرکت کرے مصلی کی حرکت سے تو مصلی کی نماز صحیح ہوگی) مذکورہ دونوں صورتوں میں اس لئے کہ وہ ان صورتوں میں نجاست کو اٹھانے والا نہیں ہے اور نماز اس وقت صحیح نہیں ہوتی جبکہ وہ نجاست کو اٹھانے والا ہو۔

قواعد: یعنی وہ چیزیں جن پر تختہ رکھا جاتا ہے جیسے چارپائی کا تختہ جن پر رکھا گیا ہے ان کو قواعد کہتے ہیں، لیکن آج قواعد کو پھینکے کہتے ہیں، حالاتِ حاضرہ کی چیزیں مثلاً قالین وغیرہ کا حکم بھی مذکورہ فرش کی طرح ہو گا۔

(وَالنَّجَاسَةُ غَيْرُ الدَّمِ إِنْ لَمْ يَدْرِكْهَا طَرَفٌ يُعْفَى عَنْهَا وَإِنْ أَدْرَكَهَا لَمْ يُعْفَ عَنْهَا إِلَّا عَنِ دَمٍ بَرَأغِيثٍ وَقَمَلٍ وَغَيْرِهِمَا مِمَّا لَا نَفْسَ لَهُ سَأَلَةَ فَيُعْفَى عَنْ قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ وَإِنْ ائْتَشَرَ بَعْرَقٍ، اور خون کے علاوہ نجاست) میں تفصیل ہے وہ یہ: (اگر آنکھ سے دیکھ نہ سکے) مثلاً پیشاب کا قطرہ بہت ہی باریک کہ وہ دیکھنے والے سے پوشیدہ رہے (تو ایسی نجاست سے درگزر کیا گیا ہے اور اگر آنکھ سے) یعنی نجاست کو (دیکھ سکے تو ایسی نجاست سے درگزر نہیں کیا گیا ہے) اس سے نماز کے لئے طہارت شرط ہے (مگر پستو اور جوں اور ان دونوں کے علاوہ وہ جانور جس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا ان کے تھوڑے اور زیادہ خون سے درگزر کیا گیا ہے اگرچہ خون پسینہ سے پھیل جائے) مطلب یہ ہے کہ پھر بھی درگزر کیا گیا ہے عموم بلوی کی بناء پر مصنف کی اس عبارت میں براغیث کے کثیر خون کی معافی صرف ملبوس کپڑے کے ساتھ خاص ہے اس کو مستثنیٰ سمجھا جائے گا جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: فدم البراغیث یعفی عن کثیرہ فی الثوب الملبوس، واما فی الثوب المفروش او لمحمول فلا یعفی الا عن قلیلہ (انوار المسالک ص ۴۱) براغیث کے کثیر خون سے درگزر کیا گیا ہے بہنے ہوئے کپڑے میں بہر حال مفروش یا محمول کپڑے میں درگزر نہیں کیا گیا ہے مگر تھوڑے خون سے وہ جانور جس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا اس کا حکم بھی براغیث کی طرح ہو گا، مذکورہ حکم خون کے علاوہ نجاست کا ہوا اب خون کا حکم بیان فرما رہے ہیں وہ یہ: (وَأَمَّا الدَّمُ وَالْفَيْحُ فَإِنْ كَانَ مِنْ أَجْنَبِيٍّ غُفِيَ يَسِيرُهُ، اور بہر حال خون اور پیپ اگر اجنبی کا ہو تو تھوڑے خون اور پیپ سے درگزر کیا گیا ہے) بچنادشوار ہونے کی بناء پر، البتہ زیادہ معاف نہیں کیونکہ اس سے بچنادشوار نہیں ہے، لیکن اجنبی کے خون یا پیپ کو اپنے بدن پر ملنا حرام ہے چاہے تھوڑا ہو۔

و کذا لو اخذدما اجنبیا و لطح به نفسه ای بدنہ او ثوبہ فانہ لا یعفی عن شئی منہ لتعدیہ بذلک فان التضمخ بالنجاسة حرام (اقتناع ص ۸۲ ج ۱) اور اسی طرح اگر اجنبی خون [اور پیپ] لے اور اسے اپنے بدن یا کپڑے پر ملے تو تھوڑا خون [اور پیپ] بھی معاف نہیں ہے اس کی اس زیادتی کی بناء پر اس لئے کہ نجاست لگا لینا حرام ہے۔

### قلیل و کثیر کا مرجع

قلیل و کثیر کا مرجع عرف ہے یعنی لوگ جسے زیادہ سمجھے وہ زیادہ اور جسے کم سمجھے وہ کم، اگر کسی چیز کے بارے میں شک ہو جائے کہ تھوڑی ہے یا زیادہ تو اس کے لئے کم کا حکم ہو گا۔ دم اجنبی سے مراد: انسان اور اس کے علاوہ کا خون اور پیپ ہے اور خود اپنا خون علیحدہ ہونے کے بعد لگ جائے۔

### مچھلی بازار میں اڑنے والے خون کے چھینٹوں کا حکم

مچھلی بازار وغیرہ میں اڑنے والے خون کے چھینٹے اگر کم ہوں تو معاف ہیں اما دم ما لہ نفس سائلۃ من ادم و سائر الحیوانات ففیہ الاقوال الثلاثہ۔ اصحہا۔ انہ یعفی عن قلیلہ و لم یكلفوا ازالۃہ للمشقة فی التحفظ منہ (المجموع ص ۱۴۲ ج ۳) جن جانوروں میں دم سائل (بہنے والا خون) ہے اس کے متعلق تین اقوال ہیں جن میں اصح قول یہ ہے کہ تھوڑا خون معاف ہے اور اس کو زائل کرنے کا مکلف نہیں بنایا گیا اس سے حفاظت میں دشواری ہونے کی وجہ سے لیکن اگر زیادہ ہو تو معاف نہیں، ما یعفی عن قلیلہ دون کثیرہ و هو دم الاجنبی (الا شباہ ص ۴۳۲) اجنبی کا تھوڑا خون معاف ہے زیادہ نہیں، خون اور پیپ ناپاک ہونے کے دلائل باب النجاسات میں ملاحظہ فرمائیں،

(وَ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُصَلَّى غَفَى عَنْ قَلِيلِهِ وَ كَثِيرِهِ سِوَاىِ خَرَجَ مِنْ بَشْرَةٍ عَصْرَهَا

او مِنْ دُمَلٍ او قِرْحٍ او فَضْدٍ او حَجَامَةٍ او غَيْرِهَا، اور اگر خون اور پیپ خود،

(مصلیٰ کا ہو تو تھوڑے اور زیادہ خون و پیپ سے درگزر کیا گیا ہے چاہے پھنسی کو دبانے سے نکلے یا پھوڑے یا زخم یا فصد یا حجامت یا ان) مذکورہ چیزوں (کے علاوہ سے) نکلے۔

### فصد اور حجامت کی تعریف

نشر چھو کر خون نکالنے کو فصد کہتے ہیں، بچھنے لگا کر خون نکالنے کو حجامت کہتے ہیں۔ شارح فرماتے ہیں مصلیٰ کا کثیر خون اور پیپ اس صورت میں معاف ہے جبکہ خود بخود نکلے اگر اس کے فعل مثلاً دبانے سے نکلے تو معاف نہیں ہو گا البتہ تھوڑا معاف ہوگا، (وان کان من المصلی عفی عن قلیله و کثیره الخ) ان کان بغیر فعله والا فلا یعفی الا عن القلیل منه (فیض ص ۹۲ ج ۱) اور اگر مصلیٰ کا ہو تو قلیل و کثیر خون اور پیپ سے درگزر کیا گیا ہے اگر مصلیٰ کے فعل کے علاوہ سے ہو، ورنہ (یعنی فعل مصلیٰ مثلاً دبانے سے ہو تو) صرف قلیل سے درگزر کیا گیا ہے۔

### تعارض اور تطبیق

مصنفؒ کی عبارت: وان کان من المصلی عفی عن قلیله و کثیره سواء خرج من بشرۃ عصرها۔ الخ اور شارحؒ کی عبارت: (وان کان من المصلی عفی عن قلیله و کثیره۔ الخ) ان کان بغیر فعله والا فلا یعفی الا عن القلیل منه (فیض ص ۹۲ ج ۱) ان دونوں عبارتوں میں تعارض ہو لہذا تطبیق اس طرح ہوگی کہ ملبوس کپڑے کی حاجت کے پیش نظر مصنف نے کثیر خون و پیپ کو بلا کسی قید الخ یعنی چاہے پھنسی کو دبا کر نکلا ہو یا بغیر دبائے معاف فرمایا ہے اور آپ کی عبارت میں لفظ "مصلی" بدرجہ اولیٰ حاجت کا متقاضی ہے جیسا کہ براغیث کا کثیر خون معاف ہے ملبوس کپڑے میں (حاجت کے پیش نظر) نہ کہ مفروش یا محمول کپڑے میں، فدم البراغیث یعفی عن کثیره فی الثوب الملبوس، واما فی الثوب المفروش او المحمول فلا یعفی الا عن قلیله (انوار المسالک ص ۴۱) اذا فرش الثوب الذی فیہ ذلک (المعفو عنہ لغیر ضرورۃ) او

حاجۃ وصلی فیہ (فیعی عن قلبہ دون کثیرہ) اذلا مشقۃ فی تجنبہ، بخلاف مالو لبسہ لغرض صحیح کتجمل فانہ یعیفی حتی عن کثیرہ، (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۴۳ ج ۱) لہذا مصنفؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ مصلی کا قلیل و کثیر خون اور پیپ جو معاف ہے وہ ملبوس کپڑے کی وجہ سے ہے ورنہ مسئلہ وہی ہے جو شارح فرماتے ہیں: کہ اگر فعل مصلی کے بغیر نکلے تو کثیر بھی معاف ہے اور اگر فعل سے نکلے تو صرف قلیل ہی معاف ہے جیسا کہ اقناع میں ہے: وعن دم نحو براغیث و دمامیل کقمل و عن فصد و حجم بمحلہما و عن روث ذباب و ان کثر ما ذکر و لو بانتشار عرق لعموم البلوی بذلک لا ان کثر بفعلہ فان کثر بفعلہ کان قتل براغیث او عصر الدم لم یعف عن الکثیر عرفا کما هو حاصل کلام الرافی و المجموع (ص ۱۱۲ ج ۱)

در گذر کیا گیا ہے براغیث و دامیل جیسی چیزوں کے خون سے جیسے قمل، فصد اور حجامت کے خون اور انکے محل سے، اور مکھی کی بیٹ سے اگرچہ مذکورہ چیزیں کثیر ہو جائیں اگرچہ پسینہ کے انتشار سے عموم بلوی کی وجہ سے ان امور میں، معاف و در گذر نہیں کیا جائیگا اگر اس کے فعل سے کثیر ہو جائے، پس اگر کثیر اس کے فعل سے ہو جیسے براغیث کو قتل کیا یا خون نچوڑا تو اگر اتنا خون نکلا کہ عرف میں کثیر کہا جائے تو معاف نہیں ہو گا جیسا کہ یہ رافی اور مجموع کے کلام کا حاصل ہے۔

(وَأَمَّا مَاءُ الْقُرُوحِ وَالنَّفَاطَاتِ إِنْ كَانَ لَهُ رَائِحَةٌ كَرِيهَةٌ فَهُوَ نَجَسٌ وَإِلَّا فَلَا،

اور بہر حال زخموں اور آبلوں کا پانی اگر اس سے بدبو آتی ہو تو وہ) یعنی پانی، (ناپاک ہے ورنہ نہیں۔) یعنی بو بھی نہ ہو یا بو ہو لیکن بدبو نہ ہو تو مذکورہ پانی ناپاک نہ ہو گا،

نفاطات: آبلوں کو کہتے ہیں جو جلنے و غیرہ کے سبب جسم پر آتے ہیں اور ان میں پانی ہوتا ہے۔ واما ماء القروح فان كان له رائحة فهو نجس وان لم يكن رائحة فهو طاهر (مہذب) اگر زخموں کے پانی سے بو آتی ہو تو ناپاک (چونکہ ناپاکی کی علت بو کا آنا ہے) ورنہ

پاک، مذکورہ ناپاک پانی کو چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ معاف قرار دیا گیا ہے (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۶۴ ج ۱) اسی طرح شارح بھی فرماتے ہیں:

(واما ماء القروح والنفطات ان كان له رائحة كريحة فهو نجس) ولكنہ یعنی عنہ، (انوار المسالك ص ۴۱) (وَلَوْ صَلَّى بِنَجَاسَةٍ جَهْلَهَا أَوْ نَسِيَهَا ثُمَّ زَاهَا بَعْدَ فَرَاغِهِ أَعَا ذَهَا، اور اگر کوئی شخص نماز پڑھے) غیر معفو عنہا، (نجاست کے ساتھ جس سے مصلی ناواقف ہو یا) واقف ہو لیکن (نجاست کو بھول گیا ہو پھر نماز سے فارغ ہو نیچے بعد نجاست نظر آئے تو نماز کو لوٹائے) لوٹانا واجب ہے وقت میں اگر باقی ہو، اور اگر وقت باقی نہ ہو تب بھی نماز کو لوٹانا واجب ہے لیکن یہ نماز قضاء شمار ہوگی، کوتاہی کی وجہ سے جو ترک طہارت سے ہوئی اور اس لئے بھی کہ یہ طہارت واجب ہے جو جھل سے ساقط نہیں ہوتی جیسے طہارتِ حدث [اس میں نسیان اور جھل کا اعتبار نہیں ہوتا]۔

### اعادہ کی تعریف

اعادہ کہتے ہیں عبادت کو وقتِ اداء میں مکمل طور پر اداء نہ کرنے کی بناء پر وقت

اداء ہی میں اس کو مکمل طور پر لوٹانا، (تیسیر الاصول ص ۱۲۲)

(او فِيهَا بَطَلَتْ، یا نماز کی حالت میں نجاست نظر آجائے تو نماز باطل ہوگی)

[کیونکہ جس طرح ترکِ طہارت کی وجہ سے فراغتِ نماز کے بعد نجاست نظر آنے پر نماز کو لوٹانا واجب ہے اسی طرح دورانِ نماز نظر آنے پر بھی نماز باطل ہوگی کیونکہ شرطِ طہارت مفقود ہے۔] (وَلَوْ أَصَابَهُ طِينُ الشَّوَارِعِ فَإِنْ لَمْ يَتَحَقَّقْ نَجَاسَتَهُ فَهُوَ طَاهِرٌ وَإِنْ تَحَقَّقَهَا عُفِيَ عَنْ قَلِيلِهِ عُرْفًا يَتَعَدَّى إِلَّا حُتِرَ مِنْهُ، اور اگر مصلی کو) جیسے نماز کے لئے جاتے وقت (راستہ کی مٹی لگ جائے اور اس کو) یعنی مصلی کو (اگر یقین نہ ہو مٹی کی نجاست کا تو وہ) یعنی مٹی (پاک ہے اور اگر) مٹی کی (نجاست کا یقین ہو تو) وہ ناپاک ہے لیکن (عرفاً) تھوڑی مٹی سے درگزر کیا گیا ہے اور عرف میں تھوڑی مٹی کہتے ہیں جس سے

پچنادشوار ہو) اگر پچناغالباً دشوار نہ ہو تو تھوڑی بھی مٹی معاف نہ ہوگی، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: ہوایا چلنے وغیرہ کی وجہ سے جس راستہ کی مٹی لگ جائے اس راستہ کی پاکی یا ناپاکی سے مٹی کے پاک یا ناپاک ہونے کا یقینی فیصلہ کرے،

(وَيَخْتَلِفُ بِالْوَقْتِ كَأَنَّ كَانَ أَيَّامَ الْأَفْطَارِ، اور) تھوڑی مٹی سے درگزر کرنا،

(مختلف ہوتا ہے وقت کے اعتبار سے جیسے کہ بارش کے دن ہوں) [یعنی مٹی کی جو مقدارِ قلیل بارش کے علاوہ دنوں میں معاف ہوگی وہ بارش کے دنوں میں نہیں ہوگی کیونکہ ان دنوں میں مٹی کم ہوتی ہے لہذا بارش کے دنوں میں مقدارِ قلیل کا اعتبار ان کے مطابق ہوگا] اسی طرح جو مقدارِ قلیل سردی کے موسم میں معاف ہوگی وہ گرمی کے موسم میں نہیں ہوگی اس لئے کہ سردی کے موسم میں مٹی کی کثرت ہوتی ہے۔ نہ کہ گرمی کے موسم میں لہذا سردی کے موسم میں پچنادشوار ہوگا بہ نسبت موسم گرما کے اس لئے گرمی کے موسم میں اس کے مطابق مقدارِ قلیل کا اعتبار ہوگا۔

(وَبِمَا ضَعِيفِهِ مِنَ الْبَدَنِ وَالشَّوْبِ اور) تھوڑی مٹی سے درگزر کرنا مختلف ہوتا

ہے، (بدن اور کپڑے کی جگہ کے اعتبار سے) لہذا جو مقدارِ قلیل کپڑے کے نچلے حصہ میں معاف ہوگی وہ بالائی حصہ میں نہیں ہوگی۔ [کیونکہ بالائی حصہ میں مٹی کم لگتی ہے] فیعفی فی الذیل والرجل فی زمن الشتاء عملاً یعفی عنہ فی الکم والید والذیل والرجل زمن الصيف (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المنذیہ ص ۲۴۳ ج ۱) درگزر کیا جائے گا جس مقدارِ قلیل سے دامن اور پاؤں میں سردی کے موسم میں اس [مقدارِ قلیل] سے درگزر نہیں کیا جائے گا آستین، اور ہاتھ میں، دامن اور پاؤں میں موسم گرما کے وقت، راستہ کی مٹی کے جو احکام مذکور ہوئیں وہی احکام راستہ کے پانی کے بھی ہوں گے (وَلَا يَعْفَى عَنْ كَثِيرِهِ، اور درگزر نہیں کیا جائے گا ناپاک مٹی کی کثرت سے) یعنی جس سے پچناغالباً دشوار نہ ہو۔

(وَمَنْ عَجَزَ عَنِ اِزَالَةِ نَجَاسَةٍ بِبَدَنِهِ اَوْ حَبَسَ فِي مَوْضِعٍ نَجِسٍ صَلَّى وَاَعَادَ، اور جو شخص عاجز ہو اپنے بدن) یا کپڑے (کی نجاست دور کرنے سے یا قید کیا گیا ہو ناپاک جگہ میں) جس کی بناء پر بدن یا کپڑے کی نجاست دور کرنا ممکن نہ ہو (تو) واجب ہے کہ (نماز پڑھے) [تا کہ قضاء نہ ہو] (اور لوٹائے) یعنی بدن یا کپڑے کی نجاست دور کرنے کی عاجزی کا عذر ختم ہونے اور قید سے رہائی کے بعد نماز کو لوٹائے [اور یہ واجب ہے] کیونکہ نجاست کے ساتھ پڑھی گئی۔

(وَيُنَحْنِي لِسُجُودِهِ بِحَيْثُ لَوْ اِذَا صَابَهَا وَيَحْرُمُ وُضْعُ الْجَبْهَةِ عَلَيْهَا، اور) ناپاک جگہ میں قید کے وقت (اپنے سجدہ کے لئے اتنا جھکے کہ اگر اس سے زیادہ جھکے تو نجاست لگ جائے اور حرام ہے پیشانی نجاست پر رکھنا) اس لئے کہ بدن کا کچھ حصہ نجاست سے لگا ہوا ہے، پیشانی لگائے گا اتنا اور حصہ نجاست سے لگے گا تو پیشانی نہ لگائے تاکہ اتنا حصہ دور رہے اور بدن سے ملنے والی نجاست کم ہو۔

(وَلَوْ عَجَزَ عَنْ تَطْهِيرِ ثَوْبِهِ صَلَّى غُرْيَانًا بِاِعَادَةِ، اور اگر عاجز ہو اپنے ناپاک کپڑے کو پاک کرنے سے تو ننگا ہو کر نماز پڑھے بغیر لوٹائے) یعنی حالتِ عریانیت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ عاجز فاقدِ السترۃ [یعنی سترہ نہ پانے والے شخص] کے مانند ہوا کیونکہ ناپاک کپڑے کا ہونا نہ ہونے کی طرح ہے لہذا وہ عاجز شخص گویا فاقدِ السترۃ ہوا،

(وَلَوْ لَمْ يَجِدْ اِلَّا حَرِيْرًا صَلَّى فِيهِ اور اگر مصلیٰ کوئی کپڑا، (نہ پائے سوائے ریشمی کپڑے کے تو اس) ریشمی کپڑے (میں نماز پڑھے) اور ایسی صورت میں یہ پہننا حرام نہ ہو گا اس لئے کہ ریشمی کپڑا پہننے کے چند اعذار میں سے ایک عذر یہ صورت بھی ہے لیکن نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتارے [ضروری ہے] چونکہ فراغتِ نماز کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہننے کا عذر ختم ہوا۔

(وَإِنْ خَفِيَ النَّجَاسَةُ فِي ثَوْبٍ وَجَبَ غَسْلُهُ كُلَّهُ وَلَا يَجْتَهَدُ، اور اگر نجاست پوشیدہ ہو کپڑے میں) مثلاً پیشاب وغیرہ خشک وغیرہ ہونے کی وجہ سے کپڑے کے کس حصہ میں لگی ہوئی ہے معلوم نہ ہو (تو واجب ہے کہ اس پورے کپڑے کو دھوئے) یقین طہارت کے لئے (اور اجتہاد نہ کرے) نجاست کی جگہ میں اس لئے کہ مذکورہ کپڑا ایک ہے اور اجتہاد کسی بھی دو چیزوں میں ہوتا ہے نہ کہ ایک چیز میں اور یہ قول معتمد ہے (فَإِنْ أَخْبَرَهُ ثِقَّةٌ بِمَوْضِعِهَا اعْتَمَدَهُ أَوْ كَرِهَ اس کو) یعنی صاحبِ ثوب کو (معتبر آدمی خبر دے) کپڑے میں بالتعین (ناپاک جگہ کی تو وہ) یعنی صاحبِ ثوب (خبر کی خبر پر بھروسہ کرے) مطلب یہ ہے کہ خبر کے مطابق عمل کرنا لازم ہو گا وہ یہ کہ خبر سے تعین شدہ صرف ناپاک جگہ کو دھوئے نہ کہ اس کے علاوہ کو۔

(وَإِنْ اشْتَبَهَ طَاهِرٌ بِمُنْتَهَسٍ اجْتَهَدَ وَإِنْ أَمَكَنَ طَاهِرٌ بِيَقِينٍ أَوْ غَسَلَ أَحَدَهُمَا، اور اگر نماز کا ارادہ کرنے والے پر پاک کپڑا مشتبہ ہو ناپاک کپڑے سے تو اجتہاد کرے) کیونکہ ایک سے زائد دو کپڑے ہیں اور اجتہاد دو چیزوں میں ہوتا ہے، (اگر چہ ممکن ہو ایسے کپڑے کا حصول جس کی پاکی یقینی ہو یا دونوں میں سے ایک کا دھونا ممکن ہو) اس صورت میں اجتہاد کرنا مستحب ہے، لیکن اگر ایسے کپڑے کا حصول جس کی پاکی یقینی ہو ممکن نہ ہو یا ایک کا دھونا ممکن نہ ہو تو اجتہاد واجب ہے۔

(مصنفؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: شبہ ہو جائے کہ یہ کپڑا پاک ہے یا وہ پھر اگر تیسرا پاک کپڑا ملنا ممکن ہو یا ان دونوں میں سے ایک کا دھونا ممکن ہو تو اجتہاد مستحب ہو گا ورنہ واجب۔)

(فَإِنْ تَخَيَّرَ صَلَّى عَزِيَانًا وَأَعَادَ إِنْ لَمْ يُمَكِّنْهُ غَسَلَ ثَوْبَهُ فَإِنْ أَمَكَنَ وَجَبَ وَإِذَا غَسَلَ مَا ظَنَّنَا نَجَسًا صَلَّى فِيهِمَا مَعًا، اگر مجتہد) اپنے اجتہاد میں (پریشان ہو) یعنی

درست بات ظاہر نہ ہو، (تو برہنہ نماز پڑھے اور لوٹائے اگر مجتہد متحیر کے لئے ممکن نہ ہو اپنا کپڑا دھونا) اجتہاد میں پریشان رہنے کی بناء پر (اور اگر ممکن ہو تو واجب ہے) کہ دھوئے اور برہنہ نماز نہ پڑھے (اور جب اس کپڑے کو دھوئے جس کے بارے میں) اجتہاد کی وجہ سے (ناپاکی کا گمان ہے تو دونوں کپڑوں میں ایک ساتھ نماز پڑھے) اس لئے کہ دونوں پاک ہے ایک دھونے کی وجہ سے اور دوسرا حکم اصل کی وجہ سے کیونکہ جب ایک کا ناپاک ہونا اجتہاد کی وجہ سے متعین ہو اس لئے اس کو دھو کر پاک قرار دیا گیا تو دوسرے کا بغیر دھوئے پاک ہونا بھی متعین ہو گیا۔

(او فی کُلِّ مُنْفَرِدًا وَّلَوْ صَلَّى بِلَا اجْتِهَادٍ فِي كُلِّ ثَوْبٍ مَرَّةً لَمْ تَصِحَّ، يَا) دونوں میں سے (کسی ایک میں) نماز پڑھے تب بھی صحیح ہوگی اس لئے کہ دونوں کپڑے اجتہاد کے مطابق پاک ہیں (اور اگر بغیر اجتہاد کے نماز پڑھے ہر ایک) الگ الگ (کپڑے میں ایک ایک مرتبہ تو) بھی (صحیح نہ ہوگی) ہر ایک مرتبہ میں ناپاک کپڑے کے وجود کا احتمال ہونے کی بناء پر [کیونکہ بغیر اجتہاد کے مصلی کے حق میں دو میں سے ایک کپڑا ناپاک ہے] (وَلَوْ خَفِيَ النَّجَاسَةُ فِي فَلَاةٍ صَلَّى حَيْثُ شَاءَ بِلَا اجْتِهَادٍ، اور اگر نجاست پوشیدہ رہے وسیع صحرا میں) مراد وہ جگہ جس پر کسی طرح کی تعمیر نہ ہو (تو جس جگہ چاہے بغیر اجتہاد کے نماز پڑھے) لیکن ایک سے زائد کئی لوگوں کو بیک وقت نماز پڑھنا ہو اور ساری جگہ نمازیوں سے محیط ہو تو مقدار نجاست جگہ کو چھوڑ کر بغیر اجتہاد کے نماز پڑھنا اس صورت میں بھی جائز ہے جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: (ولو خفيت النجاسة في فلاة صلی حيث شاء بلا اجتہاد) (لاتساعها والاتساع والضيق بالعرف فله ان یصلی فی المتسع الی ان یبقی موضع قدر النجاسة) (انوار المسالک ص ۴۲) اور اگر نجاست پوشیدہ رہے وسیع صحرا میں تو جس جگہ چاہے بغیر اجتہاد کے نماز پڑھے اس کے وسیع ہونے

کی بناء پر، وسعت اور تنگی کا مدار عرف پر ہے، مصلیٰ کے لئے [جبکہ ایک سے زائد ہوں] جائز ہے کہ نماز پڑھے وسیع جگہ میں یہاں تک کہ مقدر نجاست جگہ کو باقی رکھے۔

(اَوْ فِي اَرْضٍ صَغِيرَةٍ اَوْ فِي بَيْتٍ وَجَبَ غَسْلُ الْكُلِّ، لیکن اگر) نجاست پوشیدہ ہو (چھوٹی زمین میں) اس کا اعتبار عرفاً ہوگا، (یا) تنگ، (کمرہ میں تو واجب ہے) نماز کا ارادہ رکھنے والے پر (تمام حصوں کا دھونا) یعنی مکمل چھوٹی زمین اور تنگ کمرہ کو دھونا اس لئے کہ زمین و کمرہ کے حصوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں وجود نجاست کا احتمال ہے۔

(وَلَوْ اشْتَبَهَ بَيْنَانِ اجْتِهَادَ، اور اگر) نماز کا ارادہ رکھنے والے پر (دو) تنگ (کمرے مشتبہ ہوں) طہارت اور نجاست کے بارے میں (تو اجتہاد کرے) اور اس تنگ کمرہ میں نماز پڑھے جو اجتہاد کے مطابق پاک ہو،

(وَلَا تَصْحُ فِي مَقْبَرَةٍ عَلِمَ نَبَشَهَا وَ اِخْتِلَاطُهَا بِصَدِيدِ الْمُؤْتَى فَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ نَبَشَهَا كَرِهَتْ وَ صَحَّ، اور صحیح نہیں ہے قبرستان میں) نماز پڑھنا جن کی (قبروں کو کھودنے کا اور اس کی مٹی کے مردہ کے پیپ کے ساتھ مخلوط ہونے کا علم ہو تو) بشرطیکہ ان صورتوں میں کوئی چیز بچھائے بغیر نماز پڑھے، بچھا کر پڑھے تو صحیح ہوگی لیکن مکروہ، (اور اگر قبروں کو کھودنے کا علم نہ ہو تو) اس قبرستان میں نماز پڑھنا (مکروہ ہے لیکن صحیح ہے) [صحیح اس وجہ سے ہوگی کہ مٹی کا مردہ کے پیپ سے مخلوط ہونا یقینی نہیں] کراہت کا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

### صدید کی تعریف

پہلی تعریف: (والصدید) وهو ماء رقيق مختلط بدم او دم مختلط بقیح (شرح ہیتمی مع علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۴۳ ج ۱) صدید کہتے ہیں: پتلے پانی کو جو مخلوط ہوتا ہے خون کے ساتھ یا خون مخلوط ہوتا ہے پیپ کے ساتھ۔

دوسری تعریف: (الصدید) مص القیح المختلط بالدم (منجد الطلاب ص ۳۹۷) صدید کہتے ہیں: پیپ کو جو مخلوط ہوتا ہے خون کے ساتھ۔ اما حکم المسالۃ فان تحقق ان المقبرۃ منبوشۃ لم تصح صلاتہ فیہا بلا خلاف اذالم بیسط تحتہ شیء وان تحقق عدم نبشہا صحت بلا خلاف وہی مکروہۃ کراہۃ تنزیہ (لانہا مدفن النجا سۃ) وان شک فی نبشہا فقولان اصحہما تصح الصلاۃ مع الکراہۃ (مہذب مع المجموع ص ۱۶۳ ج ۳) متحقق اور یقینی طور پر منبوش قبر کے پاس کوئی چیز بچھائے بغیر نماز پڑھے تو صحیح نہ ہوگی اگر منبوش نہ ہونا متحقق اور یقینی ہو اور نماز پڑھے تو صحیح ہوگی لیکن مکروہ کیونکہ یہ نجاست کا مدفن ہے اور اگر منبوش ہونے میں شک ہو تو دو قول ہیں جن میں اصح قول یہ ہے کہ نماز صحیح ہوگی لیکن مکروہ۔

(وَتُكْرَهُ فِي حَمَّامٍ، اور مکروہ ہے) نماز پڑھنا (حمام میں) [پاک جگہ پر] اس لئے کہ یہ شیاطین کی پنا گاہ ہے اور نجاست سے خالی نہیں ہوتی [ناپاک جگہ پر پڑھنے سے تو نماز ہی صحیح نہ ہوگی کیونکہ طہارت شرط ہے]

(وَمَسْلُحَةٍ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (کپڑے اتارنے کی جگہ میں) اس لئے کہ یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتی (اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (راستہ میں جو عام گزر گاہ ہو) اس لئے کہ گزر گاہ ہونے کی وجہ سے دل لوگوں کی طرف مائل ہوگا [قولہ وقارعة الطريق] وہی اعلاہ و قبیلہ صدرہ و قبیل النازل منه قال فی المجموع و کله متقارب اھ و المراد نفس الطريق اھ (حاشیۃ عمدۃ السالک ص ۱۱)

مصنف کا قول "قارعة الطريق" اس سے مراد راستہ کا اعلیٰ حصہ ہے، بعضوں نے کہا درمیانی حصہ اور بعضوں نے کہا اتران والا حصہ، مجموع میں کہا ہے کہ یہ اقوال متقارب ہیں اھ صاحب حاشیہ فرماتے ہیں مراد نفس طریق ہے، لہذا قارعة الطريق کا معنی یہ ہوا: راستہ جو عام گزر گاہ ہو۔

## چند علامتوں کی پہچان

الح	مراد	الی آخرہ
۱۱	،	انتھی
۱۲	،	حد کا عدد

(وَمُزْبَلَةٌ وَمَجْزَرَةٌ، اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (گوبر ڈالنے اور جانور ذبح کرنے کی جگہ میں) [اس لئے کہ یہ جگہیں نجاست سے خالی نہیں ہوتیں] (وَكَيْسِيَّةٍ اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (نصاری) اور اسی طرح یہود (کی عبادت گاہ میں) [اس لئے کہ ان جگہوں میں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہے] اور یہ جگہیں شیاطین کی پناگاہ بھی ہیں (وَمَوْضِعِ مَكْسٍ، اور) مکروہ ہے، نماز پڑھنا (لوگوں کے اموال ناحق لینے کی جگہ میں) (علة الكراهة وجود الظلم فيه (فیض ص ۹۴ ج ۱) لوگوں کے اموال ناحق لینے کی جگہ میں کراہت نماز کی علت ظلم کا وجود ہے، لہذا مذکورہ جگہ کے علاوہ ہر ظلم کی جگہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا،

(وَأَخْمَرِ وَظَهَرَ الْكَعْبَةَ، اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (شراب کی جگہ میں) نجاست کی بناء پر (اور) مکروہ ہے، نماز پڑھنا (کعبہ کی چھت پر) قوله وظهر الكعبة ای سطحها لورود النهی عنه فی حدیث لکن سندہ لیس بقوی وقد حملہ بعضهم علی ما اذا كان علی ظهرها ولیس ثم شاخص من جزئها قدر ثلثی ذراع وحينئذ فيكون نهی تحریم لانها لا تصح فی هذه الحالة ۱۱ (حاشیۃ عمدة السالک ص ۱۱) مصنف کا قول: " وظهر الكعبة " یعنی کعبہ کی چھت پر [نماز مکروہ ہے] حدیث میں اس کی نہی وارد ہونے کی بناء پر لیکن اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور بعضوں نے اس کو محمول کیا ہے اس پر کہ جب کعبہ کی چھت پر ہو درانحالیکہ وہاں دو ثلث [یا زیادہ] کی مقدار کعبہ کا حصہ [بلند] نہ ہو تو ایسی صورت میں نہی تحریمی ہوگی اس لئے کہ اس حالت میں نماز صحیح نہیں ہوتی، (والی

قَبْرِ مُتَوِّجَهَا إِلَيْهِ اور) مکروہ ہے، (قبر کی طرف رخ کئے ہوئے) نماز پڑھنا، لحد یتھ مسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا (فیض ص ۹۴ ج ۱) حدیث مسلم کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف نماز پڑھو، اس حدیث کی بناء پر اگر نماز پڑھنا حرام کہا جائے تو بعید نہ ہوگا،

(وَاعْطَانِ الْإِبِلِ اور) مکروہ ہے نماز پڑھنا (اونٹ باندھنے کی جگہ میں) تاکہ مصلیٰ کو تشویش نہ ہو اور اس حدیث کی بناء پر کہ تم مرايض غنم [یعنی بکریوں کو باندھنے کی جگہ] میں نماز پڑھو نہ کہ اعطان ابل میں۔

(لَا مَرَا حَ غَنَمٍ وَتَحْزُمٌ فِي ثَوْبٍ وَأَرْضٍ مَغْضُوبَيْنِ وَتَصِحُّ بِالْأَثْوَابِ، نہ کہ بکریوں کو باندھنے کی جگہ میں) یعنی مکروہ نہیں ہے مذکورہ حدیث کی بناء پر، (اور حرام ہے) نماز پڑھنا (مغضوب کپڑے اور مغضوب زمین میں لیکن) حرمت کے باوجود نماز (صحیح ہوگی ثواب ملے بغیر) اس لئے کہ یہ تحریم صحت نماز کے لئے مانع نہیں ہوتی، مطلب یہ ہے کہ نماز کا فریضہ ساقط ہوگا لیکن غصب کی وجہ سے گنہگار بھی ہوگا۔

## (بَابُ سِتْرِ الْعَوْرَةِ)

## (ستر چھپانے کا بیان)

(هُوَ وَاجِبٌ بِالْإِجْمَاعِ حَتَّىٰ فِي الْخَلَوَاتِ، ستر چھپانا بالا جماع واجب ہے یہاں تک کہ تنہائی میں بھی) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ اس سے شرم و حیا کی جائے، ستر چھپانے کا امر مطلق ہونے کی بناء پر خلوت میں بھی چھپانا واجب ہے، اجماع کی تعریف ابتداء میں ملاحظہ فرمائیں (الْإِحْجَاجَةُ، مگر حاجت کی بناء پر) کھلے ستر رہنا [صرف حاجت مکمل ہونے تک] جائز ہے، ویجب ستر العورة فی غیر الصلاة ایضا ولو فی الخلوۃ الا لحاجة کا اغتسال (اقناع ص ۱۰۵ ج ۱) نماز کے علاوہ میں بھی ستر کا چھپانا واجب ہے اگرچہ خلوت میں ہو لیکن ضرورت کی بناء پر جائز ہے جیسے غسل [تکمیل ضرورت تک چونکہ عذرِ ضروری کی تکمیل سے حکم جواز ختم ہو جاتا ہے] مگر باستر ہو کر غسل کرنا افضل ہے،

(وَهُوَ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ، اور ستر چھپانا شرط ہے نماز صحیح ہونے کے لئے) جبکہ چھپانے پر قادر ہو، اس لئے کہ جب نماز کے علاوہ میں ستر چھپانا واجب ہے تو مقتضی یہ ہو کہ صحتِ نماز کے لئے بدرجہ اولیٰ شرط قرار دیا جائے، شرط کی تعریف ما قبل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(فَإِنْ رَأَىٰ فِي ثَوْبِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ خَزْفًا فَكَزْ وَبِئَاتِجَاسَةً، اگر مصلیٰ نے اپنے کپڑے میں نماز کے بعد پھٹن دیکھی) جس کی بناء پر ستر میں سے وہ حصہ دکھائی دیا جس کا چھپانا ضروری ہے (تو یہ ایسا ہوا جیسے اس نے نجاست دیکھی) نماز سے قبل پھٹن کا یا تو علم نہ ہو گا یا ہو گا لیکن نسیان ہو گیا اس حال میں نماز پڑھ لی بہر حال دونوں صورتوں میں نماز کو لوٹانا واجب ہے وقت اگر باقی ہو اور اگر باقی نہ ہو تو وقت کے بعد لیکن یہ نماز قضاء شمار ہوگی

لوٹانے کا وجوب اس وجہ سے ہے کہ ترک طہارت میں زیادتی ہوئی اور یہ بھی وجہ ہے کہ ستر چھپانا جو واجب ہے وہ جہل سے ساقط نہیں ہوتا جیسے طہارتِ حدث [اس میں نسیان اور جہل کا اعتبار نہیں ہوتا]

(وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ وَالْأَمَةُ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالزُّكْبَةِ، اور مرد) اس میں بچہ بھی داخل ہے اگرچہ غیر ممیز ہو (اور باندی کا ستر ناف اور گھٹنہ کا درمیانی حصہ ہے) حدیث بیہقی کی بناء پر کہ جب تم میں سے کوئی اپنی باندی کا اپنے غلام یا اجیر سے نکاح کر دے تو باندی اپنے آقا کے عورت [یعنی ستر] کی طرف نہ دیکھے اور ستر ناف اور گھٹنہ کے درمیان کا حصہ ہے۔

اصح قول کے مطابق ناف اور گھٹنہ ستر میں داخل نہیں ہے، (اقناع ص ۱۱۳ ج ۱) (وَعَوْرَةُ الْحُرَّةِ كُلُّ بَدَنِهَا إِلَّا الْوَجْهَ وَالْكَفَّيْنِ اور آزاد عورت کا ستر) اگرچہ بچی [غیر ممیز] ہو (اس کا پورا بدن ہے سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے) مراد پہنچوں تک کا ظاہری اور اندرونی حصہ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (سورہ نور آیت نمبر ۳۱) اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے، سنگار عرف میں خارجی اور کبھی آرائش کو کہتے ہیں جو مثلاً لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو، احقر کے نزدیک یہاں "زینت" کا ترجمہ سنگار کے بجائے "زیبائش" کیا جاتا تو زیادہ جامع اور مناسب ہوتا، زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کبھی زینت کو شامل ہے، خواہ وہ جسم کی پیدائش ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹیپ ٹاپ سے، خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے کسی کے سامنے جائز نہیں، ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی اسکے بمجوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں [بشرطیکہ

فتنہ کا خوف نہ ہو] حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کفین [ہتھیلیاں] "الا ماظہر منہا" میں داخل ہیں کیونکہ بہت سی ضروریاتِ دینی و دنیوی انکے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں اگر انکے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئیگی [اگر حقیقت میں اس کی ضرورت ہو تو ورنہ آج کل دیکھا جاتا ہے کہ محرم یا شوہر کی موجودگی میں عورت کا خریدی وغیرہ کے لئے نکلنا محض مشغلہ بن چکا ہے لہذا ضرورت کے بغیر اس طرح نکلنا حرام اور گناہ کا باعث ہوگا] اور جب یہ اعضاء مستثنی ہوئے تو انکے متعلقات مثلاً انگوٹھی، مہندی یا کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔

لیکن واضح رہے کہ "الا ماظہر منہا" سے صرف عورتوں کو بضرورت انکے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی، نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لٹایا کریں اور ان اعضاء کا نظارہ کیا کریں، شاید اسی لئے اس اجازت سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے غض بصر کا حکم مؤمنین کو سنا دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اس کو دیکھنا بھی جائز ہو، آخر مرد جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں اسی آیتِ بالا میں عورتوں کو ان کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا۔ (ترجمہ مع تفسیر عثمانی)

(وَسَوْطُ السَّاتِرِ أَنْ يَمْنَعَ لَوْنَ الْبَشَرَةَ فَلَا يَكْفِي زُجَاجٌ وَمَاءٌ صَافٍ، اور ساتر)

یعنی ستر کو چھپانے والی چیز (کی شرط یہ ہے کہ وہ چڑی کے رنگ کو چھپائے لہذا کاجل اور صاف ستھر پانی) ستر چھپانے کے لئے (کافی نہ ہوگا) اس لئے کہ ان سے چڑی کا رنگ نظر آئے گا اور ساتر کی شرط یہ ہے کہ وہ چڑی کے رنگ کو چھپائے اسی طرح مہندی، سیاہی اور ان کے مانند چیز کافی نہ ہوگی، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کو ساتر نہیں کہا جاتا (شرح ہیمنی فی حواشی المذنیہ ص ۲۷۷ ج ۱)

(وَيَكْفِي التَّطَيُّبُ وَلَوْ مَعَ وَجُودِ الثَّوْبِ وَيَجِبُ عِنْدَ فَقْدِهِ، اور کافی ہوگا) ستر چھپانے میں (مٹی سے آلودہ ہونا) اس طرح کہ بدن کو تر کر کے مٹی اس پر مل دے (کپڑا ہونے کے باوجود اور واجب ہوگا) مٹی اور اس جیسی چیز سے آلودہ ہونا (کپڑا نہ ہونے کے وقت) اور گدلا پانی جس سے چڑی کارنگ نظر نہ آئے کافی ہوگا، جبکہ رکوع و سجدہ کر سکے یہی حکم ہوگا سبز پانی کا، محلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے جیسے کہ گدلے پانی میں جنازہ کی نماز پڑھے یا جنازہ کے علاوہ نماز پڑھے اور اس کے لئے پانی میں بلا مشقت اتمام رکوع و سجدہ ممکن ہو، علامہ خطیب اور ابن حجر علیہما الرحمہ کے نزدیک اس کے لئے اس حالت میں خشکی پر عاری و ننگ ہونے کی حالت میں نماز پڑھنے کی بھی گنجائش ہے بلا اعادہ، جب پانی میں سجدہ میں مشقت ہو تو خشکی پر بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی اور امام ربلی کے نزدیک اس صورت میں اختیار ہے چاہے مذکورہ صورتوں سے پڑھے چاہے پانی میں اشارہ سے پڑھے یا سجدہ کے لئے خشکی پر آئے اور پانی کی طرف لوٹ جائے ان صورتوں میں بھی اعادہ نہیں۔ اسی طرح اگر کالج اس قسم کی ہو کہ اس سے چڑی کارنگ نظر نہ آئے کافی ہوگی۔

(وَإِنْ يَشْمَلُ الْمَسْتُوْرُ لِبَسَاءٍ فَلَوْ صَلَّى فِي خَيْمَةٍ صَدِيقَةٍ غَيْرِ يَأْتِيهَا لَمْ تَصِحَّ، اور) ساتر کی شرط (یہ) بھی ہے (کہ وہ محیط ہو چھپائی جانے والی چیز) یعنی ستر پر (بطور لباس کے) مطلب یہ ہے کہ ستر پر ملبوس ہونے کو کہا جائے، آگے مصنف اس شرط کے مفہوم پر جزئی مسئلہ بیان فرما رہے ہیں وہ یہ: (اگر کوئی شخص نماز پڑھے ننگ خیمہ میں برہنہ ہو کر تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی) اس لئے کہ ننگ خیمہ کو ملبوس نہیں کہا جاتا۔

خیمہ کا معنی لغت میں یہ ہے: گول اور مدور مکان، منڈیا یعنی چھوٹا سا چھپر کا مکان، ہر وہ گھر جو درخت کی شاخوں وغیرہ سے بنا لیا جائے، خیمہ کی جمع یہ ہے: خیم، خیم، خیمات (بیان اللسان ص ۲۶۸)

(وَيُسْتَرُّ طُالسْتُورُ مِنَ الْاَعْلَى وَالْجَوَانِبِ اور) ساتر کے لئے ستر کو (چھپانا) بھی (شرط ہے اوپر سے اور چاروں جانب سے) اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہے کوئی فرق نہیں، فلورای عورتہ من کمہ او من اعلى ثوبہ بطلت صلاتہ (انوار المسالك ص ۴۳) لہذا اگر مصلی آستین یا کپڑے کے اوپر سے اپنا ستر دیکھے تو نماز باطل ہوگی [اس لئے عورتوں کو چاہیے کہ نماز کے وقت اتنی چوڑی آستین کا کپڑا نہ پہنے کہ جس سے رفع یدین وغیرہ کے وقت کلائی کا حصہ نظر آئے کیونکہ پھر نماز باطل ہوگی اس لئے کہ سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے عورت کا پورا بدن ستر ہے] [لَا الْاَسْفَلَ نَهَ كِه نِيچے سے] یعنی نیچے سے چھپانا شرط نہیں ہے، مصنف کی عبارت میں لفظ "اعلى" سے مراد ناف کے اوپر سے لے کر سرتک اور اسفل سے مراد: گھٹنہ سے لیکر قدم کے آخر تک، آگے مصنف مذکورہ شرط کی بنیاد پر جزئی مسئلہ بیان فرما رہے ہیں وہ یہ: (فَلَوْ صَلَّى مُرْتَفِعًا بِحَيْثُ تُرَى عَوْرَتُهُ مِنْ اَسْفَلٍ اَوْ كَانَ فِي سِتْرَتِهِ حَزَقٌ فَسِتْرَتُهُ بَيْدَهُ جَازًا اِگر مصلی اونچی جگہ پر نماز پڑھے اس طور پر کہ نیچے سے) دیکھنے والے کو (مصلی کا ستر دکھائی دے) تو ایسی صورت میں نماز صحیح ہوگی، ایک یہ صوت اور دوسری یہ: (یا مصلی کے ستر میں پھٹن ہو) ایسی جگہ جس کا چھپانا ضروری ہے (لہذا پھٹن کو اپنے ہاتھ سے) تاخیر کئے بغیر (چھپائے تو جائز ہے) یعنی صحیح ہے پڑھی ہوئی نماز، اس مسئلہ میں سجدہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ربلی فرماتے ہیں: سجدہ کی رعایت کرے [مطلب پھٹن کو نہ چھپائے] ابن حجر اور خطیب علیہما رحمہ فرماتے ہیں: اختیار ہے، دوسرے فرماتے ہیں: ستر کی رعایت کرے، اس پر شیخین کا اتفاق ہے۔

(وَيُنْدَبُ لِامْرَاةٍ حَمَازٍ وَقَمِيصٍ وَمَلْحَفَةٍ عَلِيْظَةٍ وَتُجَافِيْهَا، اور مستحب ہے

عورت کے لئے) کہ نماز کے وقت پہنے (اوڑھنی)

خمار :- اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے عورت اپنا سر ڈھانکتی ہے۔ مراد: اوڑھنی اور

(اور گرتا) قمیص: اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے بدن میں پہنتی ہے اور وہ سر کی طرف سے کھلا رہتا ہے، مراد: گرتا (اور موٹی چادر اور اس) یعنی چادر (کو جدار کھے) نماز کے وقت تا کہ قیام اور جلوس وغیرہما کے وقت دشواری نہ ہو، نماز کے وقت مذکورہ تین کپڑے پہننا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ: عورت تین کپڑوں: درع، خمار اور ازار میں نماز پڑھے اور اس لئے بھی کہ نماز کے لئے زینت ہو اور ستر کی حفاظت ہو۔

(وَلِرَجُلٍ أَحْسَنُ ثِيَابِهِ، اور مرد کے لئے) مستحب ہے کہ نماز کے وقت (اپنے بہتر کپڑے) پہننا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰبَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (سورہ اعراف آیت نمبر ۳۱) اے آدم کی اولاد لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت، (ترجمہ قرآن) (وَيَتَقَمَّمْصُ وَيَتَعَمَّمْ، اور بہتر) کپڑوں کے ساتھ (قمیص پہننا اور عمامہ باندھنا) یہ بھی مستحب ہے، اس لئے کہ اس میں زینت ہے اور زینت کا آیت کریمہ میں حکم ہے (فَإِنِ اقْتَصَرَ فَثَوْبَانِ قَمِيصٍ مَعَهُ رِدَاءٌ أَوْ سَوَاتِينٍ، اگر مرد اقتصار کرے) یعنی مذکورہ تمام کپڑے نہ پہنے (تو دو کپڑے پہنے قمیص اور اس کے ساتھ چادریا) قمیص اور اس کے ساتھ (ازار یا پانچامہ) رداء: اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن کا اعلیٰ حصہ چھپائے، مراد: چادر، ازار :- اس کپڑے کو کہتے ہیں جو ناف اور گھٹنہ کا درمیانی حصہ چھپائے، اسی کے مانند تہبند ہے، (حاشیہ عمدہ ص ۱۲)

دو کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ دو کپڑے پہنے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے لئے زینت کی جائے (اقتناع ص ۱۱۳ ج ۱) (فَإِنِ اقْتَصَرَ عَلَى سِتْرِ الْعَوْرَةِ جَازًا، اور اگر اقتصار کرے ستر چھپانے پر) یعنی نماز کے لئے

صرف ناف اور گھٹنہ کا درمیانی حصہ چھپائے (تو جائز ہے) نماز صحیح ہوگی، اسی طرح عورت اگر اقتضار کرے ایک ایسے کپڑے پر جو سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے پورا بدن چھپائے جائز ہے نماز صحیح ہوگی، لیکن مرد اور عورت دونوں اکمل [یعنی سنت طریقہ] کو تر ک کرنے والے شمار ہوں گے۔

(لکن یندب لہ و وضع شیء علی عاتقہ ولو حنبلًا، لیکن مستحب ہے مرد کے لئے اپنے) بائیں (کندھے پر کوئی چیز رکھنا اگرچہ) وہ چیز (رسی ہو) یا رومال یا تولیہ ہو، روایت میں اس کا حکم وارد ہے، (ابوداؤد ص ۹۲ ج ۱) (فإن فقد ثوبًا و أمکن سننہ بعض العورة و جب، اگر مصلی کپڑا نہ پائے) کہ جس سے پورا ستر چھپا سکے (لیکن ممکن ہو) اس کے لئے (بعض ستر کا چھپانا تو واجب ہوگا) بعض ستر کا چھپانا جو ممکن ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسَعَهَا (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت [اور اختیار] میں ہو، (ترجمہ قرآن) اور میسور [یعنی بعض ستر کا چھپانا جو ممکن ہے] معسور [یعنی پورے ستر کو چھپانے والا کپڑا نہ پانے] سے ساقط نہیں ہوتا (و یسنن السؤ اتین حثمًا اور) بعض ستر کا چھپانا ممکن ہونے کی صورت میں سب سے پہلے (اگلی اور پچھلی شر مگاہ کو چھپانا لازم ہوگا) اس لئے کہ یہ بالاتفاق ستر میں داخل ہیں اور سب سے زیادہ فحش ہیں۔

سؤ اتین: تشنیہ ہے، اس کی جمع: سوءات، اور واحد: سوءة ہے اس کا معنی ہے: بُرا، یہی وجہ ہے کہ اگلی، پچھلی شر مگاہ دونوں کو سؤ اتین کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے دکھلانے والے کو بُرا شخص سمجھا جاتا ہے۔ (فإن أمکن أحدہما فقط تعین القلب، اور اگر دونوں شر مگاہوں میں سے صرف ایک) کو چھپانا (ممکن ہو تو اگلی شر مگاہ) کو چھپانے (کی تعین ہوگی) اس لئے کہ یہ دبر [یعنی پچھلی شر مگاہ] سے زیادہ فحش ہے، اور دبر غالباً سرینوں میں چھپی ہوئی رہتی ہے، اور

افتتاح میں ہے: فان لم يجد ما يكفيه ما قدم قبله وجوبا (ص ۱۱۳ ج ۱) اگر ستر [یعنی کپڑا وغیرہ] نہ پائے جو قبل اور دبر دونوں کو کافی ہو تو قبل کو مقدم کرنا [چھپانے میں] واجب ہے۔

(فَإِنْ فَقَدَهَا بِاَلْكَائِبَةِ صَلَّى عَزُ يَا نَاءً بِاَلْاِعَادَةِ فَإِنْ وَجَدَ السُّتْرَةَ فِي الصَّلَاةِ وَهِيَ بِفَرْبِهِ سَتَّرَ وَبَنَى إِنْ لَمْ يَعْدِلْ عَنِ الْقِبْلَةِ أَوْ بَعِيدَةً سَتَّرَ وَاسْتَأْنَفَ اَلْاِغْرَسْتَرَهُ) یعنی ستر (ہر اعتبار سے نہ پائے) مطلب یہ ہے کہ کسی بھی صورت میں پانے سے عاجز ہو (تو برہنہ نماز پڑھے لوٹائے بغیر) مطلب یہ ہے کہ برہنہ حالت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے اس لئے کہ مصلی ستر چھپانے سے عاجز ہے اور ستر چھپانے کی جو شرط ہے، وہ اس صورت میں ہے جبکہ قادر ہو (اور اگر سترہ نماز میں پائے اور وہ) یعنی رکھا ہوا سترہ (مصلی کے قریب ہو تو) لے لے اور ستر (چھپائے) ایسے کام کئے بغیر جو مبطل صلوة ہے (اور بناء کرے) یعنی سترہ کے بغیر پڑھی ہوئی نماز کے آگے سے بقیہ نماز سترہ کے ساتھ پوری کرے (اگر قبلہ سے اعراض نہ ہو) سترہ کو لیتے وقت (یا) یہ کہ اعراض تو نہ ہو لیکن (سترہ دور ہو) کہ اس کو لینے سے نماز باطل ہوگی (تو) بھی لیلے اور اس سے ستر (چھپالے) جتنا ممکن ہو ما قبل کی تفصیل کے مطابق (اور نماز کو شروع سے اداء کرے) [اس لئے کہ مصلی ستر چھپانے پر قادر ہو]۔

(وَتُنَادِبُ الْجَمَاعَةَ لِلْعَزَاةِ وَيَقِفُ اِمَامُهُمْ وَسَطُّهُمْ، اور مستحب ہے جماعت بنا سترہ نہ پانے والوں کے لئے) بھی اگرچہ وہ سب بیٹا ہوں، (اور ان کا امام ان کے درمیان کھڑا ہے) اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک ہی صف بنائے اگر ممکن ہو ورنہ ایک سے زائد بنائیں لیکن ایسی صورت میں ہر ایک کے لئے نگاہ نیچی رکھنا واجب ہوگا (وَإِنْ أُعْيِرَ ثَوْبًا لَمْ اَلْمَقْبُولُ فَإِنْ لَمْ يَقْبَلْ وَصَلَّى عَزُ يَا نَاءً لَمْ تَصِحَّ، اور اگر کپڑا عاریتاً دیا جائے تو مصلی پر لازم ہوگا قبول

کرنا) اس کپڑے کو (اگر قبول نہ کرے اور نماز پڑھے برہنہ تو صحیح نہ ہوگی) اس لئے کہ سترہ پر قادر ہے، اور اس نماز کا اعادہ کپڑے کے ساتھ لازم ہوگا بشرطیکہ کپڑے کا مالک عاریتہ دینے پر قائم رہے ورنہ نماز کا اعادہ کپڑے کے بغیر لازم ہوگا اور ایسی صورت میں مصلی گہنگار ہوگا کیونکہ سترہ کے ساتھ نماز پر قادر تھا لیکن قبول نہ کرنے کی بناء پر ترک سترہ میں مقصر رہا۔

**عاریت کی پہلی تعریف:** عاریت کہتے ہیں دوسرے کو کوئی چیز دینا کہ وہ عین کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اٹھائے اور بعد میں واپس کر دے (الفاظ ابی شجاع مع اقتناع ص ۳۰۲ ج ۱)

**دوسری تعریف:** قالو العاریة شرعا اباحة الانتفاع من شخص فيه اهلیة التبوع بما یحل الانتفاع به مع بقاء عینہ لیرده علی المتبرع (الفقه علی المذاهب الا ربعة ص ۲۷۱ ج ۳) فقہاء نے فرمایا: شرعاً عاریت کہتے ہیں: فائدہ اٹھانا مباح کرنا ہو ایسے شخص کا جس میں تبرع کی اہلیت ہو ایسی چیز سے جس سے فائدہ اٹھانا جائز ہو اس کے عین کو باقی رکھتے ہوئے تاکہ اس کو متبرع [احسان کرنے والے] پر واپس لوٹا دے (وان وَهَبَ لَمْ يَلْزَمَهُ الْقَبُولُ، اور اگر کوئی) مصلی کو (کپڑا ہبہ کرے تو اس کے لئے قبول کرنا لازم نہیں) اس لئے کہ اس میں احسانِ عظیم ہے یہ مسئلہ باب التیمم کے اس مسئلہ سے مخالف ہے وہ یہ کہ: مرید تیمم کے لئے کوئی انسان پانی ہبہ کرے یا بطور قرض دے تو قبول کرنا لازم ہے بشرطیکہ مالک کو اس کی حاجت نہ ہو اور پانی تلاش کرنے کے اعتبار سے وقت تنگ ہو، اس لئے کہ یہاں علت احسانِ خفیف ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ پانی کی کثرت ہونے کی بناء پر اس کو قبول کرنے میں دینے والے کا احسانِ خفیف ہوتا ہے، لہذا قبول کرنا لازم قرار دیا گیا اور کپڑا قیمتی ہونے کی بناء پر انسان اس کو سخاوت نہیں کرتا اس لئے اس میں دینے والے کا احسانِ عظیم ہوتا ہے لہذا قبول کرنا لازم نہیں قرار دیا گیا، (وَسَبَقَ فِي التَّيْمُمِ مَسَائِلُ

فَيَعُوذُ مِثْلَهَا هَهُنَا، اور تیمم کے باب میں جو مسائل گذر چکے ان کے مانند مسائل یہاں لوٹ آئینگے) جیسے باب التیمم میں یہ مسئلہ ہے کہ: اگر تیمم کے لئے کوئی پانی اور ڈول کی قیمت ہبہ کرے یا بطور قرض دے تو قبول کرنا لازم نہیں اسی کے مانند مسئلہ یہاں ہو گا وہ اس طرح کہ: اگر کوئی مصلی کو کپڑے کی قیمت ہبہ کرے یا بطور قرض دے تو قبول کرنا لازم نہیں احسانِ عظیم کی بناء پر۔

والله الموفق

تم بعون الله تعالى

## (باب استقبال القبلة)

## (استقبال قبلہ کا بیان)

قبلہ: اس لئے کہتے ہیں کہ مصلى سينه کے ساتھ قبلہ کے روبرو کھڑا ہوتا ہے، اس کو کعبہ بھی کہتے ہیں اس کے ارتفاع کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (سورہ بقرہ آیت

نمبر ۱۴۴) (اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے) یعنی کعبہ کی طرف اور اس کو مسجد الحرام اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں مقاتلہ کرنا اور شکار کرنا جانوروں کا اور درخت اور گھاس کا کاٹنا وغیرہ امور حرام ہیں اور کسی مسجد کی اتنی حرمت و عزت نہیں جس قدر مسجد الحرام کی حرمت ہے جب تحویل قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ باجماعت مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے دور کعبت بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے نماز ہی میں آپ ﷺ نے اور سب متقدموں نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دور کعبتیں پوری کیں اس مسجد کا نام مسجد القبلتین اور ذوقبلتین ہو گیا یعنی دو قبلہ والی (ترجمہ مع تفسیر عثمانی)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:- رسول اللہ ﷺ

تشریف لائے پھر آپ نے بیت المقدس کی جانب سولہ ماہ نماز پڑھی پھر آپ کا رخ کعبہ کی طرف کر دیا گیا، نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک صحابی انصار کی ایک جماعت سے گذرے تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا ہے تو صحابہ نے کعبہ کی جانب رخ کر لیا (اخرجه النسائی) (المغنی فی فقہ امام الا حمد ص ۲۵۸ ج ۱)

### نماز میں استقبال خانہ کعبہ کی وجہ

(۱) ظاہر کو باطن کے ساتھ ایک ایسا تعلق ہے کہ ظاہری ایک جہتی اختیار کرنا باطنی توجہ کو ایک طرف کر دینے میں مؤید (قوت دینے والا) ہوتا ہے اس لئے نماز میں استقبال قبلہ لازم ہوا (احکام الاسلام ص ۷۹ ج ۱)

(۲) ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جاتا ہے تو مکان والا مقصود ہوتا ہے اور اس طرف آداب و نیاز بجالانے کو ہر شخص صاحب خانہ کے لئے سمجھتا ہے جیسے اگر کسی تخت نشین کے تخت کی طرف جھک کر سلام کریں تو وہ صاحب تخت کو ہوتا ہے خود تخت کو نہیں چنانچہ لفظ بیت اللہ اس جانب مشیر بھی ہے کہ خانہ مقصود نہیں بلکہ صاحب خانہ مقصود ہے (ایضاً ص ۳۸۰ ج ۱)

(وَهُوَ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ الْأَفَى شِدَّةَ الْخَوْفِ وَنَقْلِ السَّفَرِ، اور قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط ہے نماز صحیح ہونے کے لئے) چاہے نماز فرض ہو یا نفل اس کے بغیر نماز صحیح نہ ہوگی، (مگر شدتِ خوف اور حالتِ سفر کی نفل نماز میں) شدتِ خوف جیسے مباح قتال، سیلاب آگ یا سامان کی چوری کے وقت ان کے علاوہ اور بھی کسی شدتِ خوف کے وقت قبلہ کی طرف رخ کئے بغیر چاہے پیدل یا سوار ہو کر نماز پڑھے تو صحیح ہوگی اعادہ کے بغیر، نماز چاہے فرض ہو یا نفل اس لئے کہ یہ عذر غیر نادر ہے، استقبال کے بغیر اس وقت تک نماز صحیح ہوگی جب تک کہ خوف ہو ہاں اگر امن ہو جائے تو بلا استقبال نماز کی گنجائش نہ ہوگی۔

(فَلِلْمَسَافِرِ التَّنْفُلُ رَاكِبًا وَمَا شِئَاوَانُ فَصَرَ سَفَرُهُ مَسَافِرَ كَالْمَسَافِرِ لِنَقْلِ السَّفَرِ) مقصد معلوم [یعنی متعین منزل] کے لئے سفر مباح میں (نفل پڑھنا) مراد مطلق نفل نماز (سوار ہو کر یا پیدل) اس لئے کہ آپ ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جہاں اس کا رخ ہوتا۔

اور مسند شافعی میں ہے: آپ ﷺ: اپنی سواری پر نوافل پڑھتے تھے ہر جہت میں (ص ۲۴) (اگرچہ اس کا سفر کم ہو) اس نماز کے لئے سفر طویل ہونا شرط نہیں ہے [ولا یشرط طول سفر علی المشہور لعموم الحاجة] (منہاج مع تحفة ص ۴۸۹ ج ۱) مشہور قول کے مطابق طول سفر کی شرط نہیں ہے، عموم حاجت کی بناء و الطویل: ثمانية واربعون ميلا بالهاشمی (روضہ کتاب صلاة المسافر ص ۳۸۵ ج ۱) طول سفر کہتے ہیں ہاشمی اعتبار سے اڑتالیس میل کے سفر کو (فَإِنْ كَانَ زَاكِبًا وَ أَمَكَنَ اسْتِقْبَالَهُ وَ اِتِّمَامَ الرُّكُوعِ وَ السُّجُودِ فِي مَحْمِلٍ أَوْ سَفِينَةٍ لَمْ يَكُنْ لِرَمَهُ وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْ لِرَمَهُ إِلَّا اسْتِقْبَالَ عِنْدَ التَّحَرُّمِ فَقَطُّ إِنْ سَهَّلَ بَأَنِّ كَانَتْ وَاقِفَةً وَ أَمَكَنَ انْجَرَافَهُ أَوْ تَحَرُّفِهَا أَوْ سَائِرَةً سَهْلَةً وَ زِمَامَهَا بِيَدِهِ وَ إِنْ شَقَّ بَأَنِّ كَانَتْ عَسِرَةً أَوْ مَقْطُورَةً فَلَا يُؤْمِي إِلَى مَقْصِدِهِ بِزُكُوعِهِ وَ سُجُودِهِ وَ يَجِبُ كُؤُؤُهُ أَخْفَضَ وَ لَا يَجِبُ غَايَةٌ وَ سَعِيهِ وَ لَا وَضْعُ الْجَنْبِهِةِ عَلَى الدَّابَّةِ فَلَوْ تَكَلَّفَهُ جَازًا إِنْ مَسَافَرَ سَوَارٍ هُوَ أَوْ اسَ كَلِّ لِنَسْتِقْبَالِ قِبْلِهِ أَوْ اِتِّمَامِ رُكُوعِهِ وَ سُجُودِهِ مُمْكِنًا هُوَ كَمَا هُوَ يَأْتِي فِيهِ مِنْ تَوَاسُطِهَا لَزَامٌ هُوَ (اور اگر اس کے لئے ممکن نہ ہو) مطلب یہ ہے کہ پوری نماز میں استقبال اور رکوع اور سجدہ مکمل کرنا سہولت کی بناء پر، (اور اگر اس کے لئے ممکن نہ ہو) مطلب یہ ہے کہ پوری نماز میں استقبال اور رکوع اور سجدہ مکمل کرنا یا یہ کہ ان میں سے بعض چیزیں ممکن ہوں (تو اس پر استقبال لازم ہوگا صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اگر سہولت ہو) مطلب یہ ہے کہ بصورت سہولت صرف تکبیر تحریمہ کے وقت استقبال لازم ہوگا، آگے مصنف اس صورت سہولت کو بیان فرما رہے ہیں، (اس طرح کہ سوار سواری سے کھڑا ہو اور اس کے لئے) قبلہ کی طرف (پھر جانا یا سواری کے جانور کو پھرا نا ممکن ہو یا سواری بسہولت چلنے والی ہو) یعنی اس میں اڑیل پن نہ ہو (اور اس کی لگام سوار کے ہاتھ میں ہو) تو ان تمام صورتوں میں تکبیر تحریمہ کے وقت استقبال لازم ہوگا، آگے مصنف صورت سہولت کے برعکس صورت مشقت کو بیان فرما رہے ہیں وہ یہ: (اور اگر دشوار ہو) مطلب یہ ہے کہ سوار کے لئے سواری سے قبلہ کی طرف پھر جانا یا

جانور کو پھر انا دشوار ہو، آگے مصنف صورت مشقت کی تفصیل فرما رہے ہیں۔ (اس طرح کہ سواری بمشقت چلنے والی ہو یا) بسہولت چلنے والی ہو لیکن لگام سوار کے ہاتھ میں نہ ہو اس وجہ سے کہ (اس میں اڑیل پن ہو تو) تکبیر تحریمہ کے وقت بھی استقبال (لازم نہ ہو گا) مشقت کی بناء پر (اور) اس صورت میں (اپنے سفر کے رخ کی طرف اشارہ کرے اپنے رکوع اور سجدہ کا) مطلب یہ ہے کہ حصول منزل مقصود کے لئے جس طرف سواری کا رخ ہے اس طرف رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرے (اور واجب ہے سجدہ کے لئے) رکوع سے (زیادہ جھکنا) تاکہ رکوع اور سجدہ میں فرق ہو (لیکن واجب نہیں ہے اپنی طاقت کی آخری حد تک) جھکنا بلکہ اتنا جھکنا ضروری ہے جس سے رکوع اور سجدہ میں فرق ہو (اور) مسافر پر (واجب نہیں ہے جانور پر پیشانی رکھنا لیکن اگر رکھنے کا اپنے نفس کو مکلف بنائے) مطلب یہ ہے کہ پیشانی رکھے (تو جائز ہے) اور رکھنے کی وجہ سے مسافر اکمل طریقہ پر عمل کرنے والا شمار ہو گا،

راکب کی دو قسمیں ہیں: (۱) راکب سفینة: کشتی پر سوار (۲) راکب بہیمة: جانور پر سوار (الحاوی الکبیر شرح مختصر المزنی ص ۴۷ ج ۱) مصنف علیہ الرحمہ راکب سے متعلق مسائل سے فارغ ہوئے اب ماشی سے متعلق مسائل شروع فرما رہے ہیں وہ یہ: (والماشی یرکع ویسجد علی الارض اور ماشی) یعنی بحالت سفر پیدل چلنے والا، (رکوع اور سجدہ کرے گا زمین پر) بشرط سہولت اگر ماشی مثلاً پانی میں چلے تو اوجہ وجہ کے مطابق اس کا رکوع اور سجدہ کے لئے جھکنا کافی ہو گا۔ مشقت ظاہرہ اور بدن و کپڑے کے پانی کے ساتھ آلودہ ہونے کی وجہ سے۔

(وَيَمْسِي فِي الْبَاقِيِ اور باقی) یعنی قیام، اعتدال، تشهد [اور سلام] (میں چلتا رہے گا) فتح المعین وغیرہ میں بھی اس طرح ہے: فلا يمشی الا في القيام والاعتدال والتشهد والسلام، ولا يمشی الا في قيامه ومنه الاعتدال وتشهده مع السلام بطول زمنهما (شرح علی مختصر فی حواشی المدنیہ ص ۲۸۱ ج ۱) (ولا يمشی) ای

لا يجوز له المشى (الا في قيامه وتشهده) لطولهما هذا التعليل يفيد المشى في الا  
اعتدال دون الجلوس بين السجدين (منهاج مع شرح محلى، حاشیہ عمیرہ فی  
حاشیتان ص ۱۳۴ ج ۱) اور نہ چلے یعنی ماشی کے لئے جائز نہیں ہے چلنا مگر قیام اور تشہد  
(اسی طرح سلام، حاشیہ قلیوبی) میں ان دونوں کا طویل ہونے کی بناء پر۔ صاحب حاشیہ  
عمیرہ فرماتے ہیں: یہ تعلیل فائدہ دیتی ہے چلنے کا اعتدال میں (بھی) نہ کہ دو سجدوں کے  
درمیان کی بیٹھک میں۔

(وَيُسْتَرَطُّ الْأَسْتِقْبَالُ فِي الْأَحْرَامِ وَالزُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فَقَطُّ، اور شرط قرار  
دیا گیا ہے) مسافر ماشی کے حق میں (استقبال) قبلہ کی طرف رخ کرنا (صرف تکبیر تحریمہ  
رکوع اور سجدہ میں) اور جلسہ (یعنی دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک) میں [واستقبال  
فيهما وفي تحرم] وجلوس بين السجدين (قرة العين مع فتح المعين) اور  
[مسافر ماشی] استقبال کرے رکوع، سجدہ اور تکبیر تحریمہ اور دو سجدوں کے درمیان کی  
بیٹھک میں [وان كان] المسافر [ماشیا استقبال فی الاحرام والركوع والسجود  
والجلوس بين السجدين] (مختصر مع شرح هبتمی فی حواشی المدنیہ ص  
۲۸۱ ج ۱) اور اگر مسافر پیدل ہو تو قبلہ کی طرف رخ کرے تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ  
ہ اور دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں [ویستقبل فيهما وفي احرامه] وجلوسه بين  
السجدين وجوبا (منهاج مع تحفة المتحاج ص ۴۹۲ ج ۱) اور استقبال واجب ہے  
رکوع، سجدہ تکبیر تحریمہ اور دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں [والاظهر ان الماشی  
یتمر ركوعه وسجوده ويستقبل فيهما وفي احرامه]۔ ومثله الجلوس بين السجدين  
(منهاج مع حاشیہ قلیوبی فی حاشیتان ص ۱۳۴ ج ۱) اور اظہر قول کے مطابق یہ ہے  
کہ ماشی اپنا رکوع اور سجدہ پورا کرے گا اور استقبال کرے گا ان دو میں اور تکبیر تحریمہ او  
راس کے مانند دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں۔

(وَيُشْتَرَطُ دَوَامُ سَفَرِهِ، اور شرط قرار دیا گیا ہے مسافر کا سفر) نماز مکمل ہونے تک (جاری رہنا) چاہے سوار ہو یا پیدل [اس عبارت سے متعلق وضاحت آگے مذکور ہے] بیشتر ط ترک الافعال التي لا يحتاج اليها فان ركض الدابة للحاجة فلا بأس و كذلك الوضوء بها او حرك رجله لتسيير فلا بأس ان كان للحاجة قال المتولى فان فعله لغير حاجة لم تبطل صلاته ان كان قليلا فان كثر بطلت ولو اجراها لغير عذر او كان ماشيا فعدا بلا عذر قال البغوي بطلت صلاته على اصح الوجهين (شرح مهذب ص ۲۴۰ ج ۳) [مسافر کے لئے] شرط ہے ان افعال کو ترک کرنا جن کی حاجت نہ ہوں اگر حاجت کی بناء پر جانور کو ایڑ لگائے تو کوئی حرج نہیں اور اسی طرح اگر جانور کو مارے یا اپنے پاؤں سے حرکت کرے آسانی کے لئے تو کوئی حرج نہیں اگر حاجت کی بناء پر ہو متولی نے کہا اگر حاجت کے بغیر کرے تو نماز باطل نہ ہوگی اگر (حرکت) قلیل ہو اور اگر کثیر ہو تو باطل ہوگی اور اگر بنا عذر جانور کو دوڑائے یا پیدل ہو اور بنا عذر دوڑے تو بغوی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی نماز باطل ہوگی دو وجہوں میں سے صحیح وجہ کے مطابق،

(وَلِزُومِ جِهَةِ مَقْصِدِهِ الْإِلَآئِي الْقِبْلَةِ) اور شرط قرار دیا گیا ہے (مسافر کے لئے سفر کے رخ کو لازم پکڑنا مگر قبلہ کی طرف) مطلب یہ ہے کہ ترک استقبال کی حالت میں سفر کے رخ کو لازم پکڑنا ہے کسی اور جہت کی طرف موڑنا جائز نہیں ہاں اگر قبلہ کی طرف رخ موڑ دے تو جائز ہے، سفر کے رخ سے اپنا رخ قبلہ کے علاوہ جہت کی طرف پھیر دے "عالماءً مختاراً" تو نماز باطل ہوگی (اقتناع ص ۱۱۶ ج ۱) "اور شرح میں "عامدا اور عالما" یہ دو قید ہیں "اگر بھولے سے یا غلطی یا جانور کے اڑیل پن کی وجہ سے قبلہ کے علاوہ جہت کی طرف رخ پھیر دے اور زیادہ دیر اسی حالت پر رہے تو نماز باطل ہوگی ورنہ یعنی زیادہ دیر سے قبل ہی اپنا رخ قبلہ کی طرف کرے تو نماز باطل نہ ہوگی لیکن سنت ہے کہ ایسی صورت میں سجدہ سہو کرے اور یہی قول معتمد ہے، (ایضا) آگے مصنف اشترط دوام سفر کی بنیاد پر جزئی مسئلہ بیان فرما رہے ہیں۔

(فَإِنْ بَلَغَ فِي أَثْنَانِهَا مَنْزِلَهُ أَوْ مَقْصِدَهُ أَوْ بَلَدًا أَوْ نَوَى الْإِقَامَةَ بِهِ وَجَبَ ائْتِمَامُهَا بِرُكُوعٍ وَسُجُودٍ وَاسْتِقْبَالٍ عَلَى الْأَرْضِ أَوْ ذَائِبَةٍ وَاقْفَةٍ، اگر مسافر دورانِ نماز اپنے منزل یا مقصود مقام پر یا کسی شہر میں پہنچے اور شہر میں اقامت کی نیت کرے تو نماز کو مکمل کرنا واجب ہو گا زمین پر رکوع اور سجدہ کے ساتھ اور قبلہ رو ہو کر یا کھڑے ہوئے جانور پر اشارے سے قبلہ رو ہو کر) مطلب یہ ہے کہ مذکورہ تینوں صورتوں میں باقاعدہ قبلہ رو ہو کر بقیہ نماز مکمل کرنا ضروری ہے کیونکہ سفر منقطع ہونے کی بناء پر مسافر پر وہ چیزیں لازم ہوتی ہیں جو مقیم پر لازم ہیں مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی دونوں صورتوں میں جو متقارب ہیں داخل ہونے سے ہی مقیم ہو گیا ان کے علاوہ تیسری صورت میں کسی شہر وغیرہ میں داخل ہو کر اقامت کی نیت سے مقیم ہوا، مقیم ہونے کی صورت میں بقیہ نماز سواری پر مکمل کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، مصنفؒ جواز کی طرف گئے ہیں لیکن صحیح اور منصوص وجہ کے مطابق مقیم کے لئے جائز نہیں ہے ماشی یا راکب ہو کر نفل نماز پڑھنا۔

فی تنفل الحاضر اربعة اوجه الصحيح المنصوص الذى قاله جمهورنا صحابنا المتقدمين لا يجوز للماشى ولا للراكب بل لناقلته حكم الفريضة فى كل شئى غير القيام فانه يجوز التنفل قاعدا (شرح مذهب ص ۲۳۹ ج ۳) مقیم کی نماز نفل کے بارے میں چار وجہ ہیں جن میں صحیح اور منصوص وجہ جس کے قائل ہمارے جمہور متقدمین اصحاب ہیں جائز نہیں ہے مقیم ماشی اور راکب کے لئے نفل پڑھنا پیدل اور سوار ہو کر بلکہ اس کے نفل کے لئے فرض کا حکم ہے ہر چیز میں سوائے قیام کے اس لئے کہ مقیم کے لئے نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، اس سے متقارب عبارت روضہ میں ہے: يجوز التنفل ما شيا وعلى الراحلة سائرة الى جهة مقصده فى السفر الطويل، وكذا القصير، على المذهب، ولا يجوز فى الحضر على الصحيح، بل لها فيه حكم الفريضة فى كل

شیء، الا للقیام، (ص ۲۱۰ ج ۱) فلو وصل المنزل فی خلال الصلاة اشترط اتمامها الی القبلة متمکنا، وینزل ان کان راکبا، وکذا لو وصل مکان اقامته وجب علیه النزول و اتمام الصلوة مستقبلا باول دخول البیان و حکم نية الاقامة کحکم من وصل منزل اقامته، واللہ اعلم، (کفاية الاخيار ص ۱۹۵ ج ۱) فلو بلغ المنزل فی خلال صلاته اشترط اتمامها الی القبلة متمکنا وینزل ان کان راکبا ویتتم الارکان (المجموع ص ۲۳۸ ج ۳) اگر دوورانِ نماز منزل پر پہنچے تو [بقیہ] نماز مکمل کرنا شرط ہے قبلہ رخ ہو کر اور اترے اگر سوار ہو اور ارکان مکمل کرے، فلو بلغ المنزل فی خلال الصلاة و جب اتمام الصلاة متمکنا متوجها الی القبلة وینزل ان کان راکبا (فتح العزیز شرح الوجیز) گاؤں یا شہر میں داخل ہونے سے مسافر مقیم ہوتا ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اظہر قول کے مطابق صرف داخل ہونے سے مقیم نہیں ہوتا (روضۃ ص ۲۱۴ ج ۱) اگر مسافر دورانِ سفر شہر میں داخل ہو اور اقامت کی نیت نہ کرے لیکن اپنی سواری پر کسی عذر سے انتظار میں ٹھہرا ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے سواری پر ہی نماز مکمل کرنا جائز ہے لیکن پوری نماز میں استقبال قبلہ جب تک وہ کھڑا ہے شرط ہے (المجموع ص ۲۳۹ ج ۳)

(وَمَنْ حَضَرَ الْكَعْبَةَ لِرَمَةِ اسْتِقْبَالِ عَيْنِهَا، اور جو شخص کعبہ کے پاس نماز پڑھے اس پر لازم ہے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا) مطلب یہ ہے کہ جس طرف کعبہ ہے اس طرف پورے سینے کے ساتھ رخ ہو، فان کان بحضرة البيت لزمه التوجه الی عینه لماروی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ دخل البيت ولم یصل وخرج و رکع رکعتین قبل الکعبۃ وقال هذه القبلة (مہذب فی المجموع ۱۹۱ ج ۳) اگر بیت اللہ [کعبہ] کے پاس نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر لازم ہے عین بیت اللہ کی طرف رخ کرنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روایت کی بناء پر کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز نہیں پڑھی اور باہر تشریف لائے اور دو رکعتیں ادا کیں کعبہ کے سامنے اور فرمایا یہ کعبہ ہے۔

( فَلَوْ اسْتَقْبَلَ الْحَجْرَ اِذَا حَجَرَ ) ( کی طرف رخ کرے )  
 درانحالیکہ کعبہ کا رخ نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی، ولو استقبال الحجر۔ ولم يستقبل الكعبة  
 فوجهان مشهوران، واصحهما بالاتفاق لاتصح صلاته لان كونه من البيت مظنون  
 غير مقطوع به (شرح مہذب ص ۱۹۲ ج ۳) اور اگر حجر کی طرف رخ کرے اور کعبہ کی  
 طرف نہ ہو تو [اس مسئلہ میں] دو وجہ مشہور ہیں ان میں اصح وجہ کے مطابق بالاتفاق نماز  
 صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ حجر کے حصہ کا بیت اللہ ہونا مظنون ہے قطعی نہیں ہے (أو حَوَجَّ  
 بَعْضُ بَدَنِهِ عَنْهَا لَمْ تَصِحَّ، یا مصلی کے سینہ کا بعض حصہ کعبہ کے رخ سے نکل جائے تو نماز  
 صحیح نہ ہوگی) شرط ہونے کی بناء پر اور وہ شرط ہے پورے سینہ کے ساتھ کعبہ کی طرف رخ  
 کرنا، مصنف کی عبارت میں لفظ "بدن" سینہ کے معنی میں ہے، اس لئے کہ اعضاء بدن میں  
 سے دوسرے حصہ کا کعبہ کی رخ سے نکلنا نماز کو باطل نہیں کرتا۔

آگے مصنف اس مذکورہ مسئلہ سے مستثنی صورت کو بیان فرما رہے ہیں وہ یہ: (الآن  
 يَمْتَدَّ صَفَّ بَعِيدٍ فِي آخِرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَلَوْ قَرِبُوا الْحَجَّ بَعْضُهُمْ فَإِنَّهُ يَصِحُّ لِلْكَلِّ، مگر  
 یہ کہ صف بعید طویل ہو مسجد حرام کے آخر میں اگر صف بعید کعبہ سے قریب ہو جائے تو ان  
 میں سے بعض) کعبہ کے رخ سے سینہ کے ساتھ (نکل جائیں تو یہ فعل ان سب کے لئے صحیح  
 ہے) اس صورت میں سب کی نماز درست ہے، شارح فرماتے ہیں لانه كلما بعد الشخص  
 عنها اتسع نطاق جهتها، فلو بلغ الصف الذي هو بعيد عنها ما بين المشرق والمغرب  
 لم يلزمه الاستقبال الجهة التي هي فيها (انوار المسالك ص ۴۵) اس لئے کہ آدمی  
 کعبہ سے جتنا زیادہ دور ہوتا جائیگا اس کی جہت اتنی ہی وسیع ہوتی جائے گی، اگر صف بعید  
 مشرق سے مغرب تک ہو تو فقط اس جہت کا رخ لازم ہو گا جس میں کعبہ ہے۔

مجموع میں ہے:- ولو وقف الامام بقرب الكعبة والمأمون خلفه مستد  
 یرین بالكعبة جاز ولو وقفوا فی آخر المسجد وامتد صف طویل جاز وان وقف بقربه

وامتد الصف فصلاة الخارجین عن محاذة الكعبة باطله (ص ۱۹۳ ج ۳) اور اگر امام کعبہ کے قریب کھڑا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے کعبہ کا دائرہ بنا کر کھڑے ہوں تو جائز ہے اور اگر مسجد حرام کے آخر میں کھڑے ہوں اور صف طویل ہو تو بھی جائز ہے لیکن اگر کوئی امام کے قریب کھڑا ہو اور صف طویل ہو تو کعبہ کے محاذات [یعنی عین کعبہ] سے نکلنے والوں کی نماز باطل ہوگی، مذکورہ حکم ہوا کعبہ سے باہر نماز پڑھنے کا۔

اب آگے مصنفؒ کعبہ کے اندر پڑھنے کا حکم بیان فرما رہے ہیں: (وَمَنْ صَلَّى دَاخِلَ الْكُعْبَةِ وَاسْتَقْبَلَ جِدَارَهَا أَوْ بَابَهَا الْمَزْدُودَ أَوْ الْمَفْتُوحَ وَعَبْتَهُ ثَلَاثًا ذِرَاعٍ تَقْرِيبًا صَاحٍ وَالْأَفْلَاحِ) اور جو شخص کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھے اس کے دیوار کی طرف رخ کرتے ہوئے) فالمصلی فی جوف الكعبة یتقبل ای جدار شاء۔ الخ (الوجیز فی المجموع ص ۲۱۹ ج ۳) نمازی کعبہ کے اندر جس دیوار کی طرف چاہے رخ کرے (یا اس کے بند دروازہ کی طرف) رخ کرتے ہوئے نماز پڑھے اس لئے کہ بند رہنے کی صورت میں دروازہ کعبہ کا ایک جزء ہوتا ہے اگرچہ اس کی چوکٹ بلند نہ ہو، کیونکہ جزء کی طرف بھی رخ کرنا کافی ہوتا ہے (یا اس کے کھلے دروازہ کی طرف) رخ کرتے ہوئے نماز پڑھے (در انحالیکہ اس) کھلے دروازہ (کی چوکٹ زمین سے ایک ذراع کے تقریباً دو تہائی) یا اس سے زیادہ (مقدار بلند ہو تو) مذکورہ تمام صورتوں میں پڑھی ہوئی نماز (صحیح ہے) اس لئے کہ دو تہائی یا زیادہ بلند ہونے کی صورت میں مصلی مستقبل شمار ہوتا ہے (ورنہ) یعنی دو تہائی مقدار سے کم بلند ہوا در نماز پڑھے تو (صحیح نہیں ہے) اس لئے کہ ایسی صورت میں مصلی غیر مستقبل شمار ہوتا ہے، ذراع سے مراد آدمی کے ہاتھ کی کہنی سے انگلی تک کا حصہ ہے والمراد بالذراع ذراع الادمی (شرح محلی علی منهاج فی حاشیہ قلبیوی و عمیرہ ص ۴۰ ج ۱) یعنی ذراع سے مراد آدمی کا ذراع ہے، کعبہ کے اندر فرض اور نفل دونوں صحیح ہیں، امام نوویؒ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے فرمایا کعبہ کے اندر نفل پڑھنا افضل ہے بہ نسبت

باہر پڑھنے کے، اور فرض کعبہ کے اندر پڑھنا افضل ہے اگر باہر جماعت ملنے کی امید نہ ہو تو ورنہ باہر پڑھنا افضل ہے، (روضہ ص ۲۱۴ ج ۱) اس لئے کہ ذاتِ عبادت سے متعلق افضلیت اولیٰ ہے محل سے متعلق افضلیت سے۔ (حاشیہ الجمل ص ۳۲۰ ج ۱)

### تعارض اور تطبیق

روی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ "دخل البيت ولم يصل وخرج ورکع رکعتین قبل الکعبة وقال هذه القبلة" (مہذب) و قوله دخل البيت ولم يصل قدر وی بلال انه ﷺ صلی فی الکعبة" رواه البخاری ومسلم واخذ العلماء بروایة بلال لانها زيادة ثقة ولا نه مثبت فقدم علی النافی ومعنی قول اسامہ لم يصل لم اره صلی وسبب قوله ان النبی ﷺ دخل الکعبة هو وبلال واسامہ و عثمان بن شیبہ واغلق الباب وصلى فلم يره اسامه لا غلاق الباب ولا شغاله بالدعاء والخضوع (شرح مہذب ص ۱۹۱ ج ۳) امام نووی فرماتے ہیں مصنف کا قول کہ آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز نہیں پڑھی لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے "کعبہ میں نماز پڑھی" (اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)۔ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت بلال رضی اللہ عنہ کو لیا ہے اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور مثبت ہے لہذا اس کو مقدم کیا گیا ہے نافی پر، اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ آپ ﷺ نے نماز نہیں پڑھی مطلب یہ ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ، حضرت بلال، اسامہ اور عثمان بن شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ نے دروازہ بند فرمایا اور نماز پڑھی اس لئے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا دروازہ بند کرنے کی بناء پر اور آپ [یعنی حضرت اسامہ] کے دعاء اور خضوع میں مشغول ہونے کی بناء پر۔

## تنبیہ

(تنبیہ) لم یذکر الرفعی دلیل جواز الصلاة فی الكعبة وهو فی الصحیحین عن ابن عمر عن بلال ان رسول الله ﷺ فی جوف الكعبة بین العمودین الیمانیین عن ابن عمر انه دخلها یوما فلم یصل ودخلها من الغد فصلی ولا بن حبان نحوه، (التلخیص فی المجموع ص ۲۲۲ ج ۳) صاحب تلخیص فرماتے ہیں امام رافعی علیہ الرحمہ نے کعبہ میں نماز جائز ہونے کی دلیل ذکر نہیں فرمائی حالانکہ وہ بخاری و مسلم میں ابن عمر سے مروی ہے آپ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی دو یمنی ستونوں کے درمیان، ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک دن کعبہ میں داخل ہوئے لیکن نماز نہیں پڑھی اور دوسرے دن داخل ہوئے تو پڑھی اور ابن حبان کی اس کے مانند روایت ہے۔

آگے مصنفِ قبلہ کے بارے میں اجتہادی مسئلہ بیان فرما رہے ہیں:

(وَإِنْ كَانَ بِمَكَّةَ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ حَائِلٌ خَلْقِيٌّ أَوْ طَارِيٌّ فَلَهُ الْأَجْزَاءُ وَإِنْ وَضَعَ مَحْرَابَهُ عَلَى الْعَيْنَانِ صَلَّى إِلَيْهِ أَبَدًا، اور اگر) مرید نماز (مکہ میں ہو) یا اس کے علاوہ کہیں (اور مرید نماز اور کعبہ کے درمیان حائل ہو خلقی) یعنی پیدا نشی (چیز) جیسے پہاڑ جو کعبہ نظر آنے کے لئے حائل ہو (یا) حائل ہو (طاری) یعنی غیر خلقی چیز جیسے بلند عمارت اور دیوار وغیرہ، (تو مرید نماز کے لئے جائز ہے اجتہاد کرنا) قبلہ کے بارے میں جبکہ معتبر خبریں نہ پائیں کیونکہ اس صورت میں کعبہ کو دیکھنے کا مکلف بنانا باعثِ مشقت ہے، اگر خبریں پائیں تو یہ مقدم ہونگے اجتہاد پر، یعنی پہلے خبروں کے مطابق عمل کیا جائے گا (اور اگر کسی نے اپنے لئے محراب بنایا ہے کعبہ کو دیکھ کر تو) بنانے والا اجتہاد کے بغیر (ہمیشہ نماز پڑھے جہت محراب کی طرف متوجہ ہو کر) اس لئے کہ اس صورت میں وہ خود ہی اپنے طور پر خبروں کو پانے والا ہو۔

محراب کہتے ہیں: اس مکان کو جس میں آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

محراب کو محراب اس وجہ سے کہتے ہیں: کہ نماز میں انسان کی شیطان کے ساتھ جنگ ہے، کہ وہ عبادت سے روکتا ہے انسان اس کی اطاعت نہ کرتے ہوئے عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

(وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَأَخْبِرَ بِهَا مَقْبُولَ الرَّوَايَةِ عَنْ مُشَاهَدَةٍ وَجَبَ قَبُولُهُ، اور

جو شخص کعبہ سے غائب ہو) یعنی عین کعبہ کو نہ پہچانے جیسے نابینا (اس کو خبر دے عین کعبہ کی مقبول الروایہ شخص کعبہ کو دیکھتے ہوئے) مطلب یہ ہے کہ مقبول الروایہ شخص کو عین کعبہ کی سمت معلوم ہو کعبہ کو دیکھنے کی وجہ سے نہ کہ اجتہاد سے (تو اس پر واجب ہو گا خبر کو قبول کرنا) ایسی صورت میں اجتہاد کرنا صحیح نہ ہو گا، مقبول الروایہ ہونا شرط ہے نہ کہ مقبول الشہادۃ۔

مقبول الروایۃ کہتے ہیں: کہ وہ شخص مسلم ہو، بالغ ہو، عاقل ہو اور اس میں [صفت] عدالت ہو، کافر، نابالغ، بے وقوف اور فاسق کی خبر قبول کرنا صحیح نہیں ہے ہاں عورت کی خبر قبول کرنا صحیح ہے۔

(وَكَذَا يَجِبُ إِغْتِمَاؤُ مَحْرَابٍ بِبَلَدٍ أَوْ قَرْيَةٍ يَكْثُرُ طَارِفُهَا، اور اسی طرح

واجب ہوتا ہے) اس شخص پر جو کعبہ سے غائب ہو (بھروسہ کرنا) بڑے (شہریا) چھوٹے (گاؤں کے محراب پر) لیکن محراب کی پہچان کیسے ہوگی آگے مصنف اس کو بتلا رہے ہیں کہ: (جہاں لوگوں کا گزر زیادہ ہو) یہ صورت اجتہاد پر مقدم ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں اعتماد کرنا ایسا ہے جیسے معتبر خبروں کے ذریعہ عین کعبہ معلوم کرنا ہے۔

(وَ كُلُّ مَكَانٍ صَلَّى إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ ضَبَطَ مَوْ قَفُهُ مُتَعَتِّينَ

وَ لَا يَجْتَهَدُ فِيهِ لَا بَيْتِيًا مِنْ وَلَا بَيْتِيًا سِرًّا وَ يَجْتَهَدُ بِهِمَا فِي غَيْرِهِ مِنَ الْمَحَارِبِ وَ إِنْ لَمْ يَجِدْ مَنْ يُخْبِرُهُ عَنْ مُشَاهَدَةٍ اجْتَهَدَ بِالذَّلَائِلِ فَإِنْ لَمْ يَعْرِفْهَا أَوْ كَانَ أَعْمَى فَلَدَّ وَ إِنْ تَيَقَّنَ الْخَطَأَ بَعْدَ الصَّلَاةِ بِالْإِجْتِهَادِ اعَادَ، اور) واجب ہوتا ہے بھروسہ کرنا (ہر

اس جگہ پر جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی ہو اور) نماز کے لئے (آپ ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ ضبط کر لی گئی ہو تو آپ ﷺ کے وقوف کی جگہ متعین ہے) اس سے عدول صحیح نہیں یہی وجہ ہے کہ مصنف نے آگے اجتہاد سے منع فرمایا ہے، (اور) مرید نماز (اجتہاد نہ کرے آپ ﷺ کی نماز کے لئے متعینہ جگہ میں) یعنی نبی کریم ﷺ کے محراب کے بارے میں اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے (نہ دائیں اور نہ بائیں اعتبار سے) مطلب یہ ہے کہ ایک اجتہاد ہوتا ہے عین کعبہ سے متعلق اور دوسرا عین کعبہ کی دائیں یا بائیں سمت سے متعلق (اور اجتہاد کرے دائیں اور بائیں اعتبار سے نبی کریم ﷺ کے علاوہ محرابوں میں سے کسی محراب کے بارے میں) اس لئے کہ محراب نبی کریم ﷺ کے علاوہ محراب میں دائیں اور بائیں اعتبار سے خطا کا ہونا بعید نہیں ہے اس کے برخلاف کعبہ کی جہت میں خطا ہونا بعید ہے (اور اگر ایسا شخص نہ ملے جو مرید نماز کو کعبہ کی خبر دے دیکھ کر تو اجتہاد کرے دلائل سے) دلائل کہتے ہیں: ان امور کو جو کعبہ کی معلومات پر دلالت کرنے والے ہوں، یہ اجتہاد واجب ہے اگر ممکن ہو جیسے بیٹا اور دلائل کو جاننے والا ہو (اگر دلائل کو نہ جانتا ہو یا) جانتا ہو لیکن (نا بیٹا ہو تو تقلید کرے بیٹا کی) جو ثقہ ہو اور دلائل کو جاننے والا ہو اگرچہ عورت کیوں نہ ہو، اور اس تقلیدی صورت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے (اور اگر اجتہادی غلطی کا یقین ہو نماز کے بعد تو نماز کو لوٹائے) چاہے غلطی مقلد کی ہو یا مقلد کی، اور یہ اعادہ واجب ہے اس لئے کہ غلطی کا یقین ہے، اور اگر دورانِ نماز غلطی کا یقین ہو تو نماز کو از سر نو پڑھنا واجب ہے، (منہج مع شرح منہج فی حاشیة الجمل ص ۳۲۶ ج ۱) دو آدمی کا اجتہاد جہت قبلہ کے بارے میں الگ الگ ہو تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی تقلید اور اقتداء میں نماز نہ پڑھے اس لئے کہ ہر ایک دوسرے کے بطلانِ اجتہاد کا اعتقاد رکھتا ہے (مہذب فی المجموع ص ۲۱۴ ج ۳) اور اگر کوئی اجتہاد سے کسی جہت کی

طرف نماز پڑھے اور دوسری نماز کا وقت ہو جائے تو دوسری نماز کے لئے اجتہاد دوبارہ کرنا واجب ہو گا یا پہلی نماز کا اجتہاد کافی ہو گا اس میں دو وجہ مشہور ہیں ان میں اصح وجہ کے مطابق دوسری نماز کے لئے بھی اجتہاد کرنا واجب ہو گا (ایضاً ص ۲۱۶ ج ۳) نفل کے لئے دوبارہ اجتہاد کی ضرورت نہیں (المجموع ص ۲۱۴ ج ۳)

### دلائل قبلہ کا حکم

دلائل قبلہ سیکھنے کے بارے میں تین وجہ ہیں۔ (۱) فرض کفایہ ہے (۲) فرض عین ہے (اس کو بغوی اور رافعی علیہما الرحمہ نے صحیح قرار دیا ہے) (۳) فرض کفایہ ہے مگر ارادہ سفر کے وقت سیکھنا فرض عین ہے کیونکہ مسافر کو عموماً اس کی ضرورت پیش آتی ہے اور کئی جگہوں میں آسانی سے قبلہ کا رخ معلوم نہیں ہوتا، مطلق فرض عین والا قول صحیح نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور اسلاف سے منقول نہیں ہے کہ انھوں نے نماز کے ارکان و شرائط کی طرح کسی کو دلائل سیکھنے کا پابند بنایا ہو (ایضاً ص ۲۰۹ ج ۳)

(وَيُنْدَبُ لِلْمُصَلِّي أَنْ يَكُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ مَشْرُوءٌ، اور مستحب ہے مصلی کے لئے کہ اپنے سامنے سترہ رکھے) آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھے اگر یہ نہ ہو تو عصا کھڑا کر دے اگر عصا نہ ہو تو خط [لکیر] کھینچے پھر سامنے سے کسی کے گزرنے میں مصلی کو کوئی نقصان نہیں، دوسری حدیث میں ہے: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھے (تقریرات نفیسیہ فی حواشی المدنیہ ص ۳۰۱ ج ۱) سامنے سترہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا دائیں یا بائیں جانب رکھے، یہ سنت ہے، بالکل سامنے رکھنا مکروہ ہے، حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، مگر سترہ دیوار جیسی چوڑی چیز ہو اور اس کو اپنے دائیں بائیں کر لینا مشکل ہو تو سامنے رہنے میں کراہت نہ ہوگی (حواشی المدنیہ ص ۳۰۱ ج ۱)

(ثَلَاثًا ذِرَاعًا، دو تہائی ذراع) کی مقدار یا اس سے زیادہ اونچا اس لئے کہ سترہ کی سنت اس وقت حاصل ہوگی جبکہ وہ زمین سے کم سے کم دو تہائی ذراع کی مقدار اونچا ہو، ذراع کا معنی ما قبل میں ملاحظہ فرمائیں، سترہ کی چوڑائی کے لئے کوئی ضابطہ نہیں ہے بلکہ موٹا ہو یا پتلا کافی ہوگا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نماز میں سترہ حاصل کرو اگرچہ تیر ہو، (شرح المہذب ص ۲۴۸ ج ۳) امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے بھی کافی ہوگا (فقہ السنہ) جس چیز کے آڑ میں نماز پڑھی جائے اسے سترہ کہتے ہیں سترہ میں سب سے پہلے دیوار اور ستون کو مقدم کیا جائے گا ان دونوں کے بعد عصا کو اور پھر جائے نماز کو، اسی کی طرف مصنف نے اشارہ فرمایا ہے اس قول سے (أَوْ يَبْسُطُ مُصَلِّي، یا جائے نماز بچھائے) یعنی جس پر نماز پڑھی جاتی ہے، اس کی لمبائی مصلی کے ایڑی سے لیکر تین ذراع تک ہو یا اس سے کم، اور بعضوں نے کہا انگلیوں کے سروں سے لیکر تین ذراع تک یا کم لمبائی ہو، یہ قول اوجہ ہے۔

عبارت میں "او" ترتیب کے لئے ہے، (فَإِنْ عَجَزَ خَطَّ خَطًّا عَلَى ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ) اس میں فاء ترتیب اور تعقیب کے واسطے ہے، یعنی: (اگر) سترہ اور جائے نماز سے (عاجز ہو تو خط) لمبائی میں قبلہ کی طرف (کھینچے جو مصلی سے قریب ہو تین ذراع تک) یعنی مصلی اور سترہ کے درمیان تین ذراع یا اس سے کم کا فاصلہ ہو، اگر اس سے زیادہ کا ہو تو اس کو سترہ نہیں کہا جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ سترہ سے قریب رہے، اور جب آپ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی تو اپنے اور کعبہ کی دیوار کے درمیان تین ذراع سے قریب کا فاصلہ رکھا اس لئے کہ اس فاصلہ کی مقدار میں سجدہ کا ہونا ممکن ہے، اسی لئے ہر دو صف کے درمیان تین ذراع کی مقدار فاصلہ رکھنا سنت ہے۔ (شرح ہیتمی فی حواشی المدنیہ ص ۳۰۱ ج ۱)

### صفتِ خط کے بارے میں اقوال

(۱) بعضوں نے کہا: ہلال یعنی چاند کی طرح گول کھینچے (۲) بعضوں نے کہا: قبلہ کی طرف لمبا کھینچے (۳) بعضوں نے کہا: دائیں اور بائیں کھینچے لیکن نمبر ۲ والا قول مختار ہے،

(روضۃ ص ۲۹۵ ج ۱) (فَيَحْزُمُ الْمُرُورُ حِينَئِذٍ، اس صورت میں گذرنا حرام ہوگا) مطلب یہ ہے کہ سترہ ہو تو مصلیٰ اور سترہ کے بیچ سے گذرنا حرام ہے، حدیث ابو جہیم انصاریؓ کی وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے میں کتنا گناہ ہے اگر معلوم ہو تو آدمی چالیس برس تک کھڑا رہنے کو بہتر سمجھے گا بہ نسبت گزرنے کے، سترہ کے پیچھے سے گذرنا حرام نہیں ہے، مصلیٰ اور سترہ کے درمیان سے مرد، عورت یا بچہ وغیرہ گذرے تو نماز باطل نہیں ہوتی (المجموع ص ۲۳۰ ج ۳)

### نماز میں سترہ کا راز

اس میں بھید یہ ہے کہ نماز شعائر الہی میں سے ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے، اور چونکہ نماز سے اس حالت کے ساتھ تشبیہ مراد ہے جو غلام کو اپنے مولا کے سامنے سکون اور خاموشی کے ساتھ خدمت کے لئے کھڑے ہوتے وقت ہو کرتی ہے اس واسطے نماز کی ایک تعظیم یہ بھی مقرر کی گئی ہے کہ کوئی گزرنے والا نمازی کے سامنے ہو کر نہ گذرے کیونکہ آقا اور اس کے غلاموں کے درمیان سے جو اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں گذرنا سخت بے ادبی ہے، چنانچہ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے عرض معروض کرتا ہے جو کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے، نیز نمازی کے سامنے گزرنے سے اس کا دل اکثر بٹ جاتا ہے اسی واسطے نمازی کو استحقاق ہے کہ آگے سے گزرنے والے کو ہٹا دے پس ان دونوں حکمتوں سے سترہ مقرر کیا گیا تاکہ اس کے باہر سے گزرنے میں ان دونوں خرابیوں سے حفاظت رہے اسی کو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے جب کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پستے کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو پھر وہ نماز پڑھتا رہے اور اس سے پار جو کوئی گذرے اس کی کچھ پروا نہ کرے، اس میں بھید یہ ہے کہ چونکہ مطلق گزرنے سے ممانعت کرنے میں حرج عظیم تھا اس واسطے آپ نے سترہ کے کھڑا کرنے کا حکم دیا تاکہ ظاہر میں نماز کی زمین

دوسری زمین سے علیحدہ ہو جاوے اور اس علیحدگی کے سبب پاس سے گزرنا بھی طبعاً ایسا ہی سمجھا جاوے جیسے دور سے گزرنا، (احکام الاسلام ص ۱۰۸ ج ۱)

(ویندب دفع المار بالاسهل ویزید قدر الحاجة کالصائل فان مات فهدر، اور مستحب ہے) مصلی وغیرہ کیلئے مصلی اور سترہ کے درمیان سے (گزرنے والے کو بہت ہی ہلکے طریقہ سے روکنا اور روکنے میں زیادتی کرے حاجت کی مقدار تو اس کا حکم حملہ آور کے حملہ کو روکنے کی طرح ہے) مطلب یہ ہیکہ صائل کسی پر حملہ کرے ظلماً قتل کے لئے تو مظلوم دفع کرے ہلکے طریقہ سے پھر اگر صائل دوسری بار حملہ کرے تو مظلوم اسی کے مطابق دفع کرے لیکن دفع کی وجہ سے اتفاقاً صائل مر جائے تو اس قتل کی وجہ سے مظلوم پر نہ قصاص ہو گا اور نہ دیت ہو گی، اسی طرح مصلی گزرنے والے کو روک کے لیکن نہ ماننے کی وجہ سے پھر مناسب دفع کرے لیکن دفع کی وجہ سے [اگر گزرنے والا مر جائے تو یہ قتل بے کار ہے] مطلب یہ ہیکہ اس قتل کا نہ قصاص ہے اور نہ دیت، اس لئے کہ یہ صائل کی طرح مقصر ہے اور فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو اس کے لئے سترہ ہو پھر کوئی ارادہ کرے مصلی کے سامنے سے گزرنے کا تو اس کو چاہئے کہ اسے روکے اگر انکار کرے تو اس سے مقاتلہ کرے اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

روکنا اگر دو مرتبہ سے زائد پے در پے ہو تو نماز باطل ہو گی [پے در پے نہ ہو تو باطل نہ ہو گی] (ولایزید علی مرتین والا بطلت صلاته ان والی) (شرح ہیتمی فی المدنیہ ص ۳۰۲ ج ۱) اور [روکنا] دو مرتبہ سے زائد نہ ہو ورنہ نماز باطل ہو گی اگر پے در پے ہو تو [ورنہ باطل نہ ہو گی] [فَإِنْ لَمْ يَكُنْ سِتْرَةً أَوْ تَبَاعَدَ عَنْهَا كَرَّةَ الْمُؤْوَدِ، اگر سترہ نہ ہو) ایک یہ صورت (یا) ہو لیکن مصلی (سترہ سے) تین ذراع کی مقدار فاصلہ سے زیادہ (دور ہو) یہ دوسری صورت اور تیسری یہ کہ دور نہ ہو لیکن کوتاہی کرے کہ راستہ میں،

تنگ دروازہ یا مسجد کے دروازہ میں جہاں سے غالباً نماز کے وقت لوگوں کا گذر ہوتا ہے ایسی جگہوں میں نماز پڑھے (تو) ان تمام صورتوں میں مصلیٰ کے سامنے سے (گذرنا مکروہ قرار دیا گیا ہے) نہ کہ حرام بلکہ کوتاہی کی صورتوں میں مکروہ نہیں ہے، شارحؒ فرماتے ہیں: ولا یکرہ فی بعض الصور المذکورۃ عند التقصیر (فیض ص ۱۰۳ ج ۱) مذکورہ بعض صورتوں میں کوتاہی کی بناء پر مکروہ (بھی) نہیں ہے لہذا مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں گذرنا مکروہ نہ ہوگا کیونکہ مصلیٰ کا اپنے سامنے سترہ نہ رکھنا بھی کوتاہی ہے جیسا کہ شارحؒ فرماتے ہیں: (ولیس له الدفع) حینئذ لتقصیر المصلیٰ بعدم السترة (فیض ص ۱۰۳ ج ۱) سترہ نہ ہونے کی صورت میں مصلیٰ (وغیرہ) کے لئے روکنا جائز نہیں ہے، سترہ نہ رکھنے سے مصلیٰ کی کوتاہی ہونے کی بناء پر، اور "روضۃ" میں ہے: ولولم یکن سترة، او کانت، وتباعدها، فالاصح انه لیس له الدفع لتقصیرہ (ص ۲۹۵ ج ۱) اور اگر سترہ نہ ہو یا ہو اور مصلیٰ اس سے دور ہو تو اصح قول کے مطابق مصلیٰ [وغیرہ] کے لئے [گذرنے والے کو] روکنا جائز نہیں ہے تقصیر مصلیٰ کی بناء پر، لیکن گذرنے والے کے لئے نہ گذرنا "اولیٰ" ہے (ایضاً)

(وَلَيْسَ لَهُ الدَّفْعُ، اور جائز نہیں ہے مصلیٰ) وغیرہ (کے لئے) گذرنے والے کو (روکنا) سترہ رکھنے یا دور رہنے کی صورت میں کوتاہی ہونے کی بناء پر (لو تعذرت علیہ السترة حتی الخط لم یجز له الدفع علی المعتمد) (حواشی المدنیہ ص ۳۰۳ ج ۱) اگر مصلیٰ کو سترہ رکھنا یہاں تک کہ خط کھینچنا دشوار ہو تو گذرنے والے کو روکنا جائز نہیں معتد قول کے مطابق) اور اگر یہ صورت ہو کہ مصلیٰ سترہ رکھے لیکن ہٹ جائے تو جس کو علم ہو ہٹ جانے کا اس کے لئے گذرنا حرام ہوگا اور جس کو علم نہ ہو اس کے لئے گذرنا حرام نہ ہوگا، ولولوازیلت ستروہ حرم المرور علی من علم بها لعدم تقصیرہ (شرح ہیتمی فی المدنیہ ص ۳۰۴ ج ۱) اور اگر مصلیٰ کا سترہ ہٹ جائے تو گذرنا حرام ہوگا اس شخص پر جس کو سترہ کے پٹنے کا

علم ہو اس کے برخلاف جس کو ہٹنے کا علم نہ ہو (اس کے لئے گذرنا حرام نہ ہوگا) گذرنے والے کی تفصیر نہ ہونے کی بنا پر۔

(وَلَوْ وَجَدَ فِي صَفِّ فُرْجَةٍ فَلَهُ الْمُمْزُؤُ وَلَا يَسْتُرُهَا، اور اگر کوئی شخص کسی صف میں) اتنی (خالی جگہ پائے) جس میں وہ نماز پڑھ سکتا ہے (تو اس) جگہ پانے والے (کے لئے) سترہ ہونے کے باوجود مصلیٰ کے سامنے سے (گذرنا جائز ہے) خالی جگہ رکھنے والوں کی کوتاہی کی بناء پر اور دوسری وجہ یہ ہے: (تا کہ خالی جگہ پڑ ہو) خالی جگہ پڑ کر ناسنت بھی ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: صفیں سیدھی کرو، کندھے برابر رکھو اپنے بھائیوں کے لئے نرم ہو جاؤ خالی جگہیں پڑ کر و کیونکہ شیطان تمہارے درمیان بھیڑ کے بچہ کی طرح داخل ہو جاتا ہے (احمد) اور آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص خالی جگہ پڑ کرے اس کی مغفرت کی گئی، (الترغیب والترہیب ص ۳۲۲ ج ۱) صف کے درمیان خالی جگہ چھوڑنے سے جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے، عبادت میں توجہ نہ ہونا اس کا باعث ہے اور اسی طرح ہر صف کے درمیان تین ذراع سے زائد فاصلہ رکھنے سے بھی جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے، عبادت میں توجہ نہ ہونا اس کا باعث ہے۔

### صف بندی میں ممانعت فرجہ کاراز

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقوں میں مل کر بیٹھنے سے دل جمعی خوب ہوتی ہے اور ذکر کی حلاوت معلوم ہوتی ہے اور وسوسے بند ہوتے ہیں اور اس بات کے ترک کرنے سے یہ باتیں کم ہو جاتی ہیں اور ان باتوں میں سے جس قدر کسی بات میں کمی ہوتی ہے اسی قدر وہاں شیطان کو دخل ہوتا ہے۔ (احکام الاسلام ص ۸۴ ج ۱)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

باب صفہ الصلوة دیگر ابواب ان شاء اللہ جلد دوم میں آئیں گے۔

## ماخذ و مراجع

<b>اسماءے مصنفین</b>	<b>اسماءے کتب</b>
علامہ جلال الدین سیوطی <sup>ؒ</sup>	جلالین (اول)
احمد بن محمد صاوی <sup>ؒ</sup>	حاشیة جلالین
امام فخر الرازی <sup>ؒ</sup>	حاشیة الصاوی
حافظ جلال الدین سیوطی <sup>ؒ</sup>	التفسیر الکبیر
مولانا شرف علی تھانوی <sup>ؒ</sup>	الاتقان فی علوم القرآن
مفتی محمود الحسن صاحب <sup>ؒ</sup>	ترجمہ قرآن
مولانا شبیر احمد عثمانی <sup>ؒ</sup>	ترجمہ قرآن
مفتی محمد شفیع پاکستانی <sup>ؒ</sup>	تفسیر
محمد بن اسماعیل جعفی <sup>ؒ</sup>	معارف القرآن
حافظ احمد بن علی عسقلانی <sup>ؒ</sup>	بخاری شریف
امام ابو الحسن قشیری <sup>ؒ</sup>	فتح الباری شرح بخاری
محمی الدین بن شرف النووی <sup>ؒ</sup>	مسلم شریف
محمی الدین بن شرف النووی <sup>ؒ</sup>	شرح مسلم
دکتور مصطفی سعید الخن	ریاض الصالحین
ودکتور مصطفی البغاء	نزهة المتقین شرح ریاض
محمد بن عیسی سلمی <sup>ؒ</sup>	الصالحین
محمد عبدالرحمن مبارکپوری <sup>ؒ</sup>	ترمذی شریف
شیخ سید محمد یوسف بنوری <sup>ؒ</sup>	تحفة الاحوذی شرح ترمذی
سلیمان سجستانی <sup>ؒ</sup>	معارف السنن شرح ترمذی
مولانا فخر الحسن گنگوہی <sup>ؒ</sup>	ابوداود
خلیل احمد سہارنپوری <sup>ؒ</sup>	حاشیة ابو داود
حافظ احمد بن شعیب نسائی <sup>ؒ</sup>	بذل المجہود شرح ابو داود
علامہ اشفاق الرحمن کاندھلوی <sup>ؒ</sup>	نسائی شریف
	حاشیة نسائی

علي بن سلطان محمد قارى <sup>ؒ</sup>	مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصايح
علامه ظفر احمد عثمانى تهانوى <sup>ؒ</sup>	اعلاء السنن
امام ذكى الدين عبد العظيم بن عبد القوى المنذرى <sup>ؒ</sup>	الترغيب والترهيب
مصطفى محمد عمارة <sup>ؒ</sup>	تعليق فى الترغيب
ابو القاسم سليمان <sup>ؒ</sup>	طبرانى
امام على بن عمر دارقطنى	دارقطنى
علامه ابو طيب آبادى	تعليق فى دارقطنى
محمد بن ادريس شافعى <sup>ؒ</sup>	كتاب الام
محمد بن ادريس شافعى <sup>ؒ</sup>	مسند شافعى
ابراهيم بن على شيرازى <sup>ؒ</sup>	مهذب
محيى الدين بن شرف النووى <sup>ؒ</sup>	المجموع شرح مهذب
محيى الدين بن شرف النووى <sup>ؒ</sup>	روضة الطالبين وعمدة المفتين
محيى الدين بن شرف النووى <sup>ؒ</sup>	كتاب الاذكار
محيى الدين بن شرف النووى <sup>ؒ</sup>	منهاج الطالبين
جلال الدين محلى <sup>ؒ</sup>	شرح محلى على منهاج فى حاشيتان
شهاب الدين بن احمد قليوبى <sup>ؒ</sup>	حاشيته قليوبى على شرح محلى
شهاب الدين عميره <sup>ؒ</sup>	حاشيته عميره // //
شهاب الدين احمد هيثمى <sup>ؒ</sup>	تحفة المحتاج شرح منهاج
شيخ عبد الحميد شروانى <sup>ؒ</sup>	حاشيته شروانى على تحفة
شيخ محمد زهرى عمر اوى <sup>ؒ</sup>	سراج الوهاج شرح منهاج
شمس الدين محمد بن ابى العباس <sup>ؒ</sup>	نهاية المحتاج شرح منهاج
شيخ محمد شريبنى <sup>ؒ</sup>	مغنى المحتاج شرح منهاج
شيخ على محمد معوض وعادل <sup>ؒ</sup>	تحقيق وتعليق فى المغنى
احمد عبد الموجد <sup>ؒ</sup>	
شيخ محمد بن سليمان كردى <sup>ؒ</sup>	حواشى المدنية
شيخ محمد بن سليمان كردى <sup>ؒ</sup>	تقريبات نفيسة فى حواشى المدنيه

- مختصر فى حواشى المدينة  
شرح على مختصر ///  
فتاوى كبرى الفقهية  
الفاظ ابى شجاع (متن الغاية)  
اقناع فى حل الفاظ ابى شجاع  
حاشية اقناع  
التعليق على الاقناع  
كفاية الاخير شرح متن الغاية  
تحقيق وتعليق فى كفاية  
تحفة الحبيب على شرح الخطيب  
قرة العين  
فتح المعين شرح قرة المعين  
اعانة الطالبين شرح فتح المعين  
ترشيح المستفيدين شرح فتح المعين  
الباقيات الصالحات فى ترشيح  
فيض الاله المالک شرح عمدة السالک  
تعليقات مفیده فى فيض  
انوار المسالک شرح عمدة السالک  
تحقيق على عمدة  
تعليقات فى حاشية عمدة السالک  
الحاوى للفتاوى  
الاشباه والنظائر  
الحاوى الكبير  
تحقيق وتعليق فى حاوى الكبير  
المغنى فى فقه امام الاحمد
- علامه عبد الله بافضل حضر مى<sup>٢</sup>  
شهاب احمد بن حجر هيثمى<sup>٢</sup>  
شهاب احمد بن حجر هيثمى<sup>٢</sup>  
ابى شجاع احمد اصفهاني<sup>٢</sup>  
شيخ محمد شر بينى<sup>٢</sup>  
فاضل مولانا شيخ عوض بكماله<sup>٢</sup>  
محمد محمد تامر  
تقى الدين ابى بكر دمشقى<sup>٢</sup>  
الشيخ كامل محمد محمد عويضة<sup>٢</sup>  
سليمان بن عمر بجير مى<sup>٢</sup>  
زين الدين مليبارى<sup>٢</sup>  
زين الدين مليبارى<sup>٢</sup>  
سيد الكبرى دمياطى<sup>٢</sup>  
سيد علوى بن سيد احمد سقاف<sup>٢</sup>  
سيد علوى بن سيد احمد سقاف<sup>٢</sup>  
سيد عمر بر كات مكى<sup>٢</sup>  
مصطفى محمد عمارة<sup>٢</sup>  
شيخ محمد زهرى غمراوى<sup>٢</sup>  
صالح مؤذن و محمد غيات<sup>٢</sup>  
بعض العلماء الثقات<sup>٢</sup>  
علامه عبد الرحمن سيوطى<sup>٢</sup>  
علامه عبد الرحمن سيوطى<sup>٢</sup>  
ابى الحسن على بن محمد الماوردى<sup>٢</sup>  
شيخ على محمد معوض وعادل<sup>٢</sup>  
احمد عبد الموجود<sup>٢</sup>  
ابى محمد عبد الله بن احمد بن قدامة<sup>٢</sup>

السيد ابي بكر بن محمد <sup>ز</sup>	الدرر البهيه
عبد الحميد بن محمد علي قدس خطيب <sup>ز</sup>	انوار السنيه شرح الدرر البهيه
عبد الرحمن جزيري <sup>ز</sup>	الفقه على المذاهب الاربعه
حجة الاسلام ابو حامد محمد غزالي <sup>ز</sup>	وجيز في المجموع
امام ابو القاسم عبد الكريم بن محمد رافعي <sup>ز</sup>	فتح العزيز شرح وجيز
حافظ احمد بن علي عسقلاني <sup>ز</sup>	التلخيص الحبير في المجموع
الفقيه عبد الله بن محمد باقشير حضرمي <sup>ز</sup>	القلائد الخرائد
السيد سابق <sup>ز</sup>	فقه السنة
السيد سابق <sup>ز</sup>	حاشية فقه السنة
ابى يحيى زكريا انصارى <sup>ز</sup>	منهج الطلاب
ابى يحيى زكريا انصارى <sup>ز</sup>	فتح الوهاب شرح منهج الطلاب
ابى يحيى زكريا انصارى <sup>ز</sup>	الاعلام والاهتمام
علامه شيخ سليمان الجمل <sup>ز</sup>	حاشية الجمل على شرح المنهج
علامه نجم الدين بن الرفعه الانصارى <sup>ز</sup>	الايضاح والتبيان في معرفة المكيال والميزان
مولانا اشرف على تهانوى <sup>ز</sup>	احكام الاسلام عقل كى نظر ميس
مفتى جميل احمد تهانوى <sup>ز</sup>	حاشية احكام الاسلام
مفتى سيد عبد الرحيم لاچپورى <sup>ز</sup>	فتاوى رحيميه
علامه علاؤ الدين حصفكى <sup>ز</sup>	در مختار
امام جلال الدين محلى <sup>ز</sup>	ورقات
احمد بن محمد الدمياطي <sup>ز</sup>	شرح ورقات
جلال الدين محلى <sup>ز</sup>	شرح جمع الجوامع
ابى يحيى زكريا انصارى <sup>ز</sup>	لب الاصول
ابى يحيى زكريا انصارى <sup>ز</sup>	غاية الاصول شرح لب الاصول
ابراهيم بن عبد الله قاسمى <sup>ز</sup>	تيسير الاصول
قاضى زين العابدين سجاد مير ٹهه <sup>ز</sup>	بيان اللسان
علامه على بن محمد جرجانى <sup>ز</sup>	كتاب التعريفات
ابى بكر بن احمد بن محمد الدمشقى <sup>ز</sup>	طبقات الشافعيه